

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224791

UNIVERSAL
LIBRARY

Osmania University Library

Call No. ۱۹۱۵ د۳۵

U. 9341
Accession No.

Author ع ق

۹۳۵۱

Title

عبدالحق

قواعد اردو

This book should be returned on or before the date last marked below.

قواعد اردو

مؤلفہ

جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے (علیہ)
آفریدی سکریٹری انجمن ترقی اردو

سنہ ۱۹۳۶ ع

مطبوعۃ انجمن اردو پریس، اردو باغ اورنگ آباد (دکن)

بار سوم ایک ہزار قیمت دو روپے

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

تصانیف مولانا حالی مرحوم

مجلد چار روپے غیر مجلد
روپے آٹھ آنے

مجلد ۲ روپے ۶ آنے - غیر مجلد
ایک روپیہ ۱۴ آنے

ایک روپیہ آٹھ آنے
” ”

تین روپے

ایک روپیہ

ایک روپیہ

ایک روپیہ

ایک روپیہ آٹھ آنے

ایک روپیہ آٹھ آنے

ایک روپیہ چار آنے

ایک روپیہ آٹھ آنے

بارہ آنے

تین آنے

چار آنے

تین آنے

دو آنے

مقالات حالی حصہ اول
Printed 1904.

مقالات حالی حصہ دوم

مکتوبات حالی جلد اول
” ” ” ”
دوم

یادگار غالب

مولود شریف

مجالس النساء حصہ اول

” ”
حصہ دوم

مقدمہ شعر و شاعری

ضمیمہ اردو کلیات نظم حالی

مجموعہ نظم حالی

دیوان حالی

مسدس حالی

مناجات بیوہ

حقوق اولاد

شکوہ ہند

چپ کی داد

مسلخے کا پتہ

منیجر انجمن ترقی و اردو، اورنگ آباد دکن

فہرست مضامین

صفحہ

مضمون

۲۲-۱	مقدمہ
۱	قواعد اردو
۳	فصل اول - ہجاء
۱۸-۹	اعراب (یا حرکات و سکونات)
۱۹	فصل دوم - صرف
۲۱	۱ - اسم
۲۱	اسم خاص
۲۲	اسم کیفیت
۲۲	اسم ظرف
۲۴	اسم آلہ
۲۵	اسم جمع
۲۹	لوازم اسم
۲۹	جانداروں کی تذکیر و تانیث
۴۶	تعداد و حالت
۵۳	اسما کی تصغیر و تکبیر
۵۵	صفت
۵۵	صفت ذاتی
۵۷	صفت نسبتی
۵۸	صفت عددی
۶۳	صفت مقداری
۶۳	صفت ضمیری
۶۶	۳ - ضمیر

۷۱	ضمیر موصولہ
۷۳	ضمائر استفہامیہ
۷۴	ضمیر اشارہ
۷۴	ضمائر تذکیر
۷۵	صفات ضمیری
۷۶	ضمائر کے ماخذ
۷۹	۴ - فعل
۸۷	فعل حال
۹۱	فعل مستقبل
۹۲	فعل کی گردان
۹۳	حالت
۹۴	گردان افعال
۱۰۰	طو و معجہول
۱۰۹	مرکب افعال
۱۱۷	اسما و صفات کی ترکیب سے
۱۱۹	۵ - تمیز
۱۲۳	حروف
۱۲۳	حروف ربط
۱۲۶	حروف عطف
۱۲۸	حروف تخصیص
۱۲۹	حروف فجائیہ
۱۳۲	فصل سوم - مشتق اور مرکب الفاظ
۱۵۳	فصل چہارم - نحو
۱۵۳	نحو تفصیلی - جنس
۱۵۵	تعداد
۱۵۹	حالت

۱۶۲	فاعلی حالت
۱۶۲	” نے “ علامت فاعل
۱۶۶	نذائی حالت
۱۶۷	مفعولی حالت
۱۷۲	خبیری حالت
۱۷۳	اضافی حالت
۱۷۸	طوری حالت
۱۸۲	صفت
۱۸۶	صفات عددی
۱۸۸	ضائر
۱۹۸	فعل
۲۰۰	حالیہ
۲۰۶	اسم فاعل
۲۰۷	زمانہ
۲۱۱	امو
۲۱۳	مستقبل
۲۱۳	فاعل حال
۲۱۸	ماضی احتمالی
۲۱۹	ماضی شرطیہ
۲۲۰	افعال متجہول
۲۲۴	تعدیۃ افعال
۲۲۱	افعال مرکب
۲۲۵	تمیز
۲۳۳	حروف - حروف ربط
۲۳۵	” سے “
۲۳۶	” تک “

۲۳۷	"پر"
۲۳۷	"آگے"
۲۳۸	"ساتھ"
۲۳۸	حروف عطف
۲۴۰	شرط
۲۴۱	استدراک
۲۴۱	استثنا
۲۴۲	علت
۲۴۲	مقابلہ
۲۴۲	دیباچہ
۲۴۳	حروف تخصیص
۲۴۵	تکرار الفاظ -
۲۵۳	نحو ترکیبی - مفرد جملے - جملے کے اجزا -
۲۵۳	مثالیں
۳۵۵	مبتدا کی توسیع
۲۵۷	خبر کی توسیع
۲۵۸	مطابقت
۲۶۱	م مرکب جملے -
۲۶۶	ہم رتبہ جملے
۲۷۰	تابع جملے
۲۸۰	جملے میں الفاظ کی ترتیب
۲۸۱	رموز اوقاف
۲۸۷	علامتوں کا محل استعمال - سکتہ
۲۹۱	وقفہ
۲۹۳	ابطال
۲۹۴	تفصیلیہ

۲۹۷	ختمہ
۲۹۷	واوین
۲۹۸	فجائیہ
۲۹۸	سوالیہ
۲۹۸	خط
۲۹۸	قوسین
۲۹۹	زنجیرہ
۳۰۰	عروض -
۳۰۰	وزن
۳۰۰	بحر
۳۰۰	ارکان بحر
۳۰۶	تقطیع
۳۰۶	اجزائے ارکان
۳۰۶	ارکان
۳۰۷	اسما و شمار بحور
۳۰۸	زحاف
۳۰۸	زحاف خاص
۳۰۹	عام زحاف
۳۱۱	مرکب زحاف
۳۱۶	بحریں - بحر ہزج
۳۱۷	۲ - بحر جز
۳۱۸	۳ - بحر دمل
۳۱۹	۴ - بحر کامل
۳۱۹	۵ - بحر متدارک
۳۱۹	۶ - بحر متقارب

۳۲۰	مركب بکریں - ۱ خلیف
۳۲۱	۲ - بحر سریع
۳۲۱	۳ - بحر مجتث
۳۲۲	۴ - مضارع
۳۲۲	۵ - منسرح
۳۲۳	۶ - بحر مقتضب
۳۲۳	اوزان رباعی



مقالہ

اُردو زبان دنیا کی جدید زبانوں میں سے ہے اور ابھی ابھی اس نے اپنے بل بوتے پر کھڑا ہونا سیکھا ہے - زبان نہ کسی کی ایجاد ہوتی ہے اور نہ کوئی اُسے ایجاد کر سکتا ہے - جس اصول پر بیج سے کوہیل پھوٹھتی، پتے نکلتے، شاخیں پھیلتی، پھل پھول لگتے ہیں اور ایک دن وہی نلھا سا پودا ایک تدار درخت ہو جاتا ہے، اُسی اصول کے مطابق زبان پیدا ہوتی، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے - اُردو اُس زمانے کی یاد گار ہے، جب مسلمان فاتح ہندوستان میں داخل ہوئے اور اہل ہند سے اُنکا میل جول روز بروز بڑھتا گیا - اُس وقت ملک کی زبان میں خفیف سا تغیر پیدا ہوتا چلا، جس نے آخر ایک نئی صورت اختیار کی، جس کا ان میں سے کسی کو سان گمان بھی نہ تھا - مسلمان فارسی بولتے آئے تھے اور ایک زمانے تک ان کی زبان فارسی ہی رہی، دربار و دفاتر میں بھی اُسی کا سکھ جاری تھا - ہندوؤں نے بھی اُسے شوق سے سیکھا - اُس زمانے میں فارسی لکھنا پڑھنا تہذیب میں داخل تھا - فارسی کے علاوہ عربی مسلمانوں کی مذہبی اور علمی زبان تھی - دستار فضیلت کا ملنا بغیر تحصیل زبان عربی نا ممکن تھا، کیوں کہ مسلمانوں کے علوم و فنون کا خزانہ اسی زبان میں مدفون ہے - ادھر ملک میں جو زبان (قدیم ہندی یا پرا کرت) رائج تھی اُسے بھی مسلمانوں نے سیکھا، عوام وہی زبان بولتے تھے - چنانچہ اس مخلوط زبان میں بڑے بڑے شاعر ہوئے، مسلمان شاہی درباریوں اور علما اور شعرا نے بھی یہ زبان سیکھی اور اس میں تالیف و تصنیف

بھی (جو زیادہ تر نظم تھی) کی - غرض ہندوستانیوں کے اس میل جول اور خلا ملا سے ایک نئی زبان نے جنم لیا ، جس کا نام بعد میں اُردو رکھا گیا - اُردو کے معنی لشکر کے ہیں اور لشکر کی زبان جیسی ہوتی ہے ظاہر ہے ، یعنی آدھا تیتھر آدھا بیتھر ، اس لیے اول اول ثقہ لوگ اس کے استعمال سے بچتے رہے اور اس کے لکھنے پڑھنے کو عار سمجھتے رہے - لیکن رفتہ رفتہ اس کے قدم جمے گئے اور مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں شعرائے اس بیچے کو اپنے سایۂ عاطفت میں لیا اور پال پوس بڑا کیا ، بہت کچھ صفائی پیدا کی اور نئی تراش خراش سے آراستہ کیا - مغلیہ سلطنت کے زوال پر سمندر کے راستے ایک نئی قوم ہندوستان پر مسلط ہوئی جو ہندو مسلمانوں سے بالکل غیر تھی - اس قوم نے اس کی انگریزی پکڑی اس نے انگریزی پکڑتے اُن کا پہنچا پکڑا اور دربار سرکار میں اس کی دسٹی ہو گئی - اور رفتہ رفتہ دفاتر سے فارسی کو نکال باہر کیا اور خود اس کی کرسی پر جلوہ گر ہوئی - آخر ہندوستان کی قدیم راجدھانی اس کا جنم بھوم اور دو آبہ اس کا وطن ہوا - اب دور دور پھیل چلی ہے اور ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک چلے جائیے ہر جگہ بولی اُردو سمجھی جاتی ہے ، بلکہ ہندوستان کے باہر تک جا پہنچی ہے - سب سے بڑھی چڑھی بات یہ ہے کہ یہ تین مختلف جلیل القدر قوموں کی یعنی ہندو ، مسلمانوں اور انگریزوں کی چہیتی ہے اور ان تینوں کی متفقہ کوششوں کی عظیم الشان یادگار ہے - تینوں نے اسے سیکھا ، پڑھا ، لکھا ، تینوں نے اس کی ترقی میں متدور بھر کوشش کی اور اب تینوں کی بدولت اس رتبے کو پہنچی کہ دنیا کی جدید زبانوں میں شمار کیے جانے کے قابل ہوئی —

اُردو ہندی نژاد ہے اور قدیم ہندی یا پراکرت کی آخری اور سب سے شایستہ صورت ہے - ہندی بولی اور فارسی کے میل سے بنی ہے - اس میں جو سنسکرت اور پراکرت کے الفاظ ہیں وہ زمانۂ دراز کے استعمال اور زبانوں پر چڑ جانے سے ایسے تھل گئے ہیں کہ اصل

الفاظ میں جو بھدا پن اور کرختگی اور تلفظ اور لہجے کی دقت تھی بالکل جاتی رہی، اور چھت چھٹا کر پاک صاف سیدھے سادے وہ کئے جس سے زبان میں لہجہ، گھاوت اور صفائی پیدا ہو گئی۔ اردو کے ہندی نژاد ہونے میں کچھ شبہ نہیں، کیونکہ بیرونی زبانوں کا اثر صرف اسما و صفات میں ہوا ہے ورنہ زبان کی بلیاں یہیں کی زبان پر ہے۔ تمام حروف فاعلی، مفعولی، اضافت، نسبت، ربط وغیرہ ہندی ہیں۔ ضمیریں سب کی سب ہندی ہیں، افعال سب ہندی ہیں۔ لیکن عربی فارسی الفاظ کے اضافے نے مختلف صورتوں میں اس کی اصل عربی میں اضافہ کر دیا ہے۔ ہندی الفاظ میں دل نشینی کا خاص اثر ہے اور عربی فارسی الفاظ میں شان و شوکت، اور زبان کے لیے ان دونوں عنصروں کا ہونا ضروری ہے۔ عربی فارسی الفاظ نے نہ صرف لغت اور نحو میں بلکہ خیالات میں بھی وسعت پیدا کر دی ہے، جس سے اس کا حسن دو بالا ہو گیا اور وہ زیادہ وسیع اور کار آمد بن گئی۔ مگر اصل بنیاد جس پر وہ قائم ہے، ہندی ہی ہے۔ متحضر غیر زبانوں کے اسما و صفات کے اضافے سے اس کے ہندی ہونے میں مطلق فرق نہیں آسکتا۔ مثلاً آج کل بہت سے انگریزی لفظ داخل ہوتے جاتے ہیں، لیکن اس سے زبان کے اصلیت و ماہیت پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ ایک دوسری بات اردو زبان میں یہ ہے کہ وہ اس اصول پر قائم ہے جو تمام جدید زبانوں میں اس وقت پایا جاتا ہے۔ یعنی صورت ترکیبی سے حالت تفصیلی کی طرف اس کا رجحان ہے۔ قدیم زبانوں میں یہ بڑی دقت تھی کہ ایک ہی لفظ کو ذرا ذرا سے فرق اور پھر سے مختلف صورتوں میں لے آتے تھے۔ اب دوسرے الفاظ کی مدد سے مرکب صورتیں پیدا ہو گئی ہیں اور وہ دقتیں جانی رہی ہیں۔ اردو کو بھی اس قید سے آزادی مل گئی ہے۔ غرض یہ زبان مختلف حیثیتوں سے ایسی قابل صورت ہو گئی ہے کہ اس کی ترقی میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی صفائی، فصاحت اور صلاحیت اور

ہندی، فارسی، عربی اور انگریزی کے مختلف مفید اثرات اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ وہ دنیا کی ہونہار زبانوں میں سے ہے اور ایشیا میں ایک روز اس کا ستارہ چمکے گا —

مجھے خوب یاد ہے کہ کئی سال کا عرصہ ہوا کہ میرے ایک دوست نے ایک جلسے میں تذکرتاً میری کتاب صرف و نحو اُردو کے متعلق کہا کہ انجمن اُردو (حیدر آباد، دکن) اسے چھپوا دے تو بہت اچھا ہو۔ اس پر ہمارے ایک عالم دوست نے فرمایا کہ صرف و نحو کی کتابیں بچوں کے لیے ہوتی ہیں، انجمن کی طرف سے ایسی کتابوں کا طبع ہونا تھیک نہیں۔ مجھے اس میں کلام ہے کہ صرف و نحو کی کتابیں بچوں کے لیے مخصوص ہیں بلکہ میری رائے میں انہیں اپنی زبان کی صرف و نحو پڑھانا مضر ہے۔ البتہ یہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک زندہ اور جدید زبان کے لیے گریمر (صرف و نحو) کی چندال ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آخر گریمر کی ضرورت پڑی کیوں؟ جب ہم دنیا کی مختلف زبانوں پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن کے ادب کی تاریخ بغور پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بتدا میں گریمر کی ضرورت اس وقت واقع ہوئی جب کہ ایک زبان والوں نے دوسری زبان کے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اول اول خود اہل زبان کو کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ مثلاً دوسرے علوم و فنون کے ضرورت نے اسے بھی ایجاد کیا۔ اور زبان کے سب سے پہلے عملی نصرو وہ لوگ تھے جنہوں نے سب سے اول عملی طور پر زبانوں کی تعلیم دی۔ صرف و نحو کے قواعد کی تدوین انہیں معلمین السنہ کا کام تھا —

زبانوں کا سیکھنا سکھانا نسبتاً جدید زمانے کی ایجاد ہے جو آج کل خاصاً پیشہ ہو گیا ہے۔ قدیم زمانے میں لوگ غیر زبانوں کے سیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ مثلاً کسی قدیم یونانی یا عرب کو کسی غیر زبان کے سیکھنے کا کبھی خیال نہیں آتا تھا

اور وہ کیوں سیکھتا؟ اس لیے کہ یونانی سرائے یونیوں کے اور عرب سوائے عربوں کے سب کو وحشی خیال کرتا تھا - غیروں کی زبان سیکھنا، ان کے آداب و اطوار کا اختیار کرنا اس کے لیے عار اور موجب ذلت تھا - یہی وجہ ہے کہ یورفانی غیر اقوام کو ایگ لوسائی یعنی بے زبان اور عرب دوسروں کو عجم یعنی گونگے اور پول اپنے پڑوسی اعلیٰ جرمن کو نیسیا یعنی گونگے بھرے اور ہلد و اپنے سوا دوسروں کو ملیکھ (ملیچھ) کہتے تھے - ملیکھ یعنی ملیچھ کے اصل معنی ایسے شخص کے ہیں جسے صاف طور سے بولنا نہیں آتا -

جب یونانیوں کو دوسرے اقوام سے سابقہ پڑا اور ان سے بات چیت کی ضرورت ہوئی تو بڑی دقت پیش آئی - اگر ہر شخص اپنی ہی زبان بولنے پر اصرار کرے تو دوسرے کی کیونکر سمجھے - ان کے لئے غالباً غیر زبانوں کے سیکھنے کی پہلی متحرک تجارت ہوئی اور دوسری متحرک اسکندر کی فتوحات - ایران اور ہلد وستان کی فتوحات نے یونانیوں پر ثابت کر دیا کہ دوسرے قومیں بھی زبان رکھتی ہیں - لیکن طرہ یہ ہے کہ بہ نسبت یونانیوں کے دوسری اقوام میں چٹھیں یونانی وحشی کہتے تھے زبانیں سیکھنے کی زیادہ صلاحیت تھی - اسکندر کی فتوحات نے باہمی میل جول کا رستہ کھول دیا تھا اور اسکندر یہ مختلف اقوام، مختلف زبانیں بولنے والوں اور مختلف مذاہب کے لوگوں کا سلگم ہو گیا - گو ابتدائی تعلق تجارتی تھا لیکن فرصت کے اوقات میں دوسرے معاملات اور مباحث بھی خود بخود زیر بحث آ گئے - علاوہ اس کے خود یونانی بھی اسکندریہ میں موجود تھے جو قدیم حالات کی تحقیق میں مصروف تھے اور اسی طرح مصریوں ایرانیوں اور یہودیوں کے علم ادب و معتقدات بحث میں آئے - اگرچہ اسکندریہ میں دوسرے اقوام کے علم ادب کے متعلق ایک دلچسپی پیدا ہوئی تھی لیکن زبان کی تحقیق و ترقی دوسری زبانوں کے مطالعہ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ خود یونانی

زبان کی مختلف شاخوں پر غور کرنے سے اس کا آغاز ہوا اور سب سے بڑی وجہ اس کی ہومر کی کتاب ہوئی - سب سے اول ان علما نے زبان کی تلخیص کی طرف توجہ کی جو قدیم اساتذہ اور خاص کر ہومر کی تصانیف کو صحت اور تفسیق کے ساتھ شایع کرنے کا کر رہے تھے - مختلف نسخے اسکندریہ اور پیرگامس میں یونان کے مختلف حصوں سے وصول ہوئے جن میں آپس میں بہت کچھ اختلاف تھا اور اس لیے ان علما کو مجبوراً یونانی گریمر کی صحیح صورت قائم کرنے پر متوجہ ہونا پڑا - اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں نے اول یونانی زبان کو تفسیق دی نظر سے مطالعہ کیا اور اس کی تلخیص کی اور مختلف اجزائے کلام کا امتیاز قائم کیا اور الفاظ کے مختلف عملوں کے لیے اصطلاحی الفاظ گھڑے ، لیکن تاہم حقیقی اور ابتدائی گریمر ابھی تک نہیں لکھی گئی تھی - پہلا حقیقی نحوی قانونی سی آس تھریکس تھا -

یہ شخص جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے تھریکس کا باشندہ تھا - لیکن وہ اسکندریہ میں رہتا تھا - بعد ازاں وہ روما گیا جہاں اس نے یونانی زبان کی تعلیم دینی شروع کی اور معلمی پیشہ اختیار کیا اور اپنے دروس شاگردوں کے لیے زبان کی پہلی گریمر لکھی - اگرچہ گریمر کا تھانچا پہلے سے موجود تھا لیکن اس نے پہلے کے فلسفیوں اور نقادوں کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر یہ کتاب مرتب کی ، یونانیوں کے لیے نہیں ، کیونکہ انہیں ضرورت نہ تھی ، وہ اپنی زبان سے خود واقف تھے بلکہ اہل روما کی تعلیم کے لیے - اس شخص کے بعد اور لوگ پہنچے اور معلمی یا مترجمی کا پیشہ کرنے لگے - یہ پیشہ وہاں اچھا خاصا اور معزز سمجھا جاتا تھا - کیونکہ درمیان نوجوانوں کو یونانی پڑھنے لکھنے اور بولنے کا ایسا ہی شوق اور خبط تھا جیسا آج کل ہندی نوجوانوں کو انگریزی پڑھنے لکھنے اور بولنے کا ہے ، یہاں تک کہ بچوں کو اول یونانی پڑھائی جاتی تھی اور بعد میں لاطینی - یونانی آداب

و تہذیب کا اختیار کرنا اور یونانی جاننا شرافت کی علامت سمجھی جاتی تھی - بعینہ جیسے ہمارے ہاں آج کل انگریزی پہنچاوا ، انگریزی بات چیت ، انگریزی طرز معاشرت باعث فخر خیال کی جاتی ہے - گو رومانیونان کو فتح کیا تھا لیکن علمی لحاظ سے وہ خود اس کا مفتوح ہو گیا - غرض یونانی زبان کے سیکھنے اور یونانی کتابوں کے ترجمے کا عام رواج ہو گیا اور اسی وجہ سے یونانی گریمرز کی ضرورت ہوئی اور جب لاطینی گریمر لکھی گئی تو یونانی اصطلاحات لاطینی لباس میں ترجمہ ہو کر داخل ہو گئیں اور اس جدید لباس میں یہ گریمر دو ہزار سال سے یورپ پر چھائی ہوئی ہے بلکہ آج اس کا اثر ہندوستانی مدارس اور ہندوستانی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے -

جب ہم عربی زبان کی صرف و نحو کی ابتدا پر نظر ڈالتے ہیں تو بعینہ یہی صورت وہاں بھی پیش آئی - جس طرح ہومر کی کتاب کی درستی اور صحت کے لئے اول اول نحو کے ابتدائی اصول پر نظر گئی ، اسی طرح قرآن پاک کے الفاظ کی صحت قائم رکھنے کے لئے سب سے پہلے زبان کی نحو کی طرف مجبوراً توجہ کرنی پڑی - سب سے پہلا شخص ابوالاسود دؤلی تھا جسے ایک قادی کو قرآن کی آیت غلط پڑھتے ہوئے سن کر یہ خیال ہوا کہ اگر خدا نخواستہ یہ حالت رہی تو اندیشہ ہے کہ قرآن پاک کے معانی کچھ کے کچھ ہو جائیں گے - ابتدا میں عربی رسم خط ایسا تھا کہ اس میں نقطے اور اعراب نہ تھے اور اس لیے اعراب اور نقطے ایجاد کرنے پڑے - صرف و نحو کا خیال بھی اسی قسم کے واقعات سے پیدا ہوا - خصوصاً جب اہل عجم مذہب اسلام میں داخل ہوئے اور عربی زبان کا اثر وسیع ہونے لگا تو عجمی زبان کے بولنے میں طرح طرح کی غلطیاں کرنے لگے - زبان کے خراب اور مسخ ہونے کا اندیشہ ہوا - اس پر سے ابوالاسود کی تحریک پر حضرت علی نے نحو کا پہلا قاعدہ بتایا کہ ”سارا کلام اس سے خالی

نہیں کہ یا تو اسم ہوگا یا فعل یا حرف، چنانچہ اس پر سے ابوالسود نے اول اول قواعد فن لسان کی تدوین کی۔ جب عربوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور عربی زبان کی روشنی بھی ساتھ ساتھ پھیلنے شروع ہوئی تو قواعد زبان کی ضرورت روز بروز بڑھنے لگی۔ کوفہ و بصرہ میں نکویین کے دو الگ مذہب قائم ہو گئے، جن کے مباحث پر اس وقت نظر ڈالنا ہمارے مقصد سے خارج ہے۔ غرض ہوتے ہوتے نوبت یہ پہنچی کہ نکو یا تو زبان سیکھنے کا آلہ تھی یا خود ایک مستقل فن ہو گئی اور ایک نکوی کی ایسی ہی عزت ہونے لگی جیسے کسی عالم فاضل کی۔ عربی صرف و نکو کی تدوین میں عجمیوں نے بہت بڑا حصہ لیا (کیوں کہ ضرورت زیادہ انہیں کو تھی) اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں اور اس میں وہ بحثیں اور نزاکتیں پیدا کیں کہ یہ فن خاصا فلسفہ ہو گیا۔ اور اس کے پڑھنے پڑھانے میں مبالغہ کے ساتھ بڑے بڑے اہتمام ہونے لگے، جس کا اثر اب تک باقی ہے۔ عربی زبان اور صرف و نکو کا اثر فارسی ترکی، اردو زبانوں پر بہت کچھ ہوا ہے اور اب تک عربی اصطلاحات صرف و نکو ان زبانوں کی قواعد میں برابر جاری ہیں۔ بلکہ فارسی اردو کی صرف و نکو عربی کی صرف و نکو کی نقل ہے، اور نقل کیا کی ہے مگر چڑایا ہے۔ غرض کہنے کی یہ ہے کہ عربی صرف و نکو کو زیادہ رونق اور عروج عجمی علما کی بدولت ہوا ہے۔

موجودہ زبان فارسی کو دیکھا جائے تو اس کی صرف و نکو بہت صاف اور سیدھی اور مختصر ہے اور اس میں مطلق وہ پیچیدہ گہاں نہیں جو قدیم زبانوں یا اردو زبان میں ہیں۔ لیکن یار لوگوں نے عربی کے تتبع میں اس کی بھی خراب مٹی خراب کی۔ زبان کچھ کہتی ہے اور گریمر کچھ اور بعینہ یہ مثل صادق آتی ہے۔

من چه سراپم و طمبورو من چه سراپد

لیکن تاہم بری بھلی جو کتابیں فارسی صرف و نحو، تعلیم زبان، صنائع بدائع اور لغت پر لکھی گئی ہیں وہ سب زیادہ تر تو اہل ہند یا بعض اور بیرونی لوگوں کی تصنیف سے ہیں۔ اہل زبان نے کبھی اس پر قلم اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ انہیں اپنی زبان کی صرف و نحو لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ کبھی انہیں اس کا خیال آیا۔ وہ انکی مادری زبان تھی، پیدا ہوتے ہی وہی آوازیں ان کے کانوں میں پڑتی تھیں اور ہوش سنبھالتے ہی وہی زبان جو سنتے تھے بولتے تھے۔ صرف نحو تو وہ پڑھ جس کی مادری زبان نہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ فارسی کی صرف و نحو غیروں نے لکھی —

اس کے بعد جب ہم اردو زبان پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی حالت سب سے عجیب و غریب ہے۔ اس کی صرف و نحو کی طرف ابعدا میں نہ صرف کسی اہل ہند بلکہ ایشیا بھر میں کسی شخص کا خیال نہ گیا۔ اور خیال کیا تو غیروں نے اور غیر بھی کھسے بات چیت اور زبان ہی میں غیر نہیں، بلکہ صورت شکل، عادات و اطوار، طریق ماند و بود، طرز خیال غرض گفتار، رفتار و کردار میں بھی غیر ہیں۔ اور ایسے غیر کہ باوجود یکہ دو سو قیرہ سو برس ایک سر زمین میں ایک ساتھ رہتے گزر گئے ہیں مگر اب نک غیریت نہیں گئی۔ میرا مطلب اُن اہل فرنگ سے ہے جو آگ لیلے آئے تھے اور گھر کے مالک بن بیٹھے۔ اہل یورپ کے آنے سے اس ملک کو اگر کچھ فوائد پہنچے ہیں تو ان میں سے بلاشبہ ایک یہ بھی ہے کہ انہیں نے ایک ایسی زبان کی سر پرستی اور تقویت میں ہاتھ بٹایا جو ملک کی مختلف اقوام کی متحدہ اور مشترکہ زبان تھی۔ اگرچہ اس میں ان کی ذاتی غرض پنہاں تھی، کیوں کہ بغیر ایک ایسی زبان سیکھے اُن کو اپنی اغراض

میں کامیابی نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر ذاتی افراض کے ساتھ ملکی افراض بھی خود بخود انجام پا گئے۔ ان لوگوں کے ' اس زبان پر توجہ کرنے ' اور سیکھنے سے بھی یہ صاف عیاں ہے کہ یہ زبان ملک کی عام زبان تھی۔ ان حضرات کو ملک کی کسی زبان سے نہ الفت تھی نہ نفرت ' رہ ایسی زبان سیکھنی چاہتے تھے جو ہر جگہ کارآمد ہو اور ان کے کاروبار اور معاملات میں سہولت پیدا کرے اور وہ سوائے اردو کے کوئی دوسری زبان نہ تھی۔ لہذا اس کی تحصیل میں انہوں نے کوشش کی اور بے شک یہ اُن کے افراض کے لیے مفید بھی ثابت ہوئی۔

جہاں تک تحقیق کی گئی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلا یورپین جس نے ہندوستانی زبان کے قواعد لکھے وہ جان جو شوا کٹر تھا ' جو برشیا کے شہر ایل بلنجن میں پیدا ہوا۔ مذہب میں یہ لوتھر کا پیرو تھا۔ یہ شخص شاہ عالم بادشاہ (سنہ ۱۷۰۸ - ۱۷۱۲ع) اور جہاندار شاہ بادشاہ (سنہ ۱۷۱۲ع) کے دربار میں بطور ڈچ سفیر کے حاضر ہوا۔ سنہ ۱۷۱۱ع میں وہ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ناظم تجارت بمقام سورت مقرر ہوا۔ وہ لاہور سے آئے اور جاتے وقت براہ دہلی آگرے سے گزرا لیکن یہ بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ وہ وہاں ٹھہرا بھی یا نہیں ' اگرچہ وہاں اہل ڈچ کا ایک کارخانہ سورت کے تحت میں موجود تھا۔ اس کا مشن لاہور کے قریب ۱۰ دسمبر سنہ ۱۷۱۱ع کو پہنچا اور جہاندار شاہ کے ہمراہ دہلی واپس ہوا اور آخر کار اس مقام سے ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۷۱۲ع کو روانہ ہو کر ۲۰ اکتوبر کو آگرے پہنچا اور پھر آگرہ سے سورت واپس چلا گیا۔ سنہ ۱۷۱۶ع تک وہ تین سال سورت میں ڈچ کمپنی کا ناظم (ڈائر کٹر) رہا اس کے بعد وہ ایران کا سفیر مقرر ہوا اور بتاویہ سے جولائی سنہ ۱۷۱۶ع میں روانہ ہوا۔ اس وقت اُسے ایسٹ انڈیا میں ڈچ کی ملازمت کرتے ہوئے تیس سال ہو گئے تھے اور اصفہان سے واپس ہوتے وقت خلیج فارس کے مقام گمبروں میں بحالت بخار

انتقال کیا —

اس نے ہندوستانی زبان کے قواعد اور لغت پر کتاب لکھی جو تیرہ سال نے سنہ ۱۷۴۳ ع میں چھاپ کر شائع کی۔ قیاس یہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس نے سنہ ۱۷۱۵ ع کے لگ بھگ تالیف کی ہوگی۔ یہ کتاب لیٹن زبان میں ہے لیکن ہندوستانی الفاظ اور عبارتیں درمن حروف میں ہیں، البتہ حروف کے پیتوں میں ہندوستانی الفاظ بعینہ لکھے ہیں اور ان الفاظ، کلام، ملاج زبان کے طویقے پر ہے۔ ایک بات اس قواعد میں قابل لحاظ یہ ہے کہ حرف فاعلی ”نے“ کا کہیں ذکر نہیں ہے اور علاوہ ہم کے وہ آپ کو بھی جو (جو گجراتی زبان میں استعمال ہوتا ہے) جمع متکلم کی ضمیر بتاتا ہے —

کیٹار کی گریمر کے طبع ہونے کے دوسرے سال مشہور مشہوری شلر کی کتب ہندوستانی زبان (اردو) کی قواعد پر شائع ہوئی (سنہ طبع ۱۲۴۱ ع)۔ یہ صاحب کیٹار کی گریمر سے واقف تھے۔ اور اپنی کتاب کے دیباچے میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ شلر کی گریمر بھی لیٹن میں ہے مگر ہندوستانی الفاظ فارسی عربی خط میں ہیں اور ان کا تلفظ بھی ساتھ ساتھ لاطینی میں دیا ہے۔ ناگری حروف کی بھی تصریح کی ہے مگر بعض حروف بالکل ترک کر دیے ہیں۔ وہ ضمائر شخصی کے واحد و جمع سے واقف، لیکن افعال متعدی کے زمانہ ماضی کے ساتھ نے کے استعمال سے واقف نہیں اور یہ اسی پر موقوف نہیں بلکہ اکثر قدیم کتب قواعد میں ”نے“ نظر انداز کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ پرانی اردو میں نے کا استعمال بالالزام نہیں ہوتا تھا —

ھیڈلے کی گریمر سنہ ۱۷۷۲ ع میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد متعدد کتابیں ہندوستانی زبان کے قواعد کے متعلق لکھی گئیں جن میں سے زیادہ مشہور پرتگیز گریمریٹیکا ہندوستان ہے جو لڑین میں سنہ ۱۷۷۸ ع میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد کا وہ

زمانہ ہے جب کہ جان گلکرسٹ نے ہندوستانی زبان کی خدمت شروع کی۔ لیکن جان گلکرسٹ کی خدمات کا ذکر کرنے سے قبل ہم ایک شخص لے بی ڈف کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے اپنے حالات خود اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ یہ شخص مدراس میں سنہ ۱۷۸۵ ع میں آیا اور غالباً بیڈو ماسٹری کی خدمت پر مامور ہوا۔ وہاں دو سال قیام کرنے کے بعد کلکتے چلا آیا، وہاں اس کی ملاقات ایک پلڈت سے ہوئی جس سے اس نے سلسکرت، بنگالی اور ہندوستانی (جسے وہ ہندوستان کی مخلوط زبان کہتا ہے) پڑھنی شروع کی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے دو ناٹکوں کا ترجمہ بنگالی میں کیا اور اس کے اپنے بیان کے بموجب ان میں سے ایک ناٹک عام طور پر پبلک میں پسند کیا گیا اور اس کی بہت تعریف ہوئی۔ ایڈلنگ لکھتا ہے کہ اس کے بعد وہ مغل بادشاہ کے ہاں تھیٹر کا منتظم ہو گیا۔ اور آخر مشرق میں بیس سال کے قیام کے بعد انگلستان واپس چلا گیا۔ لندن میں اس نے اپنی گریمر شائع کی اور روسی سفیر قرن زد سے ملاقات پیدا کی، اس نے اُسے روس میں بھیج دیا جہاں وہ فارن آرن آفس میں ملازم ہو گیا اور سرکار کی طرف سے سلسکرت کا مطبع قائم کرنے کے لئے اسے بہت کچھ رقم دی گئی۔ لیکن اس کی ہندوستانی گریمر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ نسبت ہندوستانی زبان کے اس کا علم بنگالی اور سلسکرت میں زیادہ ہو۔ کیونکہ اس نے ہندوستانی گریمر میں نہ صرف الفاظ کا تلفظ فطرتاً لکھا ہے بلکہ قواعد کے بیان کرنے میں بھی بہت سی صریح غلطیاں کی ہیں *۔

ڈاکٹر جان گلکرسٹ کا نام اردو کے محققوں میں نہایت ممتاز ہے اور اردو زبان کا مورخ اُن کا ذکر بغیر احسان مہدی اور شکر گزری کے نہیں کر سکتا۔ انہوں نے نہ صرف زبان اور قواعد

زبان اور لغت پر اعلیٰ درجے کی کتابیں لکھیں ، بلکہ چند خاص اہل زبان حضرات کو جمع کر کے ان سے ایسی کتابیں لکھوائیں جن میں سے بعض ہمیشہ زندہ رہیں گی - ڈاکٹر صاحب نے اردو کی خدمت کا کام سنہ ۱۷۸۷ ع میں شروع کیا اور فورٹ ولیم کالج اردو زبان کی تالیف و تصنیف کا مرکز انیسویں صدی کے ابتدائی دس سال تک رہا - اگرچہ اصل مقصد اس کا یہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی میں جو انگریز ملازم ہو کر آتے تھے ان کو اردو سکھانے کے لئے مناسب کتابیں لکھوائی جائیں تاکہ وہ آسانی سے ملک کی اس زبان کو جو ہر جگہ بولی یا سمجھی جاتی ہے سیکھ سکیں - لیکن اس پردے میں بعض بے مثل کتابیں لکھی گئیں اور آئندہ اس دھنگ کی تالیف کا سلسلہ جاری ہو گیا - خود گلکرسٹ صاحب نے متعدد کتابیں اردو زبان میں اس کی لغت اور قواعد پر لکھی ہیں ان کی کتاب قواعد اردو سنہ ۱۸۰۹ ع میں چھپ کر شایع ہوئی - اگرچہ ان کی دو ایک کتابیں جو اس سے چند سال قبل طبع ہوئی تھیں ان میں بھی اردو زبان کے قواعد کا کچھ حصہ شریک تھا -

مسٹر جان شکسپیئر کی اردو گریمر لندن میں اول اول سنہ ۱۸۱۳ ع میں شائع ہوئی - دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۸۱۸ ع میں تیسرا سنہ ۱۸۲۹ ع میں ، چوتھا ایڈیشن جس میں دیکھنی زبان کی مختصر سی گریمر بھی اضافہ کی ہے سنہ ۱۸۲۳ ع میں اور اس کے بعد ایک ایڈیشن سنہ ۱۸۵۸ ع میں شایع ہوا -

سنہ ۱۸۲۰ ع میں اردو رسالہ گلکرسٹ کے نام سے ایک کتاب کلکتے میں شایع ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن سنہ ۱۸۳۱ ع و سنہ ۱۸۴۹ ع میں کلکتے میں اور سنہ ۱۸۴۵ ع میں آگرے میں چھپے - یہ رسالہ دراصل گلکرسٹ کی گریمر کا ملخص ہے -

ولیم ٹیٹ نے ایک کتاب مقدمہ زبان ہندوستانی کے نام سے تالیف کی جو تین حصوں پر منقسم تھی ، یعنی گریمر ، لغت

اور اسباق زبان دانی - اول بار کلکتے میں سنہ ۱۸۲۷ء میں طبع ہوئی دوسری بار سنہ ۱۸۲۴ء میں اور تیسری بار سنہ ۱۸۳۳ء میں چھپی —

گلکرسٹ صاحب کے بعد اردو کا دوسرا یورپین محسن فرانسیسی عالم موسیو گارسان دتاسی تھا - اس نے اصول زبان ہندوستان پر ایک کتاب لکھی جو پیرس میں سنہ ۱۸۲۹ء میں طبع ہوئی اور صرف اردو قواعد اردو پر ایک بڑا مضمون جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بابت سنہ ۱۸۳۸ء میں لکھا - اس کے علاوہ موصوف نے تاریخ شعراے اردو تین جلدوں لکھی جو بہت کارآمد کتاب ہے —

ان کی تصنیف سے متعدد رسالے اردو زبان اور اردو مصنفین پر ہیں - خصوصاً اُن کے سالانہ لکچر * (اردو زبان کی سالانہ ترقی و اشاعت پر) بہت مفید معلومات سے مملو ہیں -

مسٹر ایس تیلیو بریٹن نے ہندوستانی زبان کے قواعد کے پر ایک کتاب تالیف کی جو لندن میں سنہ ۱۸۳۰ء میں طبع ہوئی — اس کے ایک سال بعد یعنی سنہ ۱۸۳۱ء میں مسٹر سٹیمفورٹ ارنات کی کتاب بلام ”جدید خود آموز قواعد زبان ہندوستانی“ جو برتھن انڈیا کی نہایت کارآمد اور عام زبان ہے“ شائع ہوئی - یہ کتاب فارسی اور رومن حروف میں ہے اور اس کے ساتھ بطور ضمیمے کے لغت اور مشقی اسباق زبان دانی بھی اضافہ کیے گئے ہیں؛ لندن میں اول بار سنہ ۱۸۳۱ء میں اور دوسری بار سنہ ۱۸۴۴ء میں طبع ہوئی —

سنہ ۱۸۴۲ء میں ایک کتاب انگریزی اور ہندوستانی افعال پر قاعدہ پر اور مقدمہ قواعد ہندوستانی برائے افادہ طلبہ، مدراس

* یہ لکچر انجمن ترقی اردو نے ”خطبات گارسان دتاسی“ کے نام سے شائع

میں طبع ہوئی۔ مؤلف کا نام تحریر نہیں ہے —
 ہندوستانی زبان کے قواعد مشرقی اور رومن حروف میں
 مع آسان انتخابات بغرض تحصیل زبان دانوں، 'فارسی عربی' اور
 دیو ناگری حروف میں، مؤلفہ ایس ارنات باضافہ فرہنگ و
 حواشی از مسٹر دنکن فاربس مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۴۲ ع —
 اسی سال مسٹر جیمس آرہالن تائن کی گریمر لندن میں
 طبع ہوئی اور غالباً یہی کتاب بعد ترمیم و اضافہ سنہ ۱۸۶۸ ع
 میں شایع ہوئی —

سنہ ۱۸۴۷ ع میں ہندوستانی زبان کی ایک گریمر لندن
 میں طبع ہوئی، اس کے مؤلف ریورنڈ جی اسمال تھے۔ اس
 میں کچھ انتخابات اردو ادب کے بھی شریک ہیں۔ اس
 کتاب کا دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۸۵۸ ع میں شایع ہوا —
 جرمنی کے ایک عالم جے ڈت لوپراخڈو نے بھی ہندوستانی زبان
 کے قواعد پر ایک کتاب لکھی تھی جو برلن میں سنہ ۱۸۵۲ ع
 میں طبع ہوئی —

سر مونیر ولیمس نے سلسلہ کتب اور ہندی زبان کی جو خدمت
 کی ہے وہ محتاج تعریف نہیں، ایک زمانہ اس سے واقف
 ہے۔ صاحب موصوف نے ہندوستانی زبان کی ایک ابتدائی
 کتاب لکھی اور اس میں علاوہ روز مرہ کے استعمال کے الفاظ
 و محاورات و قصص کے مبتدیوں کے لئے صرف و نحو کے قواعد بھی
 درج کئے۔ اس کے سوا ہندوستانی گریمر مولفہ کاتن ماتھر
 مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۶۲ ع کو مرتب کیا جو سنہ ۱۸۷۶ ع
 میں شایع ہوئی —

سنہ ۱۸۷۲ ع میں مسٹر جان ڈوسن نے اردو زبان کی ایک
 گریمر تالیف کی —

مسٹر جان پلیٹ کی قواعد اردو لندن میں سنہ ۱۸۷۴ ع
 میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب در حقیقت اچھی لکھی گئی ہے —

کسی یورپیوں صاحب نے دکنی گریمر پر ایک رسالہ لکھا تھا لیکن اس پر مولف کا نام نہیں - یہ رسالہ سنہ ۱۸۷۸ء میں ستارہ میں طبع ہوا —

پامر صاحب کی ہندوستانی فارسی و عربی گریمر سنہ ۱۸۸۲ء میں بمقام لندن طبع ہوئی —

سنہ ۱۸۸۲ء و سنہ ۱۸۸۳ء میں مسٹر تابلہو کیگر نے زبان ہندوستان کی گریمر لکھی - ان صاحب کا تعلق سر دہلی سے معلوم ہوتا ہے —

سنہ ۱۸۸۳ء میں پروفیسر فان کھو نے ہندوستانی زبان کے قواعد مرتب کئے یہ کتاب نیپولی میں طبع ہوئی —

اسی سال مسٹر جے ون سن نے بھی اردو گریمر تالیف کی — جرمن عالم اے سی ڈل نے ایک کتاب اردو زبان کے قواعد پر تالیف کی جس کا نام اس نے ہندوستانی گریمر قیاسی و عملی رکھا - یہ کتاب سنہ ۱۸۹۳ء میں بمقام لپ زک طبع ہوئی - سنہ ۱۸۹۶ء میں شاز کی گریمر پھر لپ زک میں طبع ہوئی — یہ فہرست صرف اردو صرف و نحو کی ایسی کتابوں کی ہے جو اہل یورپ نے تالیف کی ہیں - لغت و ادب وغیرہ پر جو کتابیں ان لوگوں نے لکھی ہیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے کھونکہ یہاں ان کا ذکر خارج از بحث ہے - اس سے میرے اس بیان کی تصدیق ہوئی کہ اردو زبان کی صرف و نحو پر پہلے پہل غیروں نے توجہ کی —

اہل ہند میں سب سے اول اس مضمون پر اردو کے مشہور شاعر میر انشاء اللہ خاں انشاء دہلوی نے قلم اٹھایا - ان کی کتاب دریائے لطافت (سنہ ۱۲۲۴ ہجری سنہ ۱۸۰۲ء) بعد نواب سعادت علی خاں بہادر لکھی گئی - اس میں علاوہ قواعد صرف و نحو کے صورتوں کے متبادرات ، مختلف قوموں کی بولیاں اور گفتگوئیں اردو طرح طرح کی نظم و نثر بھی شریک ہے - بعض

مستاورات و الفاظ کی تحقیق بھی خوب کی ہے - باوجودیکہ اس کتاب کو تالیف ہوئے مدت گزر چکی ہے لیکن اس وقت بھی وہ بے مثل اور قابل قدر کتاب * ہے۔ اور اردو زبان کے ادب میں ہمیشہ وقعت کی نظر سے دیکھی جائے گی - یہ کتاب اول اول مرشد آباد میں سنہ ۱۲۴۸ ع میں طبع ہوئی —

غالباً ناظرین کتاب کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ سر سید احمد خاں مرحوم نے بھی اردو صرف و نحو پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا - اس کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ ہائی اسکول اتاوا کی حالی لائبریری میں موجود ہے - کاتب نے کتاب کے آخر میں سنہ ۱۲۵۶ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۰ ع تصویر کیا ہے - اگرچہ یہ سنہ کتابت ہے لیکن سنہ تالیف بھی اسی کے لگ بھگ ہوگا - اس میں صرف و نحو کے معمولی قواعد ہیں - زیادہ تر مصادر سے بحث کی گئی ہے - اگرچہ یہ کتاب کچھ ایسی قابل لحاظ نہیں لیکن اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کو اردو زبان سے کس قدر دلچسپی تھی —

اس کے بعد مولوی احمد علی دہلوی نے ایک ابتدائی رسالہ صرف و نحو اردو پر لکھا جو دہلی میں سنہ ۱۸۴۵ ع میں طبع ہوا - اس کتاب کا نام ”فیض کا چشمہ“ ہے ، غالباً یہ تاریخی نام ہے اور اس سے سنہ تالیف سنہ ۱۲۵۹ ہجری نکلتا ہے —

مولوی امام بخش صاحب صہبائی دہلوی فارسی کے مشہور ملشی اور ادیب گزرے ہیں اور دہلی کالج میں پروفیسر بھی تھے ، انہوں نے بھی اردو صرف و نحو پر ایک کتاب تالیف کی تھی جو دہلی میں سنہ ۱۸۴۹ ع میں طبع ہوئی - یہ کتاب بھی اچھی ہے اس کے آخر میں بہ ترتیب حروف ابجد اردو کے مستاورات اور کہیں کہیں ضرب الامثال بھی درج ہیں —

ان کے علاوہ بھی اسی زمانہ میں دو ایک کتابیں اور لکھی گئیں۔ مثلاً ایک صاحب مرزا محمد صالح نے ایک گریمر ہندوستانی فارسی اور عربی زبان کی لکھی اور اس میں فارسی گفتگو کا بھی ایک حصہ اضافہ کیا۔ اور ایک یورپین صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جو اصل کے ساتھ تھا، یہ کتاب بمقام لندن سنہ ۱۸۲۳ ع میں طبع ہوئی۔ یا ایک دوسری کتاب بمبئی کے محمد ابراہیم صاحب مقبہ نے تصفۃ الفلاسٹن کے نام سے تالیف کی جو بمبئی میں سنہ ۱۸۲۳ ع میں طبع ہو کر شایع ہوئی۔ یہ کتاب الفلاسٹن صاحب گورنر بمبئی کے نام سے موسوم کی گئی تھی لیکن یہ کتابیں کچھ زیادہ قابل لحاظ و قابل ذکر نہیں ہیں۔

زمانہ حال میں متعدد کتابیں اس مبحث پر مدارس کے طالبہ وغیرہ کے لیے پبلشنگ و مسالک متحدہ آگودہ و اودہ میں تالیف ہوئی ہیں، جن میں کم و بیش عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا ہے۔ البتہ مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو د و مختصر رسالے طالبہ مدارس کے لیے لکھے ہیں ان میں انہوں نے تفلید سے الگ ہو کر جدت سے کام لیا ہے۔ لیکن یہ رسالے بہت مختصر ہیں اور صرف ابتدائی مدارس کے طالب علموں کے کار آمد ہو سکتے ہیں۔ میں اس سے قبل اس امر کا اعتراف کر چکا ہوں کہ ایک زندہ زبان کے لیے قواعد کی چلداں ضرورت نہیں، اور میں نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ عموماً اور اکثر کسی زبان کی صرف و نحو اس وقت لکھی گئی جب کہ کسی غیر قوم کو اس زبان کی تحقیق یا اس کے سیکھنے کی ضرورت واقع ہوئی اور صرف و نحو کی ابتدا یا اس کے متعلق جد و جہد ہمیشہ غیر قوم والوں کی طرف سے ہوئی کیونکہ اہل زبان اس سے مستغنی ہوتے ہیں۔ یہی حال اردو زبان کا ہوا۔ اس کی صرف و نحو اور لغت کی طرف اول اول اہل یورپ نے ضرورت توجہ کی۔ اس کے بعد جب اہل ملک نے

یہ دیکھا کہ ان لوگوں کو اردو پڑھنے کا شوق ہے تو ان کی دیکھا
 دیکھی یا ان کے فائدے کی غرض سے خود بھی کتابیں لکھنی شروع
 کیں۔ بعد ازاں جب یہ زبان مدارس میں بھی پڑھائی جانے لگی
 تو صرف طلبہ کے لیے کتابیں لکھی جانے لگیں، چنانچہ آج کل
 جس قدر کتابیں لکھی گئیں ان کی اصل غرض یہی تھی۔ لیکن
 سوائے اس کے اب ایک ضرورت اور داعی ہوئی ہے وہ یہ کہ اردو زبان
 اب ملک کی عام اور مقبول زبان ہو گئی ہے اور ملک میں اکثر
 جگہ بولی جاتی ہے اور ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ ملک کی
 دوسری زبانیں خاص خاص خطوں میں محدود اور مخصوص ہیں۔
 نیز اس زبان کو کچھ ایسے مقامات کے لوگ بھی پڑھتے اور سیکھتے
 ہیں جن کی یہ مادری زبان نہیں۔ اس لیے یہ ضرورت واقع ہوئی
 کہ اس زبان کے قواعد مضبوط کیے جائیں اور مستند کتابیں لغت
 پر لکھی جائیں تاکہ زبان بگڑنے سے محفوظ رہے۔ میں نے اس کتاب
 کے لکھنے میں اس خیال کو مد نظر رکھا ہے اور صرف طلبہ مدارس
 کی ضروریات کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ بلکہ زیادہ تر یہ کتاب ان
 حضرات کے لیے ہے جو زبان کو نظر تحقیق سے دیکھنا
 چاہتے ہیں۔

ہمارے ہاں اب تک جو کتابیں قواعد کی رائج ہیں ان میں
 عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا ہے۔ اردو خالص ہندی زبان ہے
 اور اس کا شمول آریاوی السنہ میں ہے، بخلاف اس کے عربی زبان
 کا تعلق سامی السنہ سے ہے۔ لہذا اردو زبان کی صرف و نحو
 لکھنے میں عربی زبان کا تتبع کسی طرح جائز نہیں۔ دونوں
 زبانوں کی خصوصیات بالکل الگ ہیں، جو غور کرنے سے صاف
 معکوم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگرچہ اردو ہندی نژاد ہے اور اس کی
 بنیاد قدیم ملکی زبان پر ہے، افعال جو زبان کا بہت بڑا جز ہیں نیز
 ضائر اور اکثر حروف سب کے سب ہندی ہیں، صرف اسماء صفات
 عربی فارسی کے داخل ہو گئے ہیں، اور چند گنتی کے مصادر جو

عربی فارسی الفاظ سے بن گئے ہیں، مثلاً، 'بخشنا'، 'بدلنا'، 'قبولنا'، 'تجویزنا' وغیرہ کسی شمار میں نہیں بلکہ بعض ثقات بوعم خود انہیں فصیح بھی نہیں خیال کرتے، تاہم اردو زبان کی صرف و نحو میں سنسکرت کے قواعد کا تتبع بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے متعلق چند موٹی موٹی باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) ہر اسم کے سنسکرت میں تین حصے کیے گئے ہیں۔
سادہ، حرف بعد مادہ اور حرف آخر۔ موجودہ ہندی یا اردو میں حرف آخر اُر گیا ہے۔

(۲) سنسکرت میں اسم کی مختلف حالتیں (فاعلی، مفعولی، اضافی وغیرہ) صرف حرف آخر کے تغیر سے بنتی ہیں جو اکثر قدیم زبانوں میں پایا جاتا ہے اور ہندی اردو میں الگ حروف بڑھانے سے بنتی ہیں اور تمام جدید زبانوں کا میلان اسی طرف ہے۔

(۳) سنسکرت اور پر اکرت میں جنس کی تعداد تین ہے یعنی نر، مادہ اور بے جان۔ موجودہ ہندی یا اردو میں صرف دو ہیں۔

(۴) سنسکرت کا فعل بہت دقیق اور پیچیدہ ہے اور ایک زمانے سے اس میں اصلاح ہوتے ہوئے موجودہ ہندی میں آکر صاف اور سادہ ہوا ہے۔ تشبیہ کا صیغہ سنسکرت میں ہے، ہندی میں نہیں۔

سنسکرت میں ہر فعل کی چھ صورتیں، تیرہ قسمیں اور نو جنسی حالتیں ہیں یعنی کل صیغے سات سو دو ہوتے ہیں اور یہ سب ایک ہی لفظ کے عہد پھیر سے بنتے ہیں۔ موجودہ زبان میں یہ بوی آسانی ہے کہ اکثر افعال امدادی افعال کی اعانت سے بنائے جاتے ہیں اور بہت سے مصادر فارسی اور عربی اسما و صفات کے آگے ہندی مصادر مثلاً دینا کرنا وغیرہ بڑھا کر بنائے جاتے ہیں۔

ایسی صورت میں اردو کی صرف و نحو میں عربی یا سنسکرت کا نتیجہ کرنا اُلٹی گڈا بھانا ہے۔ البتہ اصطلاحات عربی سے لی گئی ہیں کہونکہ وہ زمانہ دراز سے رائج ہیں اور اس لیے اس سے گزیر نہیں۔ اردو زبان میں تقریباً کل علمی اصطلاحات عربی سے لی گئی ہیں جیسے انگریزی زبان میں لاطینی اور یونانی سے۔ تاہم یہ خیال رکھا گیا ہے کہ ثقیل اور طویل اصطلاحات نہ آنے پائیں۔ میں اس موقع پر اردو ہندی کے جھگڑے میں پڑنا نہیں چاہتا کہونکہ یہ بحث سہرے خیال میں بالکل بے سود ہے۔ اول تو اس لیے کہ صرف و نحو میں اس بحث کا کوئی موقع نہیں خصوصاً اس خیال سے کہ اس امر میں تقریباً دونوں ایک ہیں اور سوائے بعض جزوی اختلافات کے کوئی زیادہ فرق نہیں۔ دوسرے جو شخص اس ملک کی مختلف زبانوں کی تاریخ کو غور سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ فریقین نے محض سخن پروری اور ہمت دہرمی سے کام لیا ہے۔ دراصل جھگڑے کی کوئی بات نہیں، قدرتی اثرات اور رجحانات کا روکنا اپنے ہاتھوں سے اپنی ترقی کو روکنا ہے۔

بات یہ ہے کہ جب آریا لوگ اس ملک میں داخل ہوئے تو انہوں نے یہاں ایک دوسری قوم کو آباد دیکھا جن کی زبان ان کی زبان سے بالکل مختلف تھی۔ ملک کی اصل قوم ان قوی آریاؤں کے حملوں کی تاب نہ لا سکی اس لیے کچھ تو ان میں سے شمالی پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے اور بہت سے جنوبی اور وسطی ہلد کے پہاڑوں اور جنگلوں میں جا بسے۔ لیکن پھر بھی بہت سے ایسے تھے جنہوں نے اپنے عزیز وطن کی جدائی گوارا نہ تھی، اگرچہ وطن دوسروں کے ہاتھوں میں تھا اور اس لیے نئے حملے آوروں کی غلامی میں بسر کرنے لگے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ مغلوب و پائمال کی زبان کہا باقی رہ سکتی ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ان کی زبان نے آریاؤں کی زبان یعنی سنسکرت پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور کیا۔ اور اس لیے یہ کہنا غلطی نہی کہ قدیم ہندی

بولہاں جو پر اکرت (یعنی عوام کی بولی) کے نام سے مشہور ہیں اس اثر کا نتیجہ تھیں اور صدیوں تک سلسلہ کثرت کے دوش بدوش ملک میں قائم رہیں - اور انہیں پراکرت بولیوں سے ہندوستان کی موجودہ آریاوی زبانیں پیدا ہوئیں - ان کا تعلق سلسلہ کثرت سے ایسا ہی ہے جیسے یورپ کی موجودہ رومانی السلہ کو لاطینی سے - ان زبانوں کی تعداد عموماً سات شمار کی جاتی ہے - یعنی پنجابی ، سندھی ، گجراتی ، مرہٹی ، ہندی ، آریا اور بلگالی -

ان سب میں ہندی بلحاظ قدامت و اہمیت کے سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے لیکن ابتدا ہی سے اس پر غیروں کی نظریں پڑی شروع ہوئیں - مسلمان جو شمال کی طرف سے اس ملک میں آنے شروع ہوئے اس کو اپنی زبان سے متاثر کئے بغیر نہ رہ سکے - اور جو اثر بارہویں صدی سے پڑنا شروع ہوا تھا وہ آخر ایک نئی صورت میں ظہور پذیر ہوا اور یہی ' اردو ' (لشکری زبان) کی اصل ہے - یہ دراصل کسی پراکرت یا ہندی کی بگڑی ہوئی صورت نہیں بلکہ ہندی کی آخری اور شایستہ صورت ہے اور اس وقت ہندوستان کی عام ملکی زبان مانی جاتی ہے - یہ نہ کسی خاص شخص یا فریق کی ایجاد ہے اور نہ کسی خاص مصلحت اور ملشا سے بذاتی گئی ہے بلکہ جس طرح اس ملک کی معاشرت و سیاست میں وقتاً فوقتاً مختلف قدرتی اسباب سے تغیرات پیدا ہوئے اور آج انہیں اثرات کی وجہ سے ایک جدید حالت نظر آتی ہے ' اسی طرح زبان میں بھی قدرتی اثرات و رجحانات اور مختلف واقعات سے تغیرات ظہور میں آئے - اور اس وقت جو ہم خاص مصلحت کی وجہ سے پرانی شے کو نئی سمجھنے کے چوکے ہوتے ہیں وہ صرف ایک دھوکا ہے - اب اتنی مدت کے بعد ان بانوں پر جھگڑ کرنا گویا صدیوں کے واقعات کو چھٹلانا اور قدرتی اثرات اور رجحانات کو الٹا لیجانا ہے - قلم میں کوئی چیز ایک حالت پر نہیں رہتی اور جب ہم اسے ایک حالت پر نہ رکھتے تو ہمارے زبان کیوں دھلے لگی - اور

کچھ نہیں تو اثر صرف اس زبان کے الفاظ ہی کو سرسری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی کتنی قوموں نے (بغیر کسی خاص ارادے کے محض قدرتی اثرات کی وجہ سے) اس کے بنانے میں حصہ لیا ہے۔ تو کیا ایک ایسی یادگار کو بگاڑنے کی کوشش کرنا ایک نہایت درد ناک فعل نہ ہوگا؟ خصوصاً ایسے عہد میں جب کہ زمانہ قدیم کے ایک ایک پتھر اور ایلٹ کو سیلٹ سیلٹ کے رکھا جاتا ہے —

اس نہایت مختصر ذکر سے میرا مقصد یہ تھا کہ اردو کی صرف و نحو کو سندسکرت زبان کے قواعد سے اسی قدر مغائرت ہے جتنی عربی زبان کی صرف و نحو سے۔ میرا خیال یہ ہے کہ کسی زبان کے قواعد لکھتے وقت اس کی خصوصیات کو کبھی نظر انداز نہ کیا جائے اور محض کسی زبان کی تقلید میں اس پر زبردستی قواعد اور اصول کے نام سے ایسا بوجھ نہ ڈال دیا جائے جس کی وہ متحمل نہ ہو سکے۔ میں نے حتی الامکان اسی اصول کو مد نظر رکھا ہے اور اس امر کی کوشش کی ہے کہ جدھر زبان کا رجحان ہو اُدھر اس کا ساتھ دیا جائے۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ بہر حال مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور اس کے ساتھ ہی مجھے اس کا بھی یقین ہے کہ کتاب اسقام سے خالی نہیں اور اس لیے میں ہر ایک مشورے اور اختلاف کو نہایت شکر و احسان کے ساتھ سنے اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوں —

بسم الله الرحمن الرحيم

قواعد اُردو

زبان کیا ہے؟ زبان بھی ایک انسانی عمل یا سعی ہے۔ اس کے دو رخ ہیں۔ ایک طرف تو یہ عمل اُس شخص کی طرف سے ہے جو اپنے دل کی بات دوسرے کو سمجھانا چاہتا ہے۔ دوسرے طرف اُس شخص کی جانب سے ہے جو دوسرے کے دل کی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ دو شخص ہیں جن میں ایک بولنے والا دوسرا سننے والا۔ اگر ہم زبان کی فطرت کو یا زبان کے اس حصے کو صحیح طور پر سمجھنا چاہتے ہیں جس کا بھان زبان کے قواعد میں ہوتا ہے تو ہمیں یہ دو شخص اور اُن کا باہمی تعلق پیش نظر رکھنا چاہئے۔

ہم نے جو دو شخصوں یعنی قائل (بولنے والے) اور سامع (سننے والا) کا ذکر کیا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ زبان کی ابتدائی صورت وہ بات چیت ہے جو بولنے اور سننے میں آتی ہے۔ اس کے بعد دوسرا درجہ ان شکلوں کا ہے جو تحریر میں اور پڑھنے میں آتی ہیں۔ جو بول سننے اور بولنے میں آتے ہیں اُن کو اُن اشکال پر جو لکھنے اور پڑھنے میں استعمال ہوتی ہیں تقدیم اور فترت حاصل ہے۔ کہیں کہ تحریر کا فن صدہا بلکہ ہزارہا سال کے بعد ایجاد ہوا ہے۔ ایجاد کے بعد بھی زمانہ دراز تک تحریر خاص طبقے میں محدود رہی۔

اور اب بھی جب کہ دنیا میں روزانہ بے شمار کتابیں اخبار اور رسالے شایع ہوتے ہیں لکھنے والوں کے مقابلے میں بولنے والوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ اگر ہم اپنے خیال میں سب سے مقدم بولنے اور سننے کے عمل کو نہیں دیکھیں گے اور اس حقیقت کو بھلا دیں گے کہ تحریر تقریر کی قائم مقام ہے تو ہم اس امر کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو سکتے کہ زبان کیا ہے اور اس کی نشو و نما کیوں کر ہوئی۔ تحریری لفظ جامد اور بے حس ہیں اور جب تک کوئی ان میں اپنے دماغی عمل سے روح نہ پھونکے یہ مردہ رہیں گے۔

تقریر میں لفظ ایک ہی صورت اور ایک ہی حالت میں رہتا ہے لیکن بول چال میں لہجے اور موقع کے لحاظ سے ایک لفظ کی کئی کئی صورتیں ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ”یہ“ کا لفظ ہے۔ یہ لکھنے میں ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا اور ایک ہی لفظ ہے۔ لیکن بولنے میں لہجے اور موقع کی مذاہمت سے دو لفظ ہیں۔ جیسے ان دو جملوں میں ”یہ کون شخص ہے؟“ - ”اُس کی میز کے نیچے سے یہ بڑا سانپ نکلا“۔

اُس لیے زندہ زبان کے قواعد نویس کو سب سے اول بول چال کا خیال رکھنا چاہئے اور اُسی سے قواعد بڈانے چاہئیں۔ قواعد میں اول درجہ آواز کا ہے اور اس کے بعد حرف کا۔ پہلے بول چال ہے اور بعد میں تقریر۔ اِس اصول کے لحاظ سے ہمیں قواعد بول چال کے کم سے کم جز یعنی جملے سے شروع کرنی چاہیے۔ کیوں کہ اسی سے ایک شخص دوسرے شخص کے دل کی بات سمجھتا ہے۔ کوئی شخص کتنی ہی کم سے کم بھی بات کرنا چاہے تو بھی وہ جملے سے کم نہ ہوگی۔ یعنی اتنی بات کہ جس سے دوسرا آدمی اس کا مطلب سمجھ جائے۔ جملے سے الگ خلی لفظ کوئی خاص معنی نہیں رکھتا۔ اس کا صحیح مفہوم اُسی وقت معلوم ہوگا جب وہ کسی بات (یا جملے) میں آئیگا۔ ورنہ ایک لفظ کئی

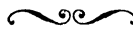
معنوں کے لیے آسکتا ہے - لیکن قواعد نویسوں نے آسانی کے خیال سے جملے کے ٹکڑے کر لیے ہیں - پہلے ان سے بحث کرتے ہیں بعد جملوں سے - اس کے انہوں سے تین حصے کئے ہیں —

پہلا حصہ - سادہ آوازیں اور اُن کی تحریری نقل یا علامتیں - جن کا نام حروف ہے - اس حصے کا نام ہجا ہے —

دوسرا حصہ - ایک سے زیادہ ملی ہوئی آوازیں، جن کی تحریری علامتیں الفاظ کہلاتی ہیں - اُن کی تقسیم اور ایک دوسرے کے ساتھ آنے سے جو ان میں تغیر و تبدل ہوتا ہے یا ان میں کچھ اضافے سے جو نئی صورت پیدا ہوتی ہے، یعنی الفاظ کی تقسیم، گردان اور اشتقاق سے بحث ہوتی ہے - اس کا نام صرف ہے —

تیسرا حصہ - بات چیت یا جملے میں لفظوں کا ایک دوسرے سے اور جملوں کا باہمی تعلق - اسے نحو کہتے ہیں —

جس طرح ہر شے کا ظاہر اور باطن ہوتا ہے، اسی طرح الفاظ کا بھی ظاہر باطن ہوتا ہے - ظاہر وہ ہے جس کا تعلق صرف سے ہے - یعنی اس میں صرف صورت کی تبدیلی وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے - اور لفظ کا باطن اس کا مفہوم اور معنی ہیں - اس کی بحث نحو میں ہوتی ہے - اس میں زیادہ تر بحث لفظ کے باطن یعنی اس کے معنی کے لحاظ سے کی جاتی ہے —



فصل اول

ہجاء

سادہ آوازوں کو تحریری علامات میں لانے کا نام حرف ہے۔
ہجاء میں حروف کی آواز اور ان کی حرکات و سکنات سے
بحث کی جاتی ہے۔ حروف کے مجموعہ کو ابجد کہتے ہیں —
(ابجد کا لفظ ابتدائی حروف اب ج د سے بنا ہے) —

چونکہ اردو زبان ہندی فارسی اور عربی سے مل کر بنی
ہے لہذا اس میں ان سب زبانوں کے حروف موجود ہیں —
خاص عربی حروف یہ ہیں —

ث ، ح ، ذ ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ع ، ق —

یہ حروف قدیم فارسی اور ہندی یا سنسکرت میں نہیں
پائے جاتے لیکن ذ قدیم فارسی میں بھی پائی جاتی ہے اور اب
بھی بعض فارسی الفاظ ذ سے لکھے جاتے ہیں —

ت ، د ، ر خالص ہندی ہیں۔ عربی فارسی میں نہیں آتے۔
ز ، ت ، خ ، غ کی آوازیں ہندی میں نہیں۔ عربی فارسی
دونوں میں ہیں —

ژ خاص فارسی حرف ہے۔ ہندی عربی میں نہیں آتا —
علاوہ ان تین حرف (ت ، د ، ز) کے چند اور حروف بھی ہیں
جو خاص ہندی ہیں اور عربی فارسی میں نہیں آتے۔ اب تک
اردو میں یہ سادہ حروف نہیں سمجھے جاتے تھے بلکہ ان میں کا

ہر حرف دو حرفوں کے میل سے ایک مرکب آواز خیال کی جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا میں ہم نے اپنی بول چال فارسی حروف میں لکھنی شروع کی، فارسی عربی میں یہ آوازیں نہیں اور نہ ان کے لیے حروف ہیں۔ ضرورت کے لیے ان آوازوں کو دو دو حرفوں کے ذریعہ سے ظاہر کرنا پڑا۔ یوں تو یہ دو سادہ آوازیں ہیں مگر مل کر ایک ہو گئی ہیں۔ وہ حروف یہ ہیں —

بہہ، پہہ، تہہ، تھہ، چہہ، دھہ، ڈھہ، زہہ، کہہ، گہہ —

ان کے علاوہ اردو میں دھہ، لہہ، مہہ، نہہ کے آوازیں بھی ہیں۔ ہندی میں ان آوازوں کے لیے کوئی حرف نہیں۔ مثالیں ان کی یہ ہیں۔ تیر ہواں۔ گولہو۔ ملہو۔ تمہارا۔ نلہا۔ چونکہ ان حروف میں پہلی سادہ آواز (ہ) کی آواز کے ساتھ مل کر آتی ہے اس لیے معمولی ہ سے امتیاز کرنے کے لیے دو چشمی ہ سے لکھتے ہیں۔ مثلاً کھا اور کھا، دو علیحدہ لفظ ہیں تلفظ میں بھی اور معلوم میں بھی، لہذا املا میں بھی فرق کرنا چاہئے۔ یہ امتیاز بہت ضروری ہے۔ اس حساب سے اردو زبان میں کل حروف قہجی پچاس ہوتے ہیں۔

یہ حرف جو ہر ملک کے ساتھ مخصوص کئے گئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آوازیں آب و ہوا وغیرہ کے اثر سے اس ملک والوں کے گلوں سے بہ آسانی نکلتی ہیں۔ مگر دوسرے ممالک کے لوگ اسی وجہ سے انکو ادا نہیں کر سکتے، یا بدقت ادا کرتے ہیں۔ انسان کا گلا آلتھ موسیقی کے اصول پر بنا ہوا ہے، اور اسی طور پر اس میں تار بھی بند ہے ہوئے ہیں۔ سانس کے ہوا میں ملنے سے زبان، تالو، ہونٹ، دانت اور خلاء دماغ کی مدد سے آواز میں مختلف قسم کی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں —

اردو، فارسی عربی، حروف پر اگر نظر ڈالی جائے تو کوہہ دیکھنے میں مختلف آوازوں کی علامتیں ہیں لیکن ان حروف کے ناموں سے کوئی سادہ آواز پیدا نہیں ہوئی بلکہ

وہ خاصے الفاظ ہیں - مثلاً الف عین جیم وغیرہ وغیرہ حروف نہیں بلکہ پورے لفظ ہیں - ان سے سادہ آوازوں کا کچھ بھی خیال پیدا نہیں ہوتا بلکہ ایک ایک حرف کئی کئی آوازوں سے مرکب ہے - اس کی وجہ بلاشبہ یہ ہے کہ یہ اُس زمانے کی یاد گار ہیں جب کہ اس قسم کی تحریر ایجاد نہیں ہوئی تھی جو ہم آج کل استعمال کرتے ہیں بلکہ لوگ اپنے خیالات تصویریں بنا کر ظاہر کرتے تھے - اول اول تو جس شے کا بیان کرنا مقصود ہوتا تھا اس کی پوری تصویر بنا دیتے تھے مثلاً گائے یا عورت کا بتانا مقصود ہے تو وہ گائے یا عورت کی تصویر کھینچ دیتے تھے -

دوسرے دور میں یہ اصلاح ہوئی کہ شے سے اس کا فعل ظاہر کرنے لگے آنکھ سے نظر یا یاد و تانگوں سے رفتار مراد لینے لگے - تیسرے دور میں یہ ہوا کہ شے سے اس کی ممتاز خصوصیات یا ظاہری علامت سے اصل شے مراد لی جانے لگی مثلاً لومڑی کی تصویر سی مکاری یا تخت سے سلطنت مقصود ہوتی تھی -

چوتھے دور میں ایک شے کے اظہار میں یہ ترکیب کرنے لگے کہ اس شے کے بولنے میں جو آوازیں پیدا ہوتی تھیں ان میں سے ہر ایک سے جو مفہوم جو پیدا ہوتا اس کی ایک ایک تصویر بنا دیتے تھے - مثال کے لیے فرض کیجیے کہ تحریر میں کرنال ظاہر کرنا مقصود ہے تو پہلے ہاتھ کی تصویر بنائیں گے کیونکہ کر کے معنی ہاتھ کے ہیں اس کے بعد نال کی -

بعد ازاں یہ ہوا کہ یہی تصویریں مختلف اصوات کی قایم مقام ہو گئیں - اور انہیں تصویروں کی یاد گار یہ حرف ہیں جو اب بھی کسی قدراں سے مشابہ ہیں - مثلاً الف کے معنی بیل کے سر کے ہیں چونکہ اکی آواز اس لفظ کے آغاز میں تھی تو اس آواز کے ظاہر کرنے کے لیے گائے کا سر بنا دیتے تھے (عربی الف کی تحریر میں اب بھی اصل سے خفیف سی مشابہت باقی ہے) - بعد ازاں خود یہ لفظ بجائے الف کی پہلی

آواز کے تحریر میں ایک حرف قرار پایا۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی، عربی، عبرانی زبانوں کے حروف در حقیقت الفاظ ہیں یا ہر حرف کئی آوازوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں درواصلا حین عمل میں آئیں۔ تصویر رفتہ رفتہ مختصر سی صورت میں رہ گئی۔ نام اس کا اگرچہ قریب قریب وہی رہا مگر وہ مختصر صورت اب نام کی بجائے نہیں بلکہ اس نام میں جو آواز پہلے نکلتی ہے، اس کی بجائے ہے۔ مثلاً الف کو لیجیے اس کی صورت (گے کا سر) مختصر ہو کر (ا) رہ گئی ہے۔ اور الف کے بولنے میں جو سب سے پہلے سادہ آواز نکلتی ہے، اس جگہ استعمال ہوتی ہے۔

اسی طرح ب در حقیقت بیت ہے جس کی ابتدائی شکل ایک مستطیل مکان کی سی تھی اور اس کے نیچے نقطہ ایک شخص تھا جو مکان کے دروازے کے سامنے بیٹھا تھا۔ اب رفتہ رفتہ اس کی شکل ایک پڑی لکیر ہو گئی اور وہ آدمی نقطہ رہ گیا۔ ج جمل یعنی اونٹ ہے۔ اگر کوئی شخص اونٹ پر سوار ہو اور اس کی تکمیل زور سے کھینچے تو اس کے سر اور گردن کی شکل بعلیہ ج کی سی ہو جائے گی۔

پ (ف) عبرانی میں ملہ کے معنی میں ہے۔

د (عبرانی دالت) دروازہ۔

ذ در پچہ۔

ع (عین) کے معنی آنکھ کے ہیں چنانچہ (ع) کا سرا بالکل آنکھ کے مشابہ ہے۔

ن (نون) سچہای۔ مشابہت ظاہر ہے۔

ک (کف، ہتیلی) اگر ہتیلی پھیلائی جائے تو انگلیاں انگوٹھے

کے ساتھ مل کر بالکل (ک) کی صورت بن جاتی ہیں۔

م (میم پانی کی لہر) صورت سے ظاہر ہے۔

س عبرانی میں دانت کو کہتے ہیں (س) کا دندانہ

بالکل دانست کے مشابہ ہے —

و (واو) کے معنی آنکڑے کے ہیں جس کی صورت و سے ملتی ہے۔۔۔
 فرض اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے حروف دراصل
 الفاظ ہیں جو دو یا دو سے زائد آوازوں سے مرکب ہیں اور ہر
 ایک بہ لحاظ اپنی اول سادہ آواز کے ایک علامت مقرر
 کر لیا گیا ہے۔ مثلاً الف میں تین آوازیں ال ف کی ہیں مگر
 اب اُس کے بولنے میں جو آواز پہلے نکلتی ہے اُس کی
 بجائے مقرر کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے حروف کے
 متعلق تھا س کر لیا جائے۔ ابتدا میں اس سادہ آواز کے لیے
 اُس شے کی تصویر کھینچ دی جاتی تھی۔ مگر اب ایک چھوٹی
 سی علامت جو کسی قدر اصل کے مشابہ ہے بجائے اس آواز کے
 مستعمل ہے اور نام اُن کے قریب قریب وہی ہیں جو اصل
 اشیا کے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حروف تہجی بولنے میں
 درحقیقت الفاظ ہیں —

اردو حرف (تہجی) کل ملا کر پچاس ہیں اور ان میں
 ہر قسم کی آواز کے ادا کرنے کی گنجائش ہے اور اس خیالی
 سے اردو ابجد کو دنیا کی بہت سی زبانوں پر ایک طرح
 کا تفوق حاصل ہے۔ مگر دنیا کی کوئی ابجد کامل نہیں ہے
 ایک نہ ایک نقص ضرور رہ جاتا ہے۔ یا تو کل سادہ آوازوں کے
 ادا کرنے کے لیے کافی حروف نہیں ہوتے یا ایک ہی آواز کے
 لیے کئی کئی حروف ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اردو زبان بھی
 اس سے خالی نہیں۔ چنانچہ یہ آخری نقص اردو زبان میں
 بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اردو کو علاوہ فارسی
 ہندی کے عربی سے بھی تعلق ہے، اس لیے کثرت سے 'س' کے الفاظ
 زبان میں موجود ہیں اور اس وجہ سے لامحالہ اس کے تمام
 حروف بھی اردو ابجد میں آگئے، ورنہ عربی الفاظ کی
 صحبت تحریر میں قائم نہ رہتی۔ چنانچہ 'ز'، 'ذ'، 'ض'، 'ظ' چار

الگ حرف ہیں جن کی آواز قریب قریب یکساں معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح س، ث، اور ت، ط، اور ح، ۛ - گو عرب کا باشندہ یا وہ شخص جو تلفظ کی صحت کا خاص طور پر خیال رکھتا ہے ان حروف کے تلفظ میں فرق کر سکے مگر ہر ایک کے لیے اس کا امتیاز دشوار ہے، اور بول چال میں عام طور پر ان حروف کے تلفظ میں کچھ زیادہ فرق نہیں پایا جاتا —



اعراب (یا حرکات و سکونات)

سادہ آوازوں کو ہم بلا تکلف ہونٹ اور زبان کی امداد سے ملا کر مرکب کر لیتے ہیں اور اس طرح فرائض سے باتیں کرتے چلے جاتے ہیں جیسے کسی نے کل کوک دی - زبان اور لب کی ذرا سی جنبش سے آواز کی مختلف صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں - آواز کا پھیلنا، نڈھونا، بڑھنا، گھٹنا، گھومنا، گول ہو جانا، سب اسی پر منحصر ہے - ان تمام آوازوں کو صفائی کے ساتھ تحریر میں لانا نہایت مشکل ہے - اگرچہ بہت کوشش کی گئی لیکن اب تک پوری کامیابی نہیں ہوئی - بعض زبانوں مثلاً سنسکرت انگریزی وغیرہ میں سادہ آوازوں کے مرکب کرنے کے لیے جو جنبش لب و زبان کو ہوتی ہے اس کے لیے بعض حروف مناسب قرار دیے ہیں اور جہاں دو یا دو سے زیادہ حروف کا ملنا منظور ہوتا ہے وہاں ان میں سے بہ لحاظ آواز کے ایک نہ ایک حرف ضرور آتا ہے - اس لیے قسم کی ہر زبان میں حرف کی دو قسمیں کی گئی ہیں - ایک وہ حروف جو دوسرے حروف کو ملا کر آواز قائم کرنے کے لیے آتے ہیں جنہیں عربی میں حروف علت کہتے ہیں اور دوسرے جو بغیر ان حروف کے آپس میں مل کر آواز پیدا نہیں کر سکتے، وہ حروف صحیح کہلاتے ہیں -

اُردو میں مثل عربی کے حروف علت دو قسم کے ہیں - ایک

محض علامات (یا اعراب) دوسرے اصل حروف 'ا' و 'ی' -
اعرابی علامات بھی دو حیثیت انہیں حروف کی مختصر
صورتیں ہیں - تفصیل یہ ہے —

زبر (جسے عربی میں فتح کہتے ہیں) جس کے معنے کھلنے
کے ہیں یعنی آواز کھل کر نکلتی ہے (زبر کے معنے اوپر کے ہیں -
چونکہ یہ علامت حروف کے اوپر آتی ہے اس لیے زبر کہتے ہیں -
اس آواز کو لمبا کرنے سے الف کی آواز پیدا ہوتی ہے - یا یوں
کہنا چاہئے کہ الف کی خفیف آواز زبر ہے - جیسے مر اور مار -
زیر - (جسے عربی میں کسرہ کہتے ہیں) جس کے معنے
تورنے کے ہیں کیونکہ اس کے آنے سے آواز میں ایک قسم کی
شکن پیدا ہوتی ہے (زیر کے معنے نیچے کے ہیں کیونکہ یہ حرف
کے نیچے لگایا جاتا ہے - اس کی آواز خفیف ی کی سی ہوتی
ہے - لیکن ی کے ساتھ آنے میں دو قسم کی آوازیں پیدا ہوتی
ہیں، ایک زیادہ باریک اور طوین اور دوسری کسی قدر واضح
اور کھلی ہوئی - جیسے بیر (پھل کا نام) اور بیر (بھادر) - یہاں
ی کی دو حالتیں ہیں، پہلی حالت میں یاے خفی (مجہول*)
ہے اور دوسری حالت میں یاے جلی (معروف) ہے - یاے معروف
گول (ی) لکھی جاتی ہے اور یاے مجہول لمبی پڑی ہوئی
(ے) - یاے مجہول اور یاے معروف جب کسی لفظ کے پہچ
میں آتی ہیں تو اُن کی صورت ایک سی ہوتی ہے - اس لیے
امتہاز کے لیے یاے معروف کے نیچے زیر دے دیتے ہیں اور یاے
مجہول خالی دھتی ہے —

یاے مجہول اور واژ مجہول کی آواز عربی میں نہیں آتی اس لیے عربوں
نے اس کا نام مجہول (یعنی نا معلوم) یا عجمی رکھا ہے - لیکن اردو
میں یہ آوازیں مجہول یا نا معلوم نہیں ہیں - اس لیے یہ نام سوزوں
نہیں معلوم ہوتے مگر اس قدر کثرت سے مستعمل اور مشہور ہیں کہ
دوسرے نام اگر رکھے بھی جائیں تو ان کا رواج پانا مشکل ہے —

پیش * (جسے عربی میں ضمہ کہتے ہیں) جس کے معنے ملانے کی ہیں) پیش کے معنے سامنے یا آگے کے ہیں۔ یہ حرف کے ارد پر آتا ہے اور خفیف واو کی آواز دیتا ہے۔ ی کی طرح واؤ کی بھی دو آوازیں ہیں۔ ایک پوری اور بھری ہوئی اور دوسری کھلی اور ہلکی۔ پہلی کو واؤ معروف اور دوسری کو مجہول کہتے ہیں۔ جیسے دور اور دور۔ واؤ معروف پر التا پیش لکھتے ہیں اور واؤ مجہول خالی دھتی ہے۔

ا، و، ی، حروف صحیح بھی ہوتے ہیں۔ الف جب لفظ کے شروع میں آتا ہے تو ہمیشہ حرف صحیح ہوتا ہے۔ واو جب لفظ کے شروع میں یا درمیان میں آئے اور متحرک ہو جیسے وعدہ، ہوا، تو حرف صحیح ہوگی۔ ی کی بھی یہی حالت ہے جیسے یقین کے شروع میں یا میسر کے درمیان۔ یعنی جب اعراب یا آواز کے خفیف سے بڑھانے کا کام دیتے ہیں تو حروف علت ہوتے ہیں ورنہ معمولی حروف کی طرح حروف صحیح۔ یوں زبر الف کے ساتھ زیر (ی) کے ساتھ اور واؤ پیش کے ساتھ آتی ہے اور بہ لحاظ آواز کے ان کا چور بھی ہے۔ لیکن بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا بلکہ مختلف حرکتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً زبر اور واؤ ایک جگہ آ جاتے ہیں۔ جیسے قوم میں۔ ایسی حالت میں یہ مختلف حرکتیں ایک ہی آواز دیتی ہیں۔ یہی حالت ی کی بھی ہے، جیسے خیر میں۔ ایسی واؤ یا یے کو ماقبل فتح کہتے ہیں۔ یعنی وہ ی یا واؤ جس کے پہلے زبر ہے۔

* مولوی نظام الدین حسن صاحب بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی مرحوم اس علامہ (و) کو لفظ ضمہ کا متخف بتاتے ہیں اس طور پر کہ م دوتوں حذت کر دیے گئے ہیں۔ میرے خیال میں یہ (و) ہے چونکہ پیش واو کی مختصر آواز کے لیے آتا ہے اس لیے یہ صورت قرار دی گئی۔

جب کوئی حرف مکرر آواز دیتا ہے تو بجائے دوبار لکھنے کے صرف ایک ہی بار لکھتے ہیں اور اُس پر ایک علامت لگا دیتے ہیں۔ اس علامت کو تشدید (ۛ) کہتے ہیں۔ مثلاً مدت کو آواز کے لحاظ سے بجائے مددت لکھنے کے د پر تشدید لکھ دیتے ہیں اور اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ جس حرف پر تشدید ہوتی ہے 'اس پر علاوہ تشدید کے زبر ' زیر ' پیش ' میں سے کوئی علامت ضرور ہوتی ہے تاکہ پڑھنے میں زبان سے رہی آواز نکالی جائے۔ لیکن جب تشدید ی یا واؤ پر ہوتی ہے تو لفظ کے پہلے جز کی حرکت کو گھمانا پڑتا ہے ورنہ تلفظ صحیح ادا نہیں ہوتا۔ مثلاً نہیّر۔ اگر معمولی طور سے دونوں جز (ی) کے ساتھ الگ الگ بولے جائیں (نہ ی) تو تلفظ صحیح نہ ہوگا۔ اسی طرح نَوّاب وغیرہ الفاظ ہیں۔

جزم یا سکون (ۛ) - سکون کے معنے خاموشی کے ہیں۔ جس حرف پر یہ علامت ہوتی ہے بولنے میں اسے کوئی حرکت نہیں دیتے۔ جب کسی حرف پر کوئی حرکت زبر ' زیر ' پیش نہ ہو تو ایسے حرف کو ساکن کہتے ہیں۔ اُردو میں ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔

مد (ۛ) - الف کو جب کھینچ کر بولتے یا پڑھتے ہیں تو اُس وقت اُس پر یہ علامت لگا دیتے ہیں ' جیسے آم۔ ایسے الف کو الف مددہ کہتے ہیں۔ مد کے معنے لمبا کرنے یا کھینچنے کے ہیں۔

ہمزہ (ۛ) - اسے غلطی سے حروف میں شامل کر لیا گیا ہے۔ یہ درحقیقت ی اور واؤ کے ساتھ وہی کام دیتا ہے جو مد الف کے ساتھ۔ یعنی جہاں ی کی آواز کھینچ کر نکالنی پڑے اور قریب دو (ی) کے ہو یا جہاں واؤ کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جائے، وہاں بطور علامت کے اسے لکھ دیتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ی یا و کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے کئی، تئیں، کھاؤں۔

الف مددہ شروع میں آتا ہے (اردو بعض عربی الفاظ میں

درمیان میں بھی) لیکن ہمزه ی یا واؤ پر درمیان اور آخر میں آتا ہے۔ بعض جگہ یہ ی کا قائم مقام ہوتا ہے، جیسے پائیاں۔ کبھی خفیف الف کی آواز دیتا ہے جیسے ہیئت۔ ہر ایک ی پر جو آخر میں آتی ہے لکھنا درست نہیں۔ جیسے رای، راءے، میں۔ ان میں ی کی آواز کافی ہے۔ لیکن آئے، جائے، آئیے، جائیے، میں لکھنا لازم ہے، کیوں کہ اس قسم کے الفاظ میں بغیر ے کے تحریر میں صحیح تلفظ ادا نہیں ہوتا۔

تلوین (َ ِ) اس کے معنی نون کی آواز پیدا کرنے کے ہیں۔ یہ صرف عربی آواز کے آخر میں آتی ہے۔ جب یہ علامت کسی حرف پر ہوتی ہے تو اس کے آخر میں نون کی آواز نکلتی ہے جیسے فوراً، اتفاقاً، نسلاً بعد نسل، مشار، الیہ۔ جب نون کے ساتھ زبر کی آواز نکالنی مقصود ہوتی ہے تو دو زبر لکھتے ہیں اور زیر کی آواز کے لیے دو زیر اور پیش کے لیے دو پیش۔ اردو میں زیادہ تر زبر ہی کی تلوین آتی ہے۔

زبر کی تلوین میں لفظ کے آخر میں الف بڑھا کر تلوین لگانے ہیں۔ لیکن جن الفاظ کے آخر میں عربی رسم الخط کے مطابق لمبی ت نہیں لکھی جاتی بلکہ مختصر یا گول ت، ہ کی صورت میں لکھی جاتی ہے وہاں زبر کی تلوین میں الف نہیں بڑھاتے جیسے دفعتاً۔

اگر لفظ کے آخر میں پہلے سے الف ہو تو اس کے بعد بڑھا کر تلوین لگاتے ہیں۔ جیسے ابتداء۔

نوٹ۔ ان علامات کو اعراب اس لیے کہتے ہیں کہ اہل عرب کی ایجاد سمجھے جاتے ہیں۔ اعراب سے یہ مطالب ہے کہ کسی پران میں سے کسی علامت کا لگانا۔ انہیں حرکات بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ان علامات سے آواز میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ جزم سے سکون پیدا ہوتا ہے اس لیے پورا نام حرکات و سکنات

ہے - اعراب کا لفظ مختصر ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے - جس حرف پر کوئی حرکت ہوتی ہے اُسے متعبر کہتے ہیں —

۱ - فارسی میں چند لفظ ایسے ہیں کہ ان میں واؤ ساکت ہوتی ہے یعنی تلفظ میں ظاہر نہیں کی جاتی ' اسے واؤ معدولہ کہتے ہیں۔ مگر یہ واؤ ہمیشہ خ کے بعد آتی ہے۔ ایسے لفظ بہت کم ہیں اور وہ یہ ہیں - خود ' خویش ' خوے ' خوش ' خور خور دن (اور اس سے جو لفظ بنے ہیں) ' خواندن (اور اس سے جو لفظ بنے ہیں) لیکن خواب ' خواہش ' خواستن (اور اس سے جو لفظ نکلے ہیں) خواہر ' خواجہ ' خوارزم (نام ملک) میں واؤ کی نصف آواز ظاہر ہوتی ہے - اس قسم کی واؤ کے بعد الف ہوتا ہے۔ انگریزی میں بعض لفظ ایسے ہیں جن میں نہ پورا واؤ کا تلفظ ادا ہوتا ہے نہ پیش کا ' ان کی حالت بہت کچھ ان الفاظ کے مشابہ ہوتی ہے - لہذا ان کے صحیح تلفظ کے لیے اسی قسم کی واؤ کا استعمال مناسب ہوگا - اس قسم کی واؤ کے نیچے ایک چھوٹا سا خط کھینچ دیا جاتا ہے تاکہ امتیاز ہو سکے —

۲ - اردو میں بعض الفاظ ایسے ہیں ' جہاں واؤ بجائے پیش کے استعمال کی جاتی تھی ' لیکن اب وہ متروک ہوتی جاتی ہے - مثلاً اوس (بجائے اُس) ' پہونچنا (بجائے پہنچنا) پورا نا (بجائے پرانا) چورا نا (بجائے چرانا) لکھتے تھے اور اب بھی بعض لوگ لکھ جاتے ہیں —

۳ - (ن) کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو جب اس کی آواز پوری ادا ہو جیسے ' پان ' گیان ' دھیان میں - دوسرے جب پورے طور پر ادا نہ ہو بلکہ کسی قدر ناک میں گنگنی سی آواز نکلے ' ایسی حالت میں اسے نون غلہ کہتے ہیں - جیسے سماں ' کلوان ' سانپ ' اینٹ ' ہڈیا وغیرہ - نون غلہ جب آخر میں آتا ہے اس میں نقطہ نہیں دیتے - لیکن جب بیچ میں آتا ہے

تو اس پر التا جزم لگانا چاہیے (۷) —

۴ - نون غلغہ کا استعمال زبان میں عام طور پر ہے اور یہ اکثر حروف کے ساتھ آتا ہے۔ جب بیچ میں آتا ہے تو اپنے پہلے حرف سے مل کر ایسی آواز پیدا کرتا ہے کہ بھہ، پھہ، وغیرہ کی طرح ایک آواز معلوم ہوتی ہے۔ جیسے ہنسنا، کھڑ وغیرہ۔ —

۵ - بعض الفاظ میں ی بھی اپنے پہلے حرف کے ساتھ اس طرح مل کر پڑھی جاتی ہے کہ وہ دونوں ایک آواز معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے کیا، کیاری، پیارا، دھیان، چپٹونٹی، گیا رہ۔ اس کا نام ہم نے یاء معدولہ رکھا ہے۔ امتیاز کے لیے ایسی ی کے اوپر یہ (۷) نشان لگا دیتے ہیں —

۶ - الف معدولہ تو وہ ہے جس کی آواز کھینچ کر نکالی جائے جیسے آم میں۔ الف مقصورہ وہ ہے جس کی آواز سادی ہوتی ہے اور کھینچنا نہیں پڑتا، جیسے (اب) میں۔ بعض عربی الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں الف ی کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ ہ جیسے عقبی اور دعویٰ میں —

۷ - بعض فارسی حروف کے آخر میں ہ لگی ہوتی ہے یہ اصل لفظ کا جز نہیں ہوتی بلکہ زائد ہوتی ہے اس کا تلفظ زبر کا سا ہوتا ہے۔ گویا یہ اعراب کا کام دیتی ہے جیسے ہفتہ، روزہ —

۸ - عربی زبان کے ایسے لفظ جن میں دوسرا حرف ح ساکن ہو اور اس کے پہلے حرف پر زبر ہو، تو اردو بول چال میں زبر نہیں بولا جاتا بلکہ اس کی آواز زبر اور زیر کے مابین ہوتی ہے جیسے احمد، محبوب، لحد، بکر وغیرہ میں —

۹ - عربی میں امتیاز و خصوصیت کے لیے اسما پر (ال) لگا دیتے ہیں۔ بعض حروف ایسے ہیں کہ اگر ان کے پہلے ال آتا ہے تو تلفظ میں ظاہر نہیں کیا جاتا اور لفظ کا اول صرف مشدد پڑھا جاتا ہے۔ جن حروف کے شروع میں ال نہیں پڑھا جاتا انہیں حروف شمسی کہتے ہیں۔ یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جب

شمس کے پہلے ال لگا یا جاتا ہے تو لام کی آواز ظاہر نہیں کی جاتی (الشمس)۔ اور جن حروف میں ل کی آواز تلفظ میں ظاہر کی جاتی ہے انہیں حروف قمری کہتے ہیں، کیونکہ قمر پر جب ال لگائیں گے تول کی آواز ظاہر کی جائے گی (القمر)۔ اسکا استعمال صرف عربی الفاظ کے ساتھ عربی قواعد کی رو سے ہوتا ہے۔ چونکہ اردو میں ایسے الفاظ اکثر آتے ہیں لہذا اس کی تصریح یہاں کر دی جاتی ہے —

حروف قمری

- ۱۔ جیسے الامان - نباش الاول - ب۔ فصیح البیان
- ج۔ عبد الجلیل - ح۔ عبد الحمزى - خ۔ مراة التخيل - ع۔ نور العین
- غ۔ اسدالمہ الغالب - ف۔ سریع الفہم - ق۔ صادق القول - ک۔ بالکل
- ل۔ اللوا - م۔ بیت المال - و۔ کتاب الواعظ - ۰۔ بوالہوس
- ی۔ الیوم —

حروف شہسی

- د۔ مظفر الدین - یوم الدین - ذ۔ صاحب الذکر -
- ر۔ ہارون الرشید - ز۔ خلیفۃ الزمان - س۔ ظال السلطان -
- ش۔ الشمس - ص۔ الصبر - ض۔ الضالین - ط۔ جبل الطارق -
- ظ۔ الظاہر - ن۔ ذوالنورین - النوم —
- ۱۔ حروف سے جب الفاظ بنائے جاتے ہیں تو حروف کی تین حالتیں ہوتی ہیں - ایک شروع میں، دوسری بیچ میں، تیسری آخر میں - بعض حروف کی تین سے بھی زیادہ صورتیں ہوتی ہیں - مثلاً میم لفظ کے شروع میں جیسے مورد بھیج، میں دو حالتیں جیسے محمد، قمر، آخر میں جیسے میم میں - بعض حروف شروع میں مل کر نہیں آتے یہ حروف - ا۔ د۔ ذ۔ ر۔ ز۔ و۔ ہیں - جب کسی لفظ میں ان حروف کے بعد کوئی دوسرا حرف لکھا ہو تو الگ لکھنا پڑے گا - جیسے سورج - ایال - نذر - وغیرہ - جب ان حروف میں سے چند حروف مل کر لفظ بنتے ہیں

تو سب الگ الگ لکھے جائیں گے - جیسے درد - دورہ وغیرہ -
 ۱۱ - اردو تحریر میں (مثل عربی فارسی کے) یہ عجیب
 بات ہے کہ الفاظ میں حروف پورے نہیں لکھے جاتے بلکہ ہر
 حرف کے لیے صرف چھوٹا سا نشان بنا دیتے ہیں ، اس طور پر
 الفاظ نہایت مختصر ہو جاتے ہیں - بخلاف دوسری زبانوں کے
 جن کے لکھنے میں بہت طول ہو جاتا ہے اردو وقت بھی زیادہ
 صرف ہوتا ہے - یہ طرز تحریر نہایت شایستہ اور مہذب ہے -
 مختصر نویس جس کا رواج یورپ میں اب تھوڑے زمانے سے
 ہوا ہے وہ ہمارے یہاں صد ہا سال سے موجود ہے - ایک مشاق
 لکھنے والا مقرر کی تقریر کو بخوبی قلمبند کر سکتا ہے - یہ
 خوبی درحقیقت بہت لایق قدر اور دوسری زبانوں کے لیے
 قابل رشک ہے -



فصل دوم

صرت

(صرف میں الفاظ سے بحث ہوتی ہے) الفاظ گفتگو میں آتے ہیں اور اس کی نقل لکھنے میں کی جاتی ہے - لفظ جملے کا کم از کم جز ہوتا ہے - ہر لفظ کے کچھ نہ کچھ معنی ہوتے ہیں جس کے اصل اور صحیح معنی بول چال یا جملے میں آنے سے معلوم ہوتے ہیں - بعض لفظ بے معنی یا مہمل بھی ہوتے ہیں لیکن ان کا تعلق قواعد سے نہیں ہے - قواعد میں صرف با معنی الفاظ سے بحث کی جاتی ہے - لفظ کی حیثیتیں اور صورتیں مختلف ہوتی ہیں کہیں اس کی حالت اور صورت کچھ ہوتی ہے اور کہیں کچھ - ہم بول چال یا لکھنے میں لفظ استعمال کرتے ہیں تو وہ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور بتاتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ وہ ہمیں کیا کیا بتاتے ہیں اور ان کی کیا صورت اور حالت ہے ، اس کی دو قسمیں ہیں -

۱۔ اول مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی رکھتے ہوں -
دوم غیر مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی نہ رکھتے ہوں جب تک وہ کسی دوسرے لفظ کے ساتھ مل کر نہ آئیں -
مستقل الفاظ کی پانچ قسمیں ہیں -

- (۱) اسم وہ لفظ ہے جو کسی جاندار یا شے یا کیفیت کا نام ہو -
- (۲) صفت وہ لفظ ہے جس سے کسی اسم کی کیفیت یا

حالت معلوم ہو —

(۳) ضمیر وہ لفظ ہے جو بجائے اسم کے استعمال ہوتا ہے —

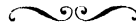
(۴) فعل جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جائے —

(۵) تمیز جو فعل یا صفت یا دوسری تمیز کے معنی میں

کمی یا بیشی پیدا کرے یا اس کی کیفیت یا حالت بتائے —

غیر مستقل الفاظ کو حروف کہتے ہیں جن کی چار قسمیں

ہیں - (۱) ربط - (۲) عطف - (۳) تخصیص - (۴) فجائذیہ —



۱- اسم

اسم وہ لفظ ہے جو کسی کا نام ہو —

اس کی دو قسمیں ہیں —

(۱) خاص (۲) عام —

خاص - کسی خاص شخص یا شے یا مقام کا نام ہے مثلاً

علاؤ الدین ، کلکتہ ، گڈگا —

عام وہ اسم ہے جو ایک قسم کے تمام افراد کے لیے فرداً

فرداً استعمال ہو سکے جیسے آدمی ، گھوڑا ، درخت ، کتاب —

اسم خاص

اشخاص کے اسم خاص بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں مثلاً

(۱) خطاب - نام جو بادشاہ یا سرکار دربار سے اعزازی

طور پر ملتا ہے جیسے اقبال الدولہ - عماد الملک —

(۲) لقب - ایک وصفی نام جو کسی خصوصیت یا وصف

کی وجہ سے پڑ گیا ہو جیسے مرزا نوشہ لقب ہے اسد اللہ خاں

غالب کا ، یا کلیم اللہ لقب ہے حضرت موسیٰ کا —

(۳) عرف وہ نام جو محبت یا حقارت کی وجہ سے پڑ جائے

یا اصل نام کا اختصار لوگوں کی زبان زد ہو جائے جیسے

چنو ، کلن ، فخر و اچھے میاں —

(۴) تخلص ایک مختصر نام جو شاعر نظم میں بتجائے

اصلی نام کے داخل کر دیتے ہیں مثلاً غالب تخلص ہے مرزا

اسد اللہ خاں کا - حالی تخلص ہے مولانا الطاف حسین کا —

اس کے علاوہ ممالک، دریاؤں اور پہاڑوں کے اور دیگر جغرافیائی اسماء اور علوم و فنون و امراض وغیرہ کے نام سب اسم خاص ہوں گے۔

بعض اوقات اسم خاص اسم کی صفت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے رستم، حاتم وغیرہ۔ مثلاً یوں کہیں کہ وہ شخص اپنے وقت کا حاتم ہے یا وہ رستم ہند ہے یا فلاں شخص قیس یا فرہاد ہے یا وہ سعدی یا کالی داس ہے ایسے موقعوں پر رستم سے بڑا پہلوان، حاتم سے بڑا سختی، قیس و فرہاد سے بڑے عاشق، سعدی اور کالیداس سے بڑے شاعر مراد ہیں۔

اردو میں اسم عام کئی قسم کے ہوتے ہیں۔
اسم کیفیت - اسم جمع - اسم ظرف - اسم آلہ - چند قسمیں ہیں۔
اسم کیفیت

وہ ہے جس سے کوئی خاص حالت یا کیفیت معلوم ہوتی

ہو۔ جیسے سختی، روشنی، صحت، جلن۔

اسماے کیفیت دو چیزیں ظاہر کرتے ہیں۔

اول حالت جیسے صحت، نیند، رفتار، سچ، جھوٹہ۔

دوم وصفی کیفیت مثلاً درد، خوشی، مطالعہ۔

اسماے کیفیت کیونکر بنتے ہیں۔

(۱) بعض فعل سے بنتے ہیں مثلاً چال چلن، گھبراہٹ، لہن دین۔

(۲) بعض صفت سے بنتے ہیں مثلاً نرمی، خوشی، کھٹائی، دیوانہ پن۔

(۳) بعض اسم سے جیسے دوست سے دوستی، لڑکے سے لڑکپن۔

(۴) اکثر عربی ہندی فارسی کے الفاظ اسماے کیفیت کا کام دیتے

ہیں۔ جیسے صحت، حسن، حرکت، بل، کوشش، جوش۔

(۵) ایک لفظ کی تکرار یا دو لفظوں کے ملنے سے جیسے بک بک،

چھان بین، جان پہچان، خوشبو۔

اسم ظرف

وہ اسم ہے جس میں جگہ یا وقت کے معنی پائے جائیں مثلاً

گھر ، میدان ، جھرنّا ، چراگاہ —

بعض علامات ایسی ہیں کہ ان کے لگانے سے اسم ظرف بن جاتا

ہے - بعض ان میں سے ہندی ہیں اور بعض فارسی —

ہندی علامات - سال (بمعنی جگہ) جیسے گھڑ سال (گھوڑوں کے

دھننے کی چگہ) (تکسال (جہاں تکے یعنی سکھ بڈایا جاتا ہے) -

شالہ یا سالہ - جیسے دھرم سالہ - پات شالہ - گڑ سالہ -

ستہان (فارسی ستان) دیواستہان ، پرستان —

آل - یال جیسے سسرال - نلہیال - ددھیال —

آنہ - سمدھیانہ - سرہانہ —

کا - جیسے میکا (ماکا) —

بعض خاص الفاظ دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر اسم ظرف کے

معنی دیتے ہیں مثلاً تولہ —

گھات یا گھٹ - مرگھٹ - پن گھٹ - دھوبی گھات —

وارہ ، بارہ - جیسے سیدوارہ - قصائی بارہ —

واری - پھلوازی —

پارہ - جیسے اوپر پارہ —

دوار ، درارہ - جیسے ہر درار - گردوارہ - تھاکر دوارہ —

گھر - جیسے ڈاک گھر ، ریل گھر - تار گھر - ناچ گھر -

نگر - جیسے سری نگر - احمد نگر —

پور ، پورہ - جیسے غازی پور ، شولا پور - عثمان پورہ -

گدہ - جیسے علی گدہ - آسمان گدہ -

مندی - دال مندی - سبزی مندی -

فارسی علامات

خانہ - کتب خانہ - ہندی وغیرہ الفاظ کے ساتھ جیسے چندو

خانہ - چڑیا خانہ - جیل خانہ - ڈاک خانہ -

گاہ - چراگاہ - شکارگاہ - بارگاہ - درگاہ -

دان - چائے دان - قلمدان - عطا دان - ہندی الفاظ کے ساتھ جیسے

پاندان - خا صدان - پیک دان -

دانی - (ہندیوں کا تصرف ہے) سرمہ دانی - تلے داتی -

زار - سبزہ زار - لالہ زار - مرغزار -

سار - کوہسار -

ستان - گلستان - پرستان - کوہستان -

سرا - جیسے کارواں سرا - مہمان سرا -

کدہ - جیسے آتشکدہ -

شن - گلشن -

بعض اوقات فعل سے بھی اسم ظرف بنتا ہے مثلاً بیتھنا سے

بیتھک ، پینا سے پیماؤ -

کبھی فعل ارد اسم کے ملنے سے اسم ظرف بنتا ہے مثلاً

بدر رو ، آب چک -

رہنا اور جھونا دونوں مصدر ہیں مگر یہ اسم ظرف کے

معنوں میں بھی مستعمل ہیں - رہنا کے معنی پھرنے کے ہیں -

ظرفی معنی پھرنے کی جگہ یعنی چراگاہ کے ہیں - جھونا کے معنی

پانی رسنے کے ہیں ، ظرفی معنی وہ مقام جہاں سے پانی رستا ہے -

عربی میں اسم ظرف مفعول اور مفعولہ کے وزن پر آتے ہیں -

ان میں سے اکثر اردو میں بھی رائج ہیں مثلاً مکتب ، مدرسہ

مقبورہ ، مسجد ، مجلس ، مرقد ، مقام ، مزار ، محشر ، مقتل ،

ملبوع ، مندرج ماخذ وغیرہ -

اسم آلہ

وہ اسم جو آلہ یا آواز کے معنوں میں آئے مثلاً چاقو ، تلوار ،

ہتھورا ، درانتی -

۱ - بعض اسم آلہ فعل سے بنائے گئے ہیں -

بہلنا سے بیلن ، جھولنا سے جھولا -

دھونکنا سے دھونکلی ، جھاننا سے جھاڑو -

چھاننا سے چھلملی ، پھانسلنا سے پھانسی -

لٹکنا سے لٹکن ، کترنا سے کترنی ، پھونکنا سے پھکنی -

۲ - بعض اسم سے بھی بنتے ہیں جیسے :-

نہرنا یا نہرنی (نہ بمعنی ناخن) -

ہتورا (ہاتھ سے) -

دتون (دانت سے) -

۳ - دو اسم مل کر جیسے دسپدا (دست پدا) مثال (ملہہ - نال)

۴ - فارسی اسما کے آگے بعض علامات یا الفاظ بڑھانے سے

بڑاے گئے ہیں -

۵ کے بڑھانے سے جیسے دست سے دستہ ، چشم سے چشمہ -

آفہ - جیسے انگشت سے انگشتانہ ، دست سے دستانہ -

گیر - جیسے کف گیر ، گلگیر ، آتشگیر -

کش - جیسے بادکش ، دود کش -

تراش - جیسے قلم تراش -

دان - جیسے چوہ دان ، قلمدان -

۵ - عربی کے اسماء آلہ جو اکثر مفعول مفعلہ یا مفعال کے

وزن پر ہوتے ہیں اردو میں بھی مستعمل ہیں مثلاً

مقراض ، مشعل ، منقار ، مسواک ، میزان ، مضروب ،

مسطار ، منبر ، مصقلہ -

اسم جمع

بعض اسم ایسے ہوتے ہیں کہ صورت میں تو واحد معلوم ہوتے ہیں

لیکن حقیقت میں کئی اسموں کا مجموعہ ہوتے ہیں - جیسے فوج

انجمن ، قطار ، جہاز - اس قسم کے اسم کو اسم جمع کہتے ہیں -

لوازم اسم

ھر اسم میں خواہ وہ کسی قسم کا ہو، چند خصوصیتوں کا پایا جانا لازم ہے۔ مثلاً وہ واحد ہو گا یا جمع، مذکر ہو گا یا مؤنث، وہ خود کسی کام کا کرنے والا ہو گا یا دوسرے کے کام کا اثر اس پر ہو گا۔ چونکہ یہ باتیں ھر اسم میں لازمی طور سے پائی جاتی ہیں اس لیے ہم نے ان کا نام لوازم اسم رکھا ہے۔ یہ تین ہیں —

۱۔ جنس ۲۔ تعداد ۳۔ حالت —

(۱) جنس

جنس سے مراد اسما کی تذکیر و تانیث سے ہے —

اس کی دو قسمیں ہیں - ایک حقیقی دوسری غیر حقیقی (یا مصنوعی)

حقیقی دنیا میں جنس کی صرف دو ہی قسمیں ہیں

یعنی نر (مذکر) مادہ (مؤنث) —

یہ تقسیم جانداروں کے لحاظ سے کی گئی ہے اور ان میں تذکیر اور تانیث کی تمیز کچھ مشکل نہیں - بے جان چیزوں میں تذکیر اور تانیث کوئی چیز نہیں - اُن میں نر اور مادہ میں سے کسی کا اطلاق نہیں ہو سکتا - یہ تو حقیقی دنیا کا حال ہے - لیکن زبان کی دنیا اس سے الگ ہے - کسی میں جنس کی تین قسمیں ہیں کسی میں دو اور بعض ایسی خوش قسمت ہیں کہ ان میں سرے سے یہ جھگڑا ہی نہیں —

آدیای زبانوں میں جنس کی قسمیں تین ہیں - یعنی مذکر مونث اور تیسری قسم بے جان اشیا کی - سامی زبانوں میں صرف دو ہیں - مذکر اور مونث - جانداروں میں قدرتی طور پر نر اور مادہ کا امتیاز ہے اس لیے اس تقسیم کو حقیقی کہا گیا ہے - لیکن جن زبانوں میں تیسری قسم نہیں ہے وہاں تمام بیجان اشیا حتیٰ کہ خیالات کے ساتھ بھی تذکیر و تانیث کا طرہ لگا دیا ہے - چونکہ قدرت کے خلاف ہے اس لیے اس کا نام غیر حقیقی یا مصنوعی رکھا گیا ہے - اردو زبان تذکیر و تانیث کے لحاظ سے دوسری قسم میں ہے —

سنسکرت میں جنس کی تینوں صورتیں ہیں - یعنی مذکر اور مونث اور تیسری وہ صورت جو نہ مذکر ہے نہ مونث - اسی طرح پر اکرت * میں بھی تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں - لیکن جدید زبانوں میں جو سنسکرت کا زیادہ پراکرت سے پیدا ہوئی ہیں، صرف گجراتی اور مرہٹی ایسی زبانیں ہیں جن میں جنس کی تین صورتیں ہیں، سندھی، پنجابی، ہندی اور اردو میں صرف دو ہیں، یعنی مذکر اور مونث - بلکالی اور اُریہ کی عام بول چال میں جنس کا کوئی لحاظ نہیں ہے، سوائے اُن الفاظ کے جو تہیت سنسکرت کے داخل کر لیے گئے ہیں، اور جن کی جنس وہی باقی ہے جو سنسکرت میں تھی - لیکن ان تین زبانوں یعنی سندھی، پنجابی، ہندی یا اردو میں سندھی ایسی زبان ہے جس کے تمام اسماء کا آخر حرف علت ہوتا ہے اور اس لیے جنس کی تمیز آسان ہے لیکن باقی تین زبانوں میں یہ امتیاز آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتا —

لیکن ان سب زبانوں میں بڑی، بھاری بھر کم، قوی اور عظیم الشان اشیا مذکر ہیں اور چھوٹی، کم زور اور ہلکی

سنسکرت ہندوستان کی قدیم علمی زبان تھی اور پراکرت عوام کی بول چال -

پہلکی چیزیں مونث - یہاں تک کہ جب اصل لفظ مذکر ہے اور اس کی چھوٹی کمزور یا ہلکی صورت بیان کرنی مقصود ہوتی ہے تو اسے مونث بنالیا جاتا ہے - اور اسی طرح جب اصل لفظ مونث ہے اور اسے بڑی ، بھاری بھر کم صورت میں لانا مقصود ہوتا ہے تو اسے مذکر بنالیتے ہیں - مثلاً سنسکرت میں اصل لفظ "رشم" تھا اس سے ہندی رسا بنا - یہ دونوں مذکر ہیں اس کی چھوٹی اور کمزور صورت رسی ہے - سنسکرت 'گوتہ' تھا ہندی میں گول یا گولا بنا - یہ دونوں مذکر ہیں اس کی چھوٹی اور کمزور صورت گولی بنائی گئی ہے جو مونث ہے - اسی طرح پگ سے پگڑی بنی جو مونث ہے اس سے پگڑ بنا جو مذکر ہے اور بڑی پگڑی کے معنوں میں آتا ہے --

یہ آخری (معروف) عام طور پر تانیث کی علامت ہے اور آخری الف علامت تذکیر یہاں تک کہ بنگالی اور آریا میں جہاں تذکیر و تانیث کا چند ان لحاظ نہیں ہے تصغیر و تکبیر کا امتیاز انہیں علامتوں سے کیا جاتا ہے - اگرچہ یہ ایک عام قاعدہ ہے لیکن زبان میں 'یسے' الفاظ بہت کم ہیں جن کے آخر میں ی معروف یا الف ہو - ایسی صورت میں صرف اہل زبان کی تقلید کرنی پڑتی ہے - اردو زبان میں تذکیر و تانیث کا معاملہ بہت پیچھا ہے اور 'یسے' قرعہ کا وضع کرنا جو سب صورتوں پر حاوی ہوں بہت مشکل ہے - اس میں شک نہیں کہ بیجان اشیاء کی جو تذکیر و تانیث قرار دی گئی ہے اس میں ضرور کسی خیال یا اصول کی پابندی کی گئی ہے لیکن ہر لفظ کی اصل کا پتہ لگانا اور جن اسباب نے اس کی تذکیر و تانیث قرار دیئے میں اثر ڈالا ہے اس پر غور کرنا آسان کام نہیں ہے - ایسی صورت میں ہم صرف اسی قدر کرسکتے ہیں کہ تذکیر و تانیث کے امتیاز کے مختلف قواعد کسی قدر تفصیل سے لکھ دیں تاکہ ان کی شناخت میں کچھ سہولت ہو - زیادہ

تردقت اس وجہ سے پیدا ہوگئی ہے کہ ہمدی کے الفاظ سلسلہ اور پراکرت سے آئے ہیں۔ لیکن ان میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔ خصوصاً لفظ کا آخری حرف یا تو گر گیا ہے یا بدل گیا ہے حالانکہ تذکیر و تانیث کا دار و مدار اسی پر ہے۔

جانداروں کی تذکیر و تانیث

اردو اور دوسری ہمدی زبانوں میں جان دار اور بے جان سب ہی میں تذکیر و تانیث کا لحاظ ہوتا ہے۔ البتہ جانداروں میں یہ آسانی کہ ان میں تذکیر و تانیث کا امتیاز آسان ہے۔ بے جان اشیاء میں چونکہ کوئی علامت تذکیر و تانیث کی نہیں ہوتی اس لئے دشواری ہوتی ہے۔ اگرچہ جانداروں کے لئے بظاہر کسی قاعدے کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کی تذکیر و تانیث قدرتی اور حقیقی ہے، لیکن قواعد میں الفاظ سے بحث ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے جانداروں کی تذکیر و تانیث بھی قطعی قاعدوں کے تحت میں نہیں آتی، ان میں بھی مستثنیات ہیں۔ دوسرے مذکور الفاظ سے جو مونث بنائے گئے ہیں وہ بھی زیادہ تر سماعی ہیں جن میں غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان کے متعلق بھی قاعدوں کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ جن ہمدی الفاظ کے آخر میں الف ہوگا وہ مذکر ہوں گے

جیسے گھوڑا، لڑکا۔

اس میں فارسی عربی کے وہ لفظ بھی آ جاتے ہیں جن کے آخر میں (ا) یا (ة) ہوتی ہے۔ جیسے بندہ، خدا، خواجہ، سقا۔

لیکن عربی کے بہت سے ایسے لفظ ہیں جن کے آخر میں (ة) تانیث کی ہوتی اردو میں مستعمل ہیں جیسے والدہ، ملکہ، سلطانہ۔

نوز ہندی کے وہ لفظ جن کے آخر میں (یا) تانیث کی علامت ہوتی ہے اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جیسے بڑھیا، چڑیا، بلڈریا —

۲ - جن ہندی الفاظ کے آخر میں یاے معروف ہوتی ہے وہ مونث ہوتے ہیں - جیسے گھوڑی، لڑکی —

لیکن ایسے پیشہ وروں کے نام جن کے آخر میں (ی) معروف ہوتی ہے اس سے مستثنیٰ ہیں - جیسے مالی، موچی، دھوبی، گھوسی، تیلی، پتجاری، تندیولی --

یا وہ الفاظ جن کے آخر میں یاے نسبتی ہوتی ہے - جیسے پنجابی، بلگالی، پہاڑی -

اسی طرح بعض عربی کے الفاظ جیسے قاضی، منشی وغیرہ یہ سب اس قاعدے کے تحت میں نہیں آتے —

۳ - یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ مذکور کے آخری 'ا' یا 'ہ' کو یاے معروف سے بدل دینے سے مونث بن جاتا ہے - یا جہاں پیشہ وروں کے نام کے آخر میں ی (معروف) ہوتی ہے اگر اسے (ن) سے بدل دیا جائے تو وہ مونث ہر جاتا ہے - لیکن جہاں آخر میں الف یا ی نہ ہو تو وہاں مشکل پڑتی ہے اس لئے جس جس طرح سے زبان میں مذکور سے مونث بنے ہیں خواہ آخری حرف کے بدلنے سے یا کسی لفظ کے بڑھانے سے، ان میں سے اکثر کو آگے الگ الگ لکھ دیا گیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو —

۴ - ان میں تذکیر و تانیث کی دو صورتیں ہیں - اول، مذکور اور مونث کے الگ الگ الفاظ ہیں، ایک کو دوسرے سے بظاہر کچھ تعلق نہیں جیسے بیل مذکور، گائے مونث - دوم آخر علامت کے بدلنے یا آخر میں کسی حرف یا حروف کے اضافے سے مونث بنایا جاتا ہے جس کی مثالیں نیچے لکھی جاتی ہیں -

۱ - ہر دو مختلف

مذکر	مونث	مذکر	مونث
باپ	ماں	غلام	باندی
میاں	بی بی	نواب	بیگم
بیل	گائے	خضم یا خاوند	جوڑو

۶ - مختلف علامات کے ساتھ

(۱) مذکر کے آخر کا الف یا ہ مونث میں ی (معروف)

سے بدل دی جاتی ہے جیسے :-

لڑکا	لڑکی	کانا	کانی
بیٹا	بیٹی	اندھا	اندھی
بچھڑا	بچھڑی	گھوڑا	گھوڑی
بکرا	بکری	شاہ زادہ	شاہ زادی
بمذہ	بمذی (باندی*)	چیدونتا	چیدونتی
مرغا	مرغی	بھانجا	بھانجی
بھتیجا	بھتیجی	چنچا	چنچی
پھوپھا	پھوپھی	لنگڑا	لنگڑی
لولا	لولی	بھرا	بھری

(ب) آخر میں یائے معروف کے پڑھانے سے

برہمن	برہمنی	ہرن	ہرنی
پتھان	پتھانی	کپوتر	کپوتری
تیتھر	تیتھری	لوہار	لوہاری
چمار	چماری	سزار	سزاری
ماموں	ممانی		

(ج) مذکر کے آخر حرف کو (ن) سے بدل دینے سے یا آخری

* باندی کا لفظ صرف غلام عورت کے معنوں میں آتا ہے اور (بندی) کا لفظ عورتیں بچے کے ضمیر متکلم واحد کے بولتی ہیں جیسے مرد ہند کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

حرف کے آگے (ن) بڑھانے سے ' جیسے :-

مراسی	مراسن	نائی	نائن
کلجوا	کلجورن	جوگی	جورگن
مالی	مالن	دھوبی	دھوبن
بھنگی	بھنگن	گوالا	گوالن
فرنکی	فرنکن	پارسی	پارسن
بھائی	بھین	کھوسی	کھوسن
حاجی	حجن	سپولیا	سپولن
دلہا	دلہن	چودھری	چودھرائن
گارد	گاردن *	ناگ	ناگن

(د) آخر حرف کو حذف کر کے یا بلا حذف (نی) یا (فی) کے اضافے سے

شیر	شیرنی	ملا	ملانی
بلیا	بلینی	استاد	استانی †
		ہاتھی	ہاتنی †
اونٹ	اونٹنی	سور	سورنی
راے (راجہ)	رانی	فقیر	فقیرنی
مور	مورنی	جیتھہ	جیتھانی
دوم	دومنی	مغل	مغلانی
ڈاکٹر	ڈاکٹرنی	دیور	دیورانی
بھوت	بھوتنی	مہتر	مہترانی

* حیدر آباد دکن میں مستعمل ہے - یعنی وہ عورتیں جو مہلوں میں مرد

سپاہیوں کا کام دیتی ہیں یعنی قلمائیاں -

† مذکر کی دال حذف کر دی گئی -

‡ ہاتھی کا الف اور 'ی' دونوں حذف ہو گئے ہیں - یہ (نغا) تھا سے نکلا ہے -

سوند بھاڑے ہاتھ کے سمجھی گئی ہے -

جن	جلالتی *	شاعر	شاعرنی †
بلندت	بلند تانی		

تتو سے تتوانی مونث آتا ہے لیکن حقارت کے موقع پر بولتے ہیں۔

(۴) بعض اوقات اخیر حرف میں کچھ تبدیلی کے بعد

یا بغیر تبدیلی کے (یا) اضافہ کرنے سے مونث بنتا ہے۔ جیسے

کتا	کتیا	بندر	بندریا
چوہا	چوہیا	گدھا	گدھیا
چڑا	چڑیا		

۵۔ بعض غیر زبانوں کے مذکر و مونث بعینہ اردو میں

مستعمل ہیں مثلاً بیگ مذکر، بیگم مونث۔ خاں سے خانم (ترکی)۔

ہے یا عربی کے الفاظ مثلاً سلطان سے سلطانیہ، ملک سے ملکہ۔

خاتون و آتون بھی ترکی لفظ ہیں جو مونث ہیں۔

۶۔ بعض اوقات مذکر اسم خاص سے بھی مونث بنا لیتے

ہیں جیسے —

رحیم	رحیمین	امیر	امیرن
کریم	کریمین	نور	نورن
محمد	محمدی	امامی	امامین
میراد	میرادن	نصیب	نصیبین

بعض اوقات اسماء خاص میں حرف واؤ کے مستعمل و

معروف ہونے سے مونث مذکر کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ واؤ معروف سے

مذکر اور مستعمل سے مونث —

مونث	مذکر	مونث	مذکر	مونث	مذکر
محبو	محبو	رامو	رامو	بندو	بندو
فجیو	فجیو	کلو	کلو		

بعض اسماء خاص مرد عورت کے لیے یکساں استعمال ہوتے

ہیں جیسے گلاب۔ احمدی وغیرہ —

* یہاں مونث واحد مذکر سے نہیں بنتا بلکہ جمع مذکر سے بنتا ہے۔

† جان صاحب کا شعر ہے۔ میں وہ شاعرنی ہوں گو پکڑے کوئی میری زبان

لاکھ۔ مرزا کو سنائیں سو سنائیں میر کو۔ یہ استعمال مزاحاً کیا گیا ہے۔

۷ - عموماً مونث مذکر سے ملتا ہے لیکن بعض مذکر ایسے بھی ہیں جو مونث سے ملتے ہیں جیسے 'بھینسا' 'بھینس' سے 'زندہ' 'راند' سے 'بلاؤ بلی' سے 'سسر یا سسرا' ساس سے —

۸ - بعض الفاظ ایسے ہیں جو صرف مذکر استعمال ہوتے ہیں اور ان کا مونث نہیں آتا اور بعض صرف مونث استعمال ہوتے ہیں اور مذکر ان کا نہیں آتا مثلاً 'چیل' 'بطخ' 'میلنا بلبل' 'فاختہ' 'لومڑی' غیر ذوی العقول میں - 'زندگی' 'کسبی' 'ہوندنگی' 'ڈائن' 'چریل' 'بیوہ' 'سوت' 'سہاگن' وغیرہ ذوی العقول میں مونث استعمال ہوتے ہیں - 'طوطا' 'کوا' 'اڑدھا' 'تیلدوا' 'باز' 'الہ' 'چیتا' وغیرہ غیر ذوی العقول میں اور 'بھاند' 'بھڑوا' 'ہیچڑا' وغیرہ ذوی العقول میں مذکر ہیں —

۹ - چھوٹے چھوٹے جانوروں میں اکثر صرف ایک ہی جنس مستعمل ہے مثلاً مکھی (مونث) جھینگر (مذکر) چھپکلی (مونث) چھچو ندر (مونث) کچھوا (مذکر) بھڑ (مونث) —

۱۰ - اکثر اوقات الفاظ کے ساتھ نر اور مادہ کا لفظ لگا کر مذکر و مونث بدالیتے ہیں مثلاً مادہ 'خر' 'نرگاؤ' 'یا چیتے کی مادہ' مادہ 'خروگوش' وغیرہ —

۱۱ - بعض اوقات مذکر لفظ مونث کے لیے بھی استعمال کر جاتے ہیں مثلاً بیٹی کو ماں پیار سے کہتی ہے "نہ بیٹا ایسا نہیں کرتے" —

۱۲ - بعض لفظ مشترک ہیں 'دونوں کے لیے آتے ہیں - مثلاً بچے کا لفظ یا گھوڑی کو دیکھ کے کہہ سکتے ہیں کہ کھا اچھا جانور ہے —

۱۳ - جن ہندی الفاظ کے آخر الف یا ہ ہوتی ہے مونث میں یاے معروف سے بدل جاتے ہیں - مثلاً لڑکا سے لڑکی - اسی طرح فارسی الفاظ بھی جو اردو میں عام طور پر استعمال ہونے لگے ہیں اسی قاعدے میں آجاتے ہیں مثلاً شاہزادہ سے شاہزادی 'بیچارہ' سے

بے چاری، باندہ سے بلندی، حرام زادہ سے حرام زادی وغیرہ -
بیجان کی تذکیر و تانیث

بیجان اسما کی تذکیر و تانیث قیاسی ہوتی ہے - یعنی الفاظ کی تذکیر اور تانیث ایک دور سے دوسرے دور کو یا ایک نسل سے دوسری نسل کو (ارثاً و روایتاً) پہنچتی ہے اور جس طرح پہنچتی ہے ویسے ہی بولی جاتی ہے - اگرچہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ خاص وجوہ سے بعض الفاظ میں تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو گیا ہے جو پہلے مذکر تھے اب مؤنث ہیں اور جو مؤنث تھے اب مذکر بولے جاتے ہیں - لیکن عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ نسلاً بعد نسل جس طرح یہ الفاظ پہنچتے ہیں ویسے ہی بولے جاتے ہیں - تاہم جہاں تک ممکن ہو سکا ہے ذیل میں چند قاعدے بیان کیے جاتے ہیں -

(۱) اکثر اوقات وہ الفاظ (خصوصاً ہندی اور تدبہوا یعنی مخلوط سنسکرت کے) جن کے آخر ایسا ہوتی ہے یا فارسی کے وہ لفظ جن کے آخر میں 'الف' کا آواز دیتی ہے، مذکر ہوتے ہیں مثلاً 'دبا'، 'گھڑا'، 'دبرا'، 'حقہ'، 'پیشہ'، 'ہفتہ'، 'چولہا' وغیرہ - لیکن اس میں مستثنائ بھی ہیں جو حسب ذیل ہیں -
(۱) تمام ہندی اسمائے تصغیر جن کے آخر 'یا' ہوتا ہے مثلاً 'چڑیا'، 'دبیا'، 'دلہا'، 'تھلیا' وغیرہ -

(ب) تمام عربی کے وہ حرفی الفاظ جس کے آخر میں 'ا' ہوتا ہے - جیسے 'ادا'، 'قضا'، 'حیا'، 'رضا'، 'خطا' وغیرہ -

(ج) عربی کے بعض اسماء جو فعلی کے وزن پر ہوتے ہیں جیسے 'عقبی' -
(د) بعض ہندی لفظ جو تبت سما یعنی خالص سنسکرت کے ہیں - کیونکہ سنسکرت میں علامت تانیث بھی ہے مثلاً 'پوجا'، 'بیچا'، 'ماتا'، 'پررا'، 'پچھوا'، 'بھاگا'، 'سیتلا'، 'گھٹا'، 'گٹھیا'، 'انگیا'، 'مالا'، 'سیھا'، 'جتا'، 'چھالیا'، 'گلکا'، 'چملا' -

(۲) جن ہندی یا غیر ہندی الفاظ کے آخر میں 'یا' ہے

معروف ہوتی ہے وہ مونث ہوتے ہیں۔ جیسے لکڑی، کوٹھی، تالی، کلتجی، تلسی، روٹی، ہڈی، دیوڑھی، سبزی، پریشانی، کشتی۔ البتہ جی، گھی، موتی، پانی دہی، مستثنیٰ ہیں۔ یہ الفاظ سنسکرت سے آئے ہیں اور ہندی میں ان کی آخری علامت بدل گئی ہے۔ ان کی جنس تو وہی رہی جو سنسکرت میں تھی مگر صورت بدل گئی۔ سنسکرت میں یہ مذکر ہیں یا تیسری جنس جو نہ مذکر ہے نہ مونث اور ایسی جنس کے لفظ ہندی میں آکر مذکر ہو جاتے ہیں۔ سنسکرت میں ان کے آخر میں ی (معروف) نہیں ہے۔ جی اصل میں جیوں تھا۔ گھی، گھرتن (घृत) موتی، موک نکن (मौक्तिक) پانی، پانین (पानीय) دہی ددھن (दधिक) —

۳۔ زبانوں کے نام عموماً مونث ہوتے ہیں مثلاً انگریزی، فارسی، اردو، سنسکرت، تامل وغیرہ —

۴۔ ایسے اسما جو آواز کی نقل ہیں مونث ہوتے ہیں۔ سائیں سائیں، چت چت، دھو دھو وغیرہ —

۵۔ دنوں اور مہینوں کے نام مذکر استعمال ہوتے ہیں، دنوں میں جمعرات مستثنیٰ ہے —

۶۔ دھاتوں اور جواہرات کے نام بھی مذکر ہیں، چاندی البتہ مستثنیٰ ہے۔ ہندی میں اسے روپا کہتے ہیں جو مذکر ہے۔ جیسے سونا، جست، لوہا، تین، رانگ وغیرہ —

۷۔ پہاڑوں کے نام مذکر ہیں جیسے ہمالیہ، بلدیہا چل وغیرہ۔

۸۔ ستاروں اور سیاروں کے نام بھی مذکر ہیں —

۹۔ کتا بوں کے نام اگر مذکر ہیں تو مونث ہونگے بشرطیکہ آخر میں ایاء نہ ہو جو مذکر کی علامت ہے جیسے صدرا، کافہ۔ لیکن شفا (شیخ کی تصلیف) مونث ہے، کیونکہ جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے ایسے عربی سے حرفی لفظ مونث ہوتے ہیں۔ لکھن مرکب ہونے کی حالت میں مضاف یا موصوف کی تذکیر

و تانیث پر کتاب کی تذکیر و تانیث مذکور ہوگی مثلاً بوسستان، گلستان، پریم ساگر، راماین مونث ہیں مگر حکایت بسوداگر مونث اور قصہ حلیمہ دائی مذکر ہے —

۱۰۔ اسی طرح نمازوں کے نام مونث بولے جاتے ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا —

۱۱۔ ہندی حاصل مصدر (یعنی وہ اسماء کیفیت جو مصدر سے بنائے جاتے ہیں) اور اکثر اسمائے کیفیت جو اسی وزن پر ہوں مونث ہوتے ہیں جیسے —

پکار، پھٹکار، پھلکار، جھنکار، پچھار، وغیرہ۔ اتار، بکار، مستثنیٰ ہیں —

پھسلن، دھڑکن، کھرچن، چبھن، لگن، اترن وغیرہ۔ البتہ چلن مستثنیٰ ہے —

بذاوت، کھچاوت، نیلاہٹ، گھبراہٹ وغیرہ —
مہک، روک، چوک، جھلک، چمک، بھڑک وغیرہ —
لوت، کھسوت، چوت —
متھاس، کھٹاس، پیاس وغیرہ —

تھکان (تکان) پہچان، ڈھلان، اُٹھان، اُڑان —
البتہ برتاؤ، بچاؤ کے وزن پر جو حاصل مصدر آتے ہیں وہ سب مذکر ہوتے ہیں دباؤ، بچاؤ، بناؤ، لگاؤ، اتکاؤ، تاؤ، لداؤ، بہاؤ وغیرہ۔ دوسرے اسماء کیفیت اور الفاظ جو اس وزن پر آتے ہیں وہ بھی مذکر ہوتے ہیں۔ جیسے بہاؤ، سبھاؤ، الاؤ —
اسی طرح وہ اسماء کیفیت جو اسم یا صفت کے آخر میں ”پن“ لگانے سے بنتے ہیں مذکر ہوتے ہیں۔ مثلاً بچپن، لوکپن، دیوانہ پن وغیرہ —

ہندی کے وہ الفاظ جن کے آخر او (مجهول) یا اوں (واؤ + مجهول) ہوتا ہے اکثر مونث ہوتے ہیں جیسے باؤ، چھاؤں، جو کھوں، بھوں، سوں، سرسوں، کھڑاؤں وغیرہ —

۱۲ - حروف تہجی میں - ب بہہ پ پہہ ت تہہ ج چہہ
چ چہہ ح خ د ذ ڈ ر ز ژ ط ظ ف ہ وی مونث ہیں - جیم اور میم
مختلف فیہ ہیں -

۱۳ - ہندی مصدر مذکر استعمال ہوتے ہیں جیسے اس کا
مرنا سب کو شاق گزرا -

۱۴ - عربی کے وہ اسماء کیفیت جن کے آخر میں ت ہوتی
ہے ' مونث ہوتے ہیں جیسے ندامت ' غذایت ' محبت ' شفقت '
شوکت ' رفعت وغیرہ -

۱۵ - جو عربی الفاظ افعال ' افتعال ' انفعال ' استفعال '
تفعل تفاعل اور تفعیل کے اوزان پر آتے ہیں وہ مذکر ہوتے
ہیں - بروزن افعال -

جیسے اکرام ' احسان ' انعام وغیرہ باستثنائے انشا '
افراط ' ایذا ' امداد ' التحاح ' اصلاح -
بر وزن افتعال جیسے اختیار ' اعتدال ' اضطراب ' اقتدار
وغیرہ باستثنائے ابتدا ' انتہا ' التجا ' احتیاط ' احتیاج ' اطلاع '
اشتہا ' اصطلاح -

بر وزن استفعال جیسے استعفا ' استئنا ' استقلال ' استغنا
وغیرہ باستثنائے استعداد ' استدعا ' استمداد ' استغفار -
بر وزن انفعال جیسے انکسار ' انقلاب ' انحراف وغیرہ -
بر وزن تفعل جیسے توکل ' تکلف ' تعصب ' تغیر ' تبدل '
وغیرہ باستثنائے توقع ' توجہہ ' تمنا ' ترشح ' تضرع ' تہجد -
بر وزن تفاعل جیسے تفاؤل ' تنازع ' تلاطم وغیرہ باستثنائے
تواضع -

بر وزن تفعیل جیسے تذکرہ ' تجربہ ' تصفیہ ' تخلیہ وغیرہ -
۱۶ - جو عربی الفاظ مفاعیلہ کے وزن پر آتے ہیں وہ مذکر
ہیں جیسے مجادلہ ' مشاعرہ ' معاملہ ' ملاحظہ وغیرہ -
لیکن یہی الفاظ یاد دوسرے الفاظ جب مفاعلت کے وزن

پر آتے ہیں تو مونث ہوتے ہیں جیسے معاملات، مصاحبت، مشارکت وغیرہ، یہی حال تفعیل اور تفعیل کا ہے جیسے تربیت، تقویت وغیرہ مونث ہیں۔ تفعیل کی مثالیں لکھی جا چکی ہیں۔

۱۷۔ تمام عربی الفاظ تفعیل کے وزن پر مونث ہوتے ہیں جیسے تحریر، تقریر وغیرہ باستثناے تعویذ۔ لیکن جب تفعیل کے بعد ہاے ہوز آتی ہے تو وہ الفاظ مذکر ہو جاتے ہیں۔ جیسے تخریض، تعلیقہ وغیرہ۔

۱۸۔ نیز وہ الفاظ عربی و فارسی جن کی آخر میں اضافی ہوتی ہے اکثر مذکر ہوتے ہیں۔ جیسے نسخہ، روضہ، صفحہ، دورہ، طرہ، شیشہ، آئینہ، پیمانہ وغیرہ باستثناے دفعہ، توبہ۔

۱۹۔ عربی اسمائے ظرف مذکر ہوتے ہیں جیسے مکتب، مسکن، مقام، مشرق، مغرب وغیرہ باستثناے مجلس، محفل، مسطر، مسجد، مجال، مسند وغیرہ۔

۲۰۔ اسمائے آلہ و وزن مفعال اکثر مونث ہوتے ہیں۔ جیسے مقراض، میزان وغیرہ۔ باستثناے معیار، مقیاس، لیکن و وزن مفعول اکثر مذکر ہوتے ہیں جیسے ملبر، مصقل وغیرہ باستثناے مشعل۔ مگر و وزن مفعول ہمیشہ مذکر ہوتے ہیں جیسے مطلقہ، مصقلہ وغیرہ۔

۲۱۔ تمام فارسی حاصل مصدر جن کے آخر میں ش ہ مونث ہوتے ہیں۔ جیسے دانش، خواہش، بخشش وغیرہ۔ جوہ، نوش، خروش متثانی ہیں۔

۲۲۔ مرکب الفاظ جو دو لفظوں سے مل کر بنتے ہیں خواہ بلا حرف عطف یا مع حرف عطف ان کی تذکیر و تانیث میں بھی اختلاف ہے۔

(۱) جو لفظ دو افعال یا ایک اسم اور ایک فعل سے مل کر بنتے ہیں وہ اکثر مونث ہوتے جیسے آمد و رفت، زد و کوب

نشست و برخاست، شست شو، قطع و برید، تراش خراش، تگ و دو، آمد و شد، خرید و فرخت، بود و باش - دار و گیر، شکست و ریخت، داد و دھش، کم و کاست - باستثنائے سوز و گداز، بلد و بست، ساز باز -

(ب) اگر ان میں ایک مونث اور دوسرا مذکر ہے (مع حرف عطف یا بلا حرف عطف) تو فعل کی تذکیر و تانیث آخری لفظ کے لحاظ سے ہوگی - جیسے آب و ہوا، قلم و وات، آب و غذا، آب و گل، کشت و خون، تاخت و راج، عنایت نامہ، سالار منزل، خلوت خانہ وغیرہ، پیچ و تاب مستثنیٰ ہے - مگر جب دو لفظ مل کر ایک خاص معنوں میں آئیں تو یہ لحاظ نہیں رہتا جیسے گلشکر -

(ج) جب دونوں جز مذکر ہوں تو مذکر اور دونوں مونث ہوں تو لفظ مونث ہوگا جیسے آب و رنگ، آب و دانہ، آب و نمک، گلقد، مذکر استعمال ہوتے ہیں - اور آب و تاب، جستجو، گفتگو مونث ہیں - مگر شیر برنج مستثنیٰ ہے، حالانکہ دونوں جز مذکر ہیں لیکن پھر بھی مونث ہے - غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ فرنی اور کھیر دونوں مونث ہیں لہذا شیر برنج بھی ان کا مترادف ہونے کی وجہ سے مونث ہی استعمال ہونے لگا - نیشکر جس کے دونوں جز مونث ہیں مذکر آنا ہے، اس لیے کہ گنے کا مترادف ہے - چونکہ گنا مذکر مستعمل ہے اس لیے نیشکر بھی مذکر بولا جانے لگا --

۲۳- جن الفاظ کے آخر میں بلد، آب (سوائے مہتاب کے جس کے معنی ایک قسم کی آتشبازی کے ہیں) بان، وان، ستان، سار، زار ہوتا ہے وہ اکثر مذکر ہوتے ہیں جیسے سہلہ بلد، پاسبان، گلاب، پیچوان، گلستان، بوستان (باستثنائے نام کتب معروفہ) کوہسار، لالہ زار وغیرہ -

۲۴- جن الفاظ کے آخر "گاہ" لگا ہوتا ہے وہ مونث ہوتے

ہیں - جیسے تعلیم گاہ ، بندرگاہ ، قیام گاہ وغیرہ —

۲۵- بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جو بعض معنوں میں

مذکر ہیں اور بعض معنوں میں مؤنث جیسے —

دوپہر جب دن کے خاص وقت کے لیے آتا ہے اجو بارہ بجے

ہوتا ہے (تو مؤنث ہے جیسے دوپہر دھل گئی —

دوپہر بمعنی دو ساعہ مذکر ہے جیسے مجھے انتظار کرتے

کرتے دوپہر ہو گئے —

گزر (مذکر) گزرنے کا حاصل مصدر ہے - جیسے میرا گزر

وہاں ہوا —

گزر (مؤنث) بمعنی گزراوقات ' جیسے اس میں میری گزر

نہیں ہوتی —

تکرار بحث اور جھگڑے کے معنوں میں مؤنث - جیسے

میری اُس سے تکرار ہو گئی —

تکرار کسی لفظ کے مکرر لانے کے معنوں میں مذکر جیسے

اس لفظ کا تکرار فصیح نہیں —

آب پانی کے معنوں میں مذکر -

آب صفائی یا چمک کے معنوں میں مؤنث جیسے

موتی کی آب -

مد ضد جزر جیسے دریا کا مد -

مد جب اُس خط کے معنوں میں ہو جو حساب میں

یا عرضی پر کھینچا جاتا ہے تو مؤنث ہے ' بعض

نے مذکر بھی لکھا ہے -

مد نوکری یا حساب کے صیغے کے معنوں میں مؤنث

جیسے روپیہ کون سی مد سے دیا جائے -

مد الف مدد و دہ کا نشان مذکر ہے -

توک (عربی) بمعنی دست برداری مذکر ہے -

توک (مؤنث) صفحہ کے آخر میں آئندہ صفحہ کی

عبارت کا پہلا لفظ جو اس غرض سے لکھا دیا جاتا ہے کہ ورقوں کے ملا نے میں آسانی ہو -	
”ترک اک اک جزو کی دو دوپہر ملتی نہیں“ (اسپر)	
طول کی ضد، مذکر - جیسے اس مکان کا عرض -	عرض
بمعنی التماس، مونث - جیسے میری یہ عرض ہے -	عرض
جھاگ کے معنوں میں مذکر -	کف
تلوے یا ہتھیلی کے معنوں میں مختلف فیہ -	کف
تاکا سے اسم مونث ہے -	تاک
انگور کی پھل کے معنوں میں مذکر -	تاک
قصد کے معنوں میں مذکر -	آہنگ
آواز کے معنوں میں مونث -	آہنگ
تالاب کے معنوں میں مذکر -	قال
وزن موسیقی کے معنوں میں مونث -	قال
بلدوق کی نلی مونث -	نال
ناف کے معنوں میں مختلف فیہ -	نال
گھاس وغیرہ کی دندی مونث -	نال
لکڑی یا پتھر کا کنڈا جو پہلوان اُٹھاتے ہیں، مذکر -	نال
ایک خاص پھل کے معنوں میں مذکر -	بیل
باقی سب معنوں میں مونث -	بیل
بمعنی مانند، مذکر -	مئل
کاغذات مقدمہ، مونث -	مئل
بمعنی ظرف یعنی طاس شمع، مذکر -	لگن
بمعنی لگاؤ، مونث -	لگن
بمعنی مقام غروب، مذکر -	مغرب
بمعنی وقت شام، مونث -	مغرب

۲۵ - عربی الفاظ کی جمع جب عربی قواعد کے دو سے

آتی ہے تو اس کی تذکیر و تانیث میں صرف یہ یاد رکھنا

چاہیے کہ جو حالت واحد کی ہے وہی جمع کی ہوگی۔ مثلاً شے، متجاس اور مسجد مونث ہیں تو ان کی جمع اشیاء، مساجد اور متجاس بھی مونث ہوگی۔ چلند الفاظ البتہ مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً اگرچہ معرفت، حقیقت، قوت، شفقت مونث ہیں مگر ان کی جمع معارف، حقائق، قویٰ اور اشفاق مذکر مستعمل ہیں۔ بعض متاخرین اہل لکھنؤ کا یہ قول ہے کہ ہر لفظ کی عربی جمع مذکر ہی آتی ہے۔ یہ قاعدہ تو بہت اچھا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ اہل زبان یوں نہیں بولتے۔ اہل دہلی اور بعض اور مقامات کے لگ بجز بعض مستثنیات کے ہمیشہ مونث کی جمع مونث اور مذکر کی مذکر ہی استعمال کرتے ہیں۔ جن حضرات کا یہ قول ہے کہ ہر عربی لفظ کی عربی جمع مذکر بولنی چاہئے انہیں یہ دھوکا اس وجہ سے ہوا ہے کہ بعض الفاظ جو مونث ہیں ان کی جمع بھی اسی وزن پر آئی ہے جو واحد میں مذکر ہیں مثلاً حادثہ مذکر ہے اس کی جمع حوادث ہے لہذا یہ بھی مذکر ہے اور مذکر بولا جاتا ہے۔ چونکہ حقائق بھی اسی وزن پر ہے دھوکے میں اسے بھی مذکر بولنے لگے۔ لیکن یہ چلند الفاظ مستثنیات میں سے ہیں اس پر سے یہ قیاس قائم کر لینا کہ ہر عربی لفظ کی خواہ مونث ہو یا مذکر (جمع مذکر ہی ہوگی صحیح نہیں ہے۔ واحد میں جب ہم ایک لفظ کو جو مونث غیر حقیقی ہے مونث تسلیم کرتے ہیں تو افعال اور صفات بھی اس کے لیے مثل مونث حقیقی کے استعمال کرتے ہیں اور کوئی فرق اس میں اور مونث حقیقی میں نہیں کرتے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ مونث حقیقی کی عربی جمع کو مونث بولیں اور مونث غیر حقیقی کی جمع کو مذکر۔ جب ایک بار بے جان شے مونث قرار پا چکی تو پھر اس میں اور حقیقی مونث میں کسی قسم کا فرق اور امتیاز باقی نہیں رہتا۔ ہمارے خیال میں حتیٰ الامکان اس قسم

کے الفاظ کی اردو جمع استعمال کرنا زیادہ فصیح ہے ، اگرچہ بعض مواقع پر عربی جمعوں کا استعمال کرنا ناگزیر ہے ۔ ایسی حالت میں بجز چند مستثنیٰ الفاظ کے یہی قاعدہ یاد رکھنا چاہئے کہ مونث کی جمع مونث ہوگی اور مذکر کی جمع مذکر —

۲۶ - ایک مسئلہ یہ بھی قابل بحث ہے کہ جو نئے لفظ غیر زبانوں سے اردو میں داخل ہو گئے ہیں یا آئندہ داخل ہوں ، ان کی تذکیر و تانیث کا کیا قاعدہ ہوگا - ہماری رائے اس کے متعلق یہ ہے کہ ایسے دخیل الفاظ کی تذکیر و تانیث کا فیصلہ اُسی قسم کے دوسرے الفاظ کے مطابق جو پہلے سے موجود ہیں کیا جائے - یعنی جو نئے الفاظ کے ہم معنی یا قریب المعنی ہیں یا معنوں کے لحاظ سے ایک ہی ذیل میں آتے ہوں ان پر قیاس کر کے ان کی تذکیر و تانیث قرار دی جائے - مثلاً ریل کا لفظ ہے یہ گاڑی کی قسم ہے - گاڑی خود مونث ہے اور گاڑی کی اکثر قسمیں مونث ہیں اس لیے لوگ خود بخود اسے بھی مونث کہنے لگے - اسی طریقہ پر ، اسٹیشن ، لال تین ، بتن ، کوٹ ، ٹیبل ، لیڈپ وغیرہ الفاظ کی تذکیر و تانیث قرار پائی -

لیکن یہ قاعدہ جدید الفاظ کے لیے بھی ایسا ہی عام ہے جیسا قدیم الفاظ کے لیے کہ جس لفظ کے آخر میں الف ہے یا آخری لفظ الف کی آواز دیتا ہے وہ مذکر ہوگا اور جس کے آخر میں ی معروف ہوگی وہ مونث ہوگا - جیسے چابی اور یونیورسٹی مونث ہیں اور سایا (لہلہا) اور کمرہ مذکر ہیں -

یہ قاعدہ کوئی جدید نہیں ہے بلکہ اس پر ہمیشہ سے عمل رہا ہے - فارسی کے الفاظ کثرت سے اردو ہندی میں داخل ہوتے رہے - فارسی زبان میں بیجان چیزوں کی تذکیر و تانیث نہیں ہوتی - مگر جب نئے لفظ زبان میں آئے تو ان کی تذکیر و تانیث ہندی ہم معنی الفاظ کے موافق قرار دی گئی -

مثلاً شاخ کو مونث اس لیے کہا گیا کہ تہذیبی یا ذالی مونث بولی جاتی ہے - سال مذکر ہے اس لیے کہ برس مذکر ہے -

۲۷ - چند الفاظ ایسے ہیں جنہیں اہل زبان مذکر و مونث دونوں طرح بولتے ہیں - یا بعض الفاظ ایسے ہیں کہ وہ ایک جگہ مونث بولے جاتے ہیں اردو و سری جگہ مذکر جیسے -

سائنس *	قلم	فکر †	غور	طرز	نقاب ‡
موقد	شکر قند	کتار	درود	فاتحہ	کلمک
کیف	جھونک	سیل	سبحہ	ہن	گزند
نشاط	حروف تہجی	میں میم	اور چہر	زنار §	منازع ¶
قامت	گیند Δ	مالا §			

املا، عام طور سے مذکر ہے مگر اہل لکھنؤ میں مختلف فیہ ہے -

مالا، دہلی اور اس کے نواح میں مونث ہے مگر اہل لکھنؤ میں مختلف فیہ ہے -

پیپنگ (بیچے معرف) دلی میں مونث ہے - لکھنؤ اور یورپ کے دوسرے شہروں میں یہ لفظ زبر سے بولا جاتا ہے اور مذکر ہے -

مختلف فیہ

† اہل دہلی و لکھنؤ دونوں کی ہاں مختلف فیہ ہے یعنی مذکور مونث دونوں طرح استعمال ہوا ہے -

‡ مختلف فیہ -

§ مختلف فیہ -

§ اہل دہلی مونث اور اہل لکھنؤ مذکر بولتے ہیں

Δ اہل لکھنؤ مذکر بھی بولتے

¶ اہل لکھنؤ مذکر اور اہل دہلی مونث بولتے ہیں

تعداد و حالات

اسم عام یا تو ایک ہو گا یا ایک سے زیادہ - اسی کو تعداد

کہتے ہیں —

ایک کو واحد اور ایک سے زیادہ کو جمع کہتے ہیں —

اردو میں بھی دوسری ہندی آریای زبانوں کی طرح

تثنیہ نہیں ہوتا - سنسکرت اور عربی میں ہوتا ہے - تثنیہ اُسے

کہتے ہیں جس میں دو کا ہونا پایا جائے - جیسے عربی میں

والدین 'قطبین' طرفین وغیرہ اور سنسکرت میں پتراؤ (والدین) -

اردو میں سوائے اُن الفاظ کے جن کے آخر میں الف

(یا اس کا کوئی ہم آواز حرف ۛ یا ع) ہوتا ہے 'مذکر کی

صورت واحد اور جمع میں یکساں رہتی ہے - البتہ حروف ربط

کے آجانے سے جمع کی صورت میں تبدیلی ہو جاتی ہے ورنہ

ان صورتوں کے علاوہ خاص جمع کی غرض سے جو تبدیلیاں

ہوتی ہیں وہ مونث ہی میں ہوتی ہیں - ذیل کے قاعدوں اور

گردانوں میں ان سب تبدیلیوں کی تصریح کی جاتی ہے —

اس کی ہم نے دو تقسیمیں کی ہیں - ایک صورت تو وہ ہے

جب اسم بغیر کسی حرف ربط کے آئے - دوسری صورت وہ ہے

جب اسم کے بعد کوئی حرف ربط ہو —

پہلے ہم ان تبدیلیوں کو بیان کریں گے جب کہ اسم کے

ساتھ کوئی حرف ربط نہیں ہوتا —

۱ - جن واحد مذکر الفاظ کے آخر میں ایاء ہے، جمع میں یہ ایاء یاے معجہول سے بدل جاتی ہے - جیسے

واحد	جمع	واحد	جمع
لڑکا	لڑکے	پردہ	پردے
لڑکا آیا	لڑکے آئے	پردہ اُٹھا	پردے اُٹھے

جن الفاظ کے آخر میں ایسی ہوتی ہے جو الف کی آواز دیتی ہے وہ فارسی یا عربی ہوتے ہیں - جیسے بندہ، دیوانہ، پنچہ، دانہ، درجہ، تماشا، جلسہ وغیرہ - ہندی لفظوں کو الف ہی سے لکھنا چاہئے لیکن رسم خط کی وجہ سے بعض نام ہ ہی سے لکھ جانے لگے ہیں - جیسے، آگرہ - کلکتہ - وغیرہ -

۳ - بعض واحد مذکر لفظ جن کے آخر میں الف ہوتا ہے جمع میں ے سے نہیں بدلتے -

(۱) اس میں کچھ لفظ تو ایسے ہیں جو خالص سنسکرت ہیں اور نہیں بدلتے، جیسے راجا، داتا وغیرہ -
(ب) رشتہ داروں کے نام، ابا، چچا، تایا، دادا، تایا، پھپھا، آکا، پتا -

(ج) فارسی کے اسم کے فاعل جیسے دانا، بیڈا، آشنا، شناسا -
(د) غیر زبانوں کے بعض اسم جیسے دریا، ہما، صدرا وغیرہ -

۳ - جن واحد مذکر الفاظ کے آخر میں ایاء نہیں ہوتی اُن کی واحد اور جمع میں ایک ہی صورت رہتی ہے جیسے -

واحد	جمع	واحد	جمع
بھائی آیا	بھائی آئے	بھیل آیا	بھیل آئے
گھر بن گیا	گھر بن گئے	لڈو کھایا	لڈو کھائے

۴ - جن واحد مذکر لفظوں کے آخر میں (ان) (الف) اور (نون غلہ) ہوتا ہے، ان کی جمع میں واحد کا الف ے سے بدل جاتا ہے - جیسے دھواں سے دھوئیں، رواں سے روئیں -

مونث الفاظ کی جمع مذکر سے مختلف طرح پر بنتی ہے -

ذیل کے بیان سے اس کی کیفیت معلوم ہوگی -

۱ - جن مونث واحد الفاظ کے آخر میں ی (یاے معروف)

ہو اُن کی جمع کے لئے ی کے بعد (اں) بڑھا دیتے ہیں جیسے لڑکی سے لڑکیاں - گھوڑی سے گھوڑیاں - کرسی سے کرسیاں -

۲ - جن مونث واحد الفاظ کے آخر میں الف ہوتا ہے

جمع میں اس کے بعد 'ئیں' (ئیں) بڑھا دیتے ہیں جیسے گھٹا ئیں، مامائیں، سبھائیں، تمنائیں، ہوائیں -

۳ - جن مونث واحد الفاظ کے آخر میں یا ہو، ان کی

جمع میں صرف (ں) بڑھا دیتے ہیں - جیسے گڑیاں سے گڑیاں بڑھیا سے بڑھیاں چڑیا سے چڑیاں -

اس قسم کے لفظ اکثر اسم تصغیر ہوتے ہیں - جیسے تہیا،

چوہیا، پڑیا، تھلیا -

غیر زبانوں کے الفاظ جو یا پر ختم ہوتے ہیں، اس قاعدے

کے تحت میں نہیں آتے بلکہ ان کی جمع قاعدے ۲ کے مطابق

بنتی ہے جیسے ریا، حیا وغیرہ کی جمع ریا ئیں اور حیا ئیں -

اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو ہندی لفظوں میں یا اضافی ہے

جو تصغیر یا صفت بنانے کے لئے لگایا جاتا ہے - غیر زبانوں کے

الفاظ میں ی اصل لفظ کا جز ہے اور اس لئے یہ سمجھنا چاہئے

کہ آخر میں یا نہیں بلکہ الف ہے -

۴ - جن مونث واحد الفاظ کے آخر میں ان میں سے کوئی

حرف نہیں ہوتا جن کا ذکر اوپر کے تین قاعدوں میں ہوا ہے

تو ان کی جمع کے لئے آخر میں یں (یں) بڑھا دیا جاتا ہے

جیسے مالن سے مالئیں - کتاب سے کتابیں - گاجر سے گاجرین

بیگم سے بیگمیں، بات سے باتیں، جو رو سے جو رو ہیں -

بہوں کی جمع بہو ہیں ہوتی ہے - ہندی میں بہوں کے آخر

کا نون غنہ محض اعراب کا کام دیتا ہے کوئی حرف نہیں ہے

اس لئے اس کی جمع اس طرح بدلتی گئی ہے گویا لفظ کے آخر میں وہ 'ن' نہیں —

مختص جمع کے لئے جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کا ذکر ہو چکا۔ اب ان تبدیلیوں کو دیکھنا ہے جو حرف ربط کے آنے سے ہوتی ہیں۔

حرف ربط یہ ہیں۔ 'ن'، 'ک'، 'کی'، 'کو'، 'پر' (یہ) سے 'تک' میں۔

۱۔ جن واحد الفاظ کے آخر میں ایسا ہوتا ہے کہ ان حروف کے آجانے سے یا اے مجہول سے بدل جاتے ہیں جیسے لڑکے نے کہا۔ پردے میں بیٹھے ہیں۔ قلعے کے اندر۔ جمعے کے روز۔

لیکن ذیل کے لفظ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔
(۱) وہ ہندی لفظ جو خالص سنسکرت ہیں یا جن میں اصل سے بہت کم تبدیلی ہوئی ہے جیسے :-

راجا، گھٹا، سبھا، پوجا، بھاگا (بھاشا)، جٹا، چٹا، سیٹا، داتا، مالا، جاترا، بیٹا، بیسوا، پروا، پیچھوا، وغیرہ۔ جیسے راجا نے کہا۔ سبھا میں بیٹھے ہیں۔ داتا کی خیر۔

(ب) وہ اسم جو عزیزوں اور رشتہ داروں کے معنوں میں آتے ہیں۔ جیسے چچا، ابا، دادا، نانا، خالہ، پھپھا، ماما، پتا، انا، ددا، آیا۔ جیسے ابا نے پوچھا، خالہ نے پھار کہا۔

(ج) عربی سے حروفی لفظ جیسے ریا، ربا، دعا، حیا، عیا، قبا، زنا، ہوا، بلا، دوا، صفا، غذا، ثلثا، رجا، سزا، جزا، جفا، وفا، جلا، ادا، خلا، بقا وغیرہ۔ جیسے دوا نے کچھ اثر نہ کیا۔ حیا سے سر نیچے کر لیا۔ ہوا میں خلکی ہے۔

(ج) ایسے عربی لفظ جو سے حروفی سے زیادہ ہیں اور جن کے آخر میں الف ہے۔ جیسے تمنا، اخفا، التجا، انشا، افترا، اقتضا، ابتد، انتہا وغیرہ۔ جیسے بڑی تمنا سے آیا تھا، ابتدا میں

بہت مشکل ہے۔

مدعا، منشا، ملجا، ماوا، وغیرہ - جیسے یہ بات مہرے منشا کے خلاف ہے —

مگر ایسے عربی لفظ جو اردو میں گھل - ل گئے ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں، ان میں دوسرے لفظوں کی طرح تبدیلی ہوتی ہے - جیسے اس نے اپنے استعفیٰ میں کوئی وجہ نہیں لکھی - میں اس کے تقاضے سے تلک آگیا ہوں —

(د) اسمائے خاص نیز لقب اور عہدوں کے نام جیسے 'ملا' خلیفہ، راجا، آقا، آغا، مرزا، رانا، وغیرہ - جیسے 'ملا' کی دور مسجد تک - راجا نے مرزا کو بلایا -

(۴) جغرافی ناموں میں جن کے آخر میں الف یا ہ ہوتی ہے تبدیلی ہو جاتی ہے - جیسے آگرہ، کلکتہ، سکندریہ، مکہ، مدینہ، کوفہ، دجلہ، گولکنڈہ، پٹنہ، گلبرگہ، اتارہ وغیرہ - جیسے 'تاج محل آگرے میں ہے - کلکتے کی آبادی بارہ لاکھ ہے

البتہ خالص سنسکرت نام اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے 'جمنا'، 'گنگا'، 'مٹھرا'، 'گیا'، 'نربدا'، 'ہمالیہ' وغیرہ - جیسے 'آلہ آباد میں گنگا جمنا کا سلگم ہے -

اسی طرح دوسری زبانوں کے شہروں اور دریاؤں اور پہاڑوں کے نام بھی مستثنیٰ ہیں جیسے بخارا، برما، ایشیا، امریکہ، پروشیا، سلعا، سینا وغیرہ —

جہاں لفظ کے آخر میں الف یا ہ نہیں ہوتی وہاں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جیسے شہر میں تھا، مالی نے کہا، لڑکی سے پوچھا، بچہ کو مارا وغیرہ —

۳ - دھواں، رواں، گنواں، میں ان، دیں سے بدل جاتا ہے جیسے دھوئیں سے، روئیں میں —

۴ - پانچواں، سے پانچویں، ساتواں سے ساتویں، دسواں سے دسویں وغیرہ میں الف یاے متجہول سے بدل جاتا ہے -

۵ - ایسے عربی الفاظ جن کے آخر میں ع ہوتا ہے جب ان کے بعد حرف ربط آتا ہے تو ع کے بعد (ے) بڑھا دیتے ہیں - جیسے مصرعے میں، قلعے میں -

۶ - جمع کی حالت میں حرف ربط کے آنے سے یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں -

(۱) مذکر اسماء میں جمع کے لئے آخر میں و ن بڑھا دیتے ہیں - جیسے شہروں میں، راجاؤں نے، مالیوں کو -

ایسے الفاظ جن کے آخر میں الف یا ہ ہوتی ہے جمع کی حالت میں حرف ربط آنے سے جمع کی (ے) گرجاتی ہے جیسے لڑکوں نے، پردوں میں -

(ب) جمع مونث کا (الف ن) یا (ی ن) بھی (و ن) سے بدل جاتا ہے - جیسے، لڑکیوں نے، دھوبلوں کو -

(ج) جن الفاظ کے آخر میں واو ہوتی ہے خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث، حرف ربط کے آنے سے ان کی جمع دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوتی ہے - یعنی آخر میں (و ن) بڑھا دیا جاتا ہے - جیسے چودروں، آرزوؤں، داڑوؤں وغیرہ -

صرف کے رو سے اسم کی یہ چند حالتیں ہیں جو جمع کی صورت میں یا حروف ربط کے آنے سے پیدا ہوتی ہیں - لیکن بلحاظ معنی بھی اسم کی چند حالتیں ہیں جن کا بیان نکتہ میں آنا چاہیئے - مگر صرف میں بھی بعض اوقات اور خاص کر فعل کے بیان میں ان کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے سرسری طور سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے 'تفصیلی بیان نکتہ میں ہوگا -

۱ - فاعلی حالت - یہ اسم کی وہ حالت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کام کا کرنے والا ہے یا وہ کسی خاص حالت میں ہے - جیسے احمد گیا - رام نے کھانا کھایا - وہ بیمار ہو گیا -

اس حالت میں اسم کے ساتھ کبھی نے آتا ہے اور کبھی بغیر نے کے استعمال ہوتا ہے ۔

۳۔ مفعولی۔ یہ وہ حالت ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسم پر کام کا اثر واقع ہوا ہے۔ جیسے میں نے سانپ مارا۔ یہاں مارنے کا اثر سانپ پر واقع ہے اس لئے سانپ مفعولی حالت میں ہے۔ اُس نے احمد کو کتاب دی۔ یہاں احمد اور کتاب دونوں مفعولی حالت میں ہیں۔ میں نے رام سے کہا۔ یہاں رام مفعولی حالت میں ہے۔ جو اسم مفعولی حالت میں ہوتا ہے اس کے ساتھ کبھی کو اور کبھی سے آتا ہے اور کبھی ان دونوں حروف میں سے کوئی بھی نہیں آتا۔

ندائی۔ جس سے کسی کا بلانا ظاہر ہو۔ جیسے احمد! یہاں آؤ۔ لڑکے! کیا کرتا ہے۔

ندائی حالت میں اگر واحد مذکر اسم کے آخر میں الف یا ہ ہو تو وہ پائے مجہول سے بدل جاتے ہیں۔ جیسے لڑکے! شور نہ کر۔ اور جمع میں آخر کا نون گر جاتا ہے۔ جیسے لڑکوں! شور نہ کرو۔ لڑکیوں! چپ بیٹھو۔ صاحبزادے! غور سے سناؤ۔

لیکن ”بیٹا“ کا لفظ بعض اوقات ندائی حالت میں بھی بغیر تبدیلی کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی دونوں طرح جائز ہے۔ جیسے بیٹا! یہ بات اچھی نہیں ہے۔ بیٹے ایسا نہیں کرتے۔

خبری۔ وہ اسم جو بطور خبر کے واقع ہوتا ہے۔ جیسے وہ بیمار ہے۔ حامد اس شہر کا حاکم ہے۔ ان جملوں میں بیمار اور حاکم دونوں خبری حالت میں ہیں۔

اضافی۔ جس میں کسی ایک اسم کو دوسرے سے نسبت دی جائے یعنی ایک اسم کا علاقہ یا تعلق کسی دوسرے اسم سے ظاہر کیا جائے۔ جیسے احمد کا گھوڑا۔ یہاں گھوڑے کا تعلق احمد سے بتایا گیا ہے اس لئے یہ مضاف ہے۔ اور جس سے نسبت یا علاقہ

ظاہر کیا جائے اُسے مضاف الیہ کہتے ہیں۔ اس جملے میں احمد مضاف الیہ ہے۔

حروف اضافت واحد مذکر میں (کا) جمع میں (کے) اور واحد اور جمع مونث میں (کی) آتے ہیں۔

واحد	جمع
مذکر	احمد کا گھوڑا
مونث	احمد کی بلیاں

ظرفی۔ جب کسی اسم سے زمان یا مکان یعنی وقت یا جگہ کا مفہوم پایا جائے تو وہ ظرفی حالت میں ہوتا ہے۔ جیسے وہ گھر میں ہے۔ وہ صبح سے کام کر رہا ہے۔ وہ شام تک بیٹھا رہا۔ وہ بالا خانے پر ہے۔ اس نے گھرے میں سے شکر نکالی۔ ظرفی حالات میں اسما کے ساتھ حروف میں سے 'تک' پر، 'میں سے'، 'اوپر'، 'نیچے'، 'تلی'، 'اندر'، 'اندر سے'، 'کو' آتے ہیں۔ بعض اوقات کوئی حرف نہیں ہوتا۔ جیسے وہ صبح آیا۔

طوری۔ جس سے طور، طریقہ، اسلوب، ذریعہ، سبب اور مقابلہ معلوم ہو۔ جیسے شوق سے پڑھتا ہے۔ اُس نے تلوار سے مارا۔ وہ منجھ سے بڑا ہے۔ وہ دولت سے بڑھا۔

اسما کی تصغیر و تکبیر

تصغیر کے معنی چھوٹا کرنے کے ہیں۔ بعض اوقات الفاظ میں کسی قدر تغیر کر کے یا بعض حروف کے اضافے سے اسما کی تصغیر بنا لیتے ہیں۔

(۱) کبھی تصغیر محبت کے لیے بنائی جاتی ہے۔ مثلاً بھائی سے بھیا، بہن سے بہنا۔

(۲) کبھی حقارت کے لیے جیسے مزد سے مزدور، جور سے جروا۔

(۳) کبھی چھوٹائی کے لیے جیسے شیشہ سے شیشی یا ششیا۔

اردو میں اسما کی تصغیر کئی طرح آتی ہے

(۱) الفاظ کے آخر میں (ا) (وا) بڑھا دینے سے جیسے

جورو سے جروا - مرد سے مردوا ، بھائی سے بھوا ، لونڈا سے لونڈیا -

(۲) بعض اوقات مذکر کو مؤنث بنانے سے مثلاً شیشہ سے

شیشی ، توکرا سے توکری -

(۳) بعض اوقات مختلف علاماتِ زاء ، زی ، لی ، لا ، یا وغیرہ

بڑھا دینے سے اور الفاظ میں کسی قدر تبدیلی کرنے سے جیسے

آنکھ سے آنکھڑی ، ڈٹھ سے گٹھڑی ، مکھ سے مکھڑا ، پلنگ سے

پلنگڑی ، جی سے جیوڑا ، کوندے سے کوندالی ، تاند سے نندولا

کھات سے کھٹولا ، سانپ سے سنپولا یا سپولیا ، گاک (کوا) سے

ککھلا ، چور سے چوٹھا ، آم (آنب) سے انبیا -

بعض اوقات متضاد حقارت کے لیے، رویہ کو روپلی بولتے

ہیں - سودا نے ایک جگہ شاعر کو حقارت سے شاعر لا لکھا ہے -

بعض اوقات اسم خاص کی تصغیر (تحقیر کے لیے) بنا لیتے

ہیں جیسے لکھنوی سے لکھلوا ، کانپوری سے کانپوریا پوری سے پریا -

فارسی میں چک وغیرہ علامات تصغیر ہیں مثلاً باغچہ

مردک ، مشکیزہ -

تصغیر کی ضد تکبیر ہے جس کے معنی ہیں بڑا کرنا یا بڑھانا -

بعض اسموں کو عظمت کے لیے کسی قدر تغیر سے بڑا یا بھاری

بہر کم کر کے دکھاتے ہیں جیسے مخدوم سے مخادیم ، اگرچہ

مخادیم جمع ہے لیکن بعض اوقات کسی شخص کو تحقیر سے

(جو بڑا بنتا ہے) مخادیم کہتے ہیں جیسے بڑا مخادیم بنا

بیٹھا ہے - اسی طرح پگڑی سے پگڑ ، گٹھری سے گٹھڑ ، بات سے بتلگڑ -

کبھی شہ (شاہ) کا لفظ شروع میں لگا کر بتاتے ہیں - جیسے

شہتیر ، شہباز ، شاہ بلرت ، شاہراہ ، شہپر ، شاہکار - یہ اصل

میں فارسی ترکیب ہے اور اردو میں عام طور پر مروج ہے -

اسی طرح ہندی الفاظ کے شروع میں ”مہا“ (سامسکرت)

لفظ بڑھا کر تکبیر بنا لیتے ہیں جیسے مہاکاچ ، مہاراج وغیرہ -

۲ صفت

الفاظ صفت وہ ہیں جو کسی اسم کی حالت یا کیفیت یا کیفیت ظاہر کریں۔

صفت ہمیشہ اسم کی حالت کو محدود کر دیتی ہے۔ مثلاً
پیکار لوگ، جاہل آدمی، شیریں لڑکا۔
اس کی کئی قسمیں ہیں

- ۱۔ صفت ذاتی
- ۲۔ صفت نسبتی
- ۳۔ صفت عددی
- ۴۔ صفت مقداری
- ۵۔ صفت ضمیری

(۱) صفت ذاتی

وہ ہے جس سے کسی چیز کی اندرونی حالت یا خصوصیت ظاہر ہو جیسے ہلکا، تھوس، سبز، شیریں، چالاک۔

(۱) بعض اوقات یہ صفات دوسرے اسمایا افعال سے بھی بنائی جاتی ہیں۔ مثلاً لڑاک (لڑنے سے) دھڑوان (دھال سے) کھلاڑی (کھیل سے) بلی (بل سے) جھوٹ، لاج و نت، ہلوسوز، بھانوان (چی، لاج، ہلوس، اور بھاگ سے)۔

(۲) یہ صفت بعض اوقات بلکہ اکثر دوالفاظ سے مرکب ہوتی ہے۔ مثلاً ہلوس مکھ، من چلا، ملہ پھت وغیرہ۔

(۳) بعض فارسی علامتیں عربی، ہندی الفاظ کے ساتھ آکر صفت کا کام دیتی ہیں۔ جیسے سعادت ملد، ناشکرا، بے فکرا، بے چین، بے بس، بے ڈھب وغیرہ۔

(۴) فارسی، عربی ذاتی صفات بھی اردو میں کثرت

سے مستعمل ہیں۔ جیسے 'دانا'، 'احمق'، 'بھلا'، 'شریف'، 'نفیس'،
خوب وغیرہ۔

(۵) سے کا حرف مقابلے کے لیے آتا ہے۔ جیسے شہد سے
میٹھا، دودھ سے سفید، یعلیٰ شہد سے زیادہ، میٹھا اور دودھ سے
بڑا کر سفید، وہ مجھ سے بڑا ہے۔ یہ کپڑا اس سے اچھا ہے
جماعت میں یہ لڑکا سب سے ہوشیار ہے۔

کبھی (میں) بھی ان معنوں میں 'استعمال' ہوتا ہے جیسے
سب میں بڑا یہی ہے۔

(۶) بعض اوقات صفات میں زیادتی، زور یا مبالغہ
پیدا کرنے کے لیے بعض الفاظ بڑھادیے جاتے ہیں۔ وہ
لفظ یہ ہیں۔

بہت۔ جیسے، بہت اچھا۔ تمہارا بھائی اس لڑکے سے
بہت بڑا ہے۔

بڑا۔ بڑا گہرا، تالاب، بڑا المبا، سانپ۔

زیادہ۔ یہ زیادہ اچھا ہے۔ زیادہ سستا ہے۔

نہایت۔ نہایت عمدہ۔ نہایت نفیس (عربی فارسی
صفات کے ساتھ آتا ہے)۔

کہیں۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہے۔

سے۔ بڑے سے بڑا۔ اچھے سے اچھا۔

بعض اوقات (ایک) کا لفظ بھی مبالغہ کے لیے آتا ہے۔

جیسے، وہ ایک، چبٹا ہوا ہے۔ ایک بدذات ہے۔

یہ جو چشم پر آب ہیں دونوں

ایک خانہ خراب ہیں دونوں

لیکن اس کا استعمال ذم کے موقع پر ہوتا ہے۔

کبھی بہت اور زیادہ ملکر بھی آتے ہیں۔ جیسے وہ بہت

زیادہ لالچی ہے۔

کبھی 'بدرجہ' بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے یہ

اس سے بدرجہا بہتر ہے - یہ اس سے ہزار درجہ اچھی ہے -
 اسی طرح اعلیٰ درجے کا 'اول نمبر کا' اول درجے کا،
 پرلے درجے کا، پرلے سرے کا، کے الفاظ بھی یہی کام دیتے ہیں
 جیسے اعلیٰ درجے کا ماہر - اول نمبر کا چور - پرلے درجے کا
 بھوقوف - پرلے سرے کا احمق -

اردو میں چند حروف یا علامتیں ہندی
 منفی صفات ذاتی | کی ایسی ہیں جن کے لگانے سے صفات

میں نفی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں - جیسے

ا	جیسے	اٹل	امر	(نہ مرنے والا)
آن	جیسے	انجان	آن مل	
نر	جیسے	نرمل	نراس	
بے	جیسے	بے دھوک	بے سرا	بے جوڑ
ک	جیسے	گراہ	کدھب	
بن	جیسے	بن سرا	بن جتئی	(زمین)
ن	جیسے	نڈر نکما	نگوڑا	

مگر فارسی عربی الفاظ کے ساتھ فارسی عربی کی علامتیں
 استعمال ہوتی ہیں - مثلاً نالائق، نابھنا (فارسی علامت)
 غیر ممکن (عربی علامت) بے وقوف (فارسی علامت) -
 (۱) صفات نسبتی

صفات نسبتی وہ ہیں جن میں کسی دوسری شے سے لگاؤ
 یا نسبت ظاہر ہو، مثلاً ہندی، عربی وغیرہ -

۱ - عموماً یہ لگاؤ اسم کے آخر میں یا معرف کے پڑھانے
 سے ظاہر ہوتا ہے، جیسے فارسی، ترکی، ہندوستانی، آبی،
 پہاڑی وغیرہ -

۲ - جب کسی اسم کے آخر میں (ی) یا (ا) ہوتا ہے تو اسے
 واؤ سے بدل کر (ی) پڑھا دیتے ہیں جیسے دہلی سے دہلوی،
 سندیلہ سے سندیلوی، موسیٰ سے موسوی، عیسیٰ سے عیسوی -

۳۔ بعض اوقات (ا) کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے مکہ سے
مکی، مدینہ سے مدنی۔

۴۔ بعض اوقات (انہ) بڑھانے سے نسبت ظاہر کرتے ہیں
جیسے غلامانہ، جاہلانہ، مردانہ (یہ فارسی ترکیب ہے)۔
۵۔ ہندی میں بھی چند علامتیں ہیں جن کے اسم کے آخر
میں آنے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے۔

دایالا (ہندی میں) (د) اور (ل) کا بدل عام طور پر ہوتا
ہے (جیسے سنہرا، روپہلا، چچہرا، مسیحا)۔

واں۔ جیسے گہواں
را۔ جیسے گنوار (گاؤں سے)
لایالا۔ جیسے سانولا، رنگیلا، متیالا، اکھلا، منجھلا، پچھلا، اگلا،
والا۔ جیسے کلکتے والا
کا۔ جیسے قیامت کا، غضب کا
سا۔ جیسے چاند سا
(۳) صفت عددی

جس سے تعداد کسی اسم کی معلوم ہو۔

۱۔ تعداد دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جب ٹھیک عدد کسی
شے کا معلوم ہو جیسے پانچ آدمی (چھ گھوڑے)۔ اسے تعداد
معین کہتے ہیں۔

دوسرے جب ٹھیک ٹھیک تعداد کسی شے کی نہ معلوم ہو
جیسے چند لوگ، بعض شخص۔ اسے تعداد غیر معین کہتے ہیں۔
۲۔ تعداد غیر معین کے لیے اکثر یہ الفاظ مستعمل
ہوتے ہیں۔

کئی، چند، بعض، سب، کل، بہت، بہت سے، تھوڑا، تھوڑے،
کم، کچھ۔

۳۔ تعداد معین کی تین قسمیں ہیں۔

ایک تعداد معمولی جیسے دو، تین، چار وغیرہ کل اعداد۔

(ف) پراکرت سے ہندی الفاظ بنانے میں آخری حرف علت عموماً گر جاتا ہے۔ حروف ربط خارج کر کے درمیانی حرف علت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ یہاں سنسکرت اور پراکرت کے اصل ہند سوں کا لکھنا اور یہ بتانا کہ موجودہ ہندی ہند سے کیسے بنے ہیں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱	سنسکرت	ایک	پراکرت	ایکا	ہندی	ایک
۲	سنسکرت	دو	پراکرت	دو	ہندی	دو
۳	سنسکرت	تری	پراکرت	رتنی	ہندی	تین
۴	سنسکرت	چتر	پراکرت	چتاری	ہندی	چار
۵	سنسکرت	پنچم	پراکرت	پانچا	ہندی	پانچ
۶	سنسکرت	ششت	پراکرت	چھا	ہندی	چھہ *
۷	سنسکرت	سپتم	پراکرت	ستا	ہندی	سات
۸	سنسکرت	آشتم	پراکرت	آٹھا	ہندی	آٹھ
۹	سنسکرت	نوم	پراکرت	نا	ہندی	نو
۱۰	سنسکرت	دشم	پراکرت	دسا	ہندی	دس

دس کے آگے کے ہند سے اکائیوں اور دہائیوں کے ملنے سے بنے ہیں اور ان میں جو تبدیلی ہوئی ہے وہ ظاہر کی جاتی ہے۔
 اول پراکرت (دسا) بدل کر (دھا) ہوا اس کے بعد (دھا) سے (دھا) ہو گیا۔ یہ وہی دھا ہے جو گیارہ بارہ وغیرہ میں آتا ہے۔
 ۱۱۔ سنسکرت اکادش (یعنی ایک اور دس) پراکرت
 ایادھا ہندی اگیارہ سے گیارہ۔

(ہندی میں سنسکرت کاک گ سے بدل گیا اور اول کا

حرف علت گر گیا)۔

۱۲	سنسکرت	دوا دس	پراکرت	وارھا	ہندی	بارہ
۱۳	سنسکرت	تری دس	پراکرت	تیرھا	ہندی	تیرہ
۱۴	سنسکرت	چتر دس	پراکرت	چودھا	ہندی	چودہ
۱۵	سنسکرت	پنچ دس	پراکرت	پانارھا	ہندی	پندرہ

- ۱۶ سنسکرت شودش پراکرت سورہا ہندی سولہ
 ۱۷ سنسکرت سپتدش پراکرت سترہا ہندی ستورہ
 ۱۸ سنسکرت اشتدش پراکرت اتہارہا ہندی اتہارہ
 ۱۹ سنسکرت اُن وین شتی پراکرت ایکونارسٹی ہندی انوس
 ۲۰ سنسکرت وین شتی پراکرت وی سٹی ہندی بیس

ان ہند سوں میں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ خلاف معمول نو کا ہندسہ ہر دہائی کے ساتھ اگلی دہائی سے ایک کم کر کے ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً انیس اصل میں ایک اُون ایس ہے اُون کے معنی کم اور ایس پراکرت وی سی کا بگڑا ہوا ہے۔ یعنی ایک کم بیس۔ اسی طرح انتیس ایک اُون تیس، یعنی ایک کم تیس ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اُنتالیس اُنچاس اُنستہ، اُنہتر، اُناسی ہیں مگر نو اسی (نو اور اسی) ننانوے (نو اور نوے) باقاعدہ ہیں۔

- ۳۰ سنسکرت ترون شتی پراکرت تیسا ہندی تیس
 ۴۰ ” چتر شتی ” چتالیسا ” چالیس
 ۵۰ ” پنچاشت ” پان ناسا ” پچاس
 ۶۰ ” شش تی ” ” ساتھ
 ۷۰ ” سپ تی ” ” ستر
 ۸۰ ” اشتی (اسمیں ت گر گئی، اور س بدل ہو کر) اسی (ہو گیا)۔

- ۹۰ ” نوتی ” ” ناوے ” ” نوے
 ۱۰۰ ” شت ” ” ستا، سیا ” ” سو، سے

(شت) پراکرت (ساؤ) سے (سو) یا (سے) بنا —

تعداد معین کی دوسری قسم تعداد ترتیبی ہے، جس سے ترتیب کسی شے کی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے سائواں، پانچواں وغیرہ۔ اس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ تعداد معین کے آگے (واں) لگاتے ہیں۔ لیکن پہلے چار عدد اور چھ کا ہندسہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ ان کی تعداد ترتیبی یہ ہے —

پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، چھٹا —

بعض اوقات اعداد کے آگے (وں) اظہار کلیت کے لیے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے پانچوں، تینوں - چھٹوں جاتے رہے، چاروں موجود ہیں، دونوں آگئے - دونوں میں لفظ دون بجائے دو کے استعمال ہوا ہے اور اس کے آگے وں بڑھایا گیا ہے۔ بعض اوقات مزید تاکید کے لیے اُسے دہرا دیتے ہیں، جیسے دونوں کے دونوں چلے گئے، ساتوں کے ساتوں موجود ہیں —

فارسی میں عدد کے آخر میں (مہم) بڑھا دیتے ہیں جیسے یکم دوم سوم چہارم وغیرہ —

تیسری قسم تعداد معین کی تعداد اضافی ہے، جس میں کسی عدد کا ایک یا ایک سے زائد بار دہرانا پایا جائے۔ اُردو میں کئی طرح مستعمل ہے --

۱۔ عدد کے آگے گنا بڑھانے سے جیسے دگنا، تگنا، چوگنا وغیرہ - گنا یا گونہ (فارسی) دراصل سلسلہ کثرت کے لفظ گوں سے ہے، جس کے معنی قسم کے ہیں —

۲۔ چنڈ (فارسی) کے بڑھانے سے جیسے دو چنڈ، سہ چنڈ، دہ چنڈ وغیرہ —

۳۔ ہرا بڑھانے سے جیسے دوہرا، تہرا، چوہرا —
ہرا در حقیقت ہارا کا مختلف ہے جو سلسلہ کثرت کے لفظ ارا سے بنا ہے —

بعض اوقات تعداد معین کے آگے ایک کا لفظ بڑھا دینے سے تعداد غیر معین ہو جاتی ہے جیسے پچاس ایک آدمی بیٹھے تھے، جس کے معنی ہوں گے تخمیناً یا کم و بیش پچاس - اسی طرح بیس ایک، دو ایک، ایک آدھ وغیرہ —

دس، بیس، پچاس، سیکڑہ، ہزار، لاکھ، کروڑ جمع کی حالت میں تعداد غیر معین کے معنوں میں آتے ہیں اور اس سے کثرت کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسے منجھ دسوں کام ہیں، اس

مکان میں بیسوں (یا بیسیوں) کمرے ہیں۔ ہر روز سینکڑوں آدمیوں سے ملنا پڑتا ہے۔ ہزاروں آدمی جمع تھے۔ لاکھوں روپیہ صرف ہوگا۔

اسی طرح ان کی فارسی جمع صدھا، ہزارھا، لکھو کھا، کروڑھا بھی اسی طور سے استعمال ہوتی ہے۔
کسری اعداد۔ یہ بہت بے قاعدہ ہیں۔ زیادہ معروف ذیل میں دیے جاتے ہیں۔

پاؤ $(\frac{1}{100})$ پونے $(\frac{1}{100} -)$

چوتھائی $(\frac{1}{4})$ سوا $(\frac{1}{4} +)$

تہائی $(\frac{1}{3})$ تیزہ $(\frac{1}{3} +)$

آدھا $(\frac{1}{2})$ دھائی (آڑھائی) $(\frac{1}{2} +)$

پون $(\frac{3}{4})$ ساڑھ $(\frac{1}{4} +)$

پاؤ اکثر تلہا پاؤ سیر وغیرہ کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ وضاحت اور رفع اشتباہ کے موقع پر چوتھائی کے لفظ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ پونے کے معنی ہیں کہ اس عدد یا مقدار میں سے ایک چوتھائی کم۔ یہ اعداد نیز مقدار اور پیمائش کے الفاظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ ”سوا“ کا بھی یہی استعمال ہے۔ جب کسی اسم کے ساتھ آتا ہے تو یہ معنی ہیں کہ وہ عدد یا مقدار اور ایک چوتھائی جیسے سوا دو، سوا سو۔ تیزہ بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس عدد یا مقدار کا ایک اور آدھا گدا۔ جیسے تیزہ سیر، تیزہ گز، تیزہ سو۔ آڑھائی کے معنی ہیں دو اور آدھا، لیکن جب کسی عدد یا اسم کے ساتھ آتا ہے تو اس عدد یا

مقدار کا دو اور آدھا گنا ظاہر کرتا ہے۔ جیسے اڑھائی سیر، اڑھائی سو۔ سارے کبھی تنہا استعمال نہیں ہوتا۔ جب یہ کسی عدد یا اسم کے ساتھ آتا ہے تو وہ عدد یا مقدار اور ایک نصف زیادہ بتاتا ہے جیسے سارے چار سیر یعنی چار سیر اور آدھا سیر۔ یہ ایک اور دو کے عدد کے ساتھ نہیں آتا، ایسے موقع پر تیزہ اور اڑھائی کے لفظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ ”پونے“ کے معنی ہیں ایک چوتھائی کم۔ جیسے پونے چار یعنی ایک چوتھائی کم چار۔ پون جب تنہا بغیر دوسرے عدد کے آتا ہے تو وہ پونے کی جگہ سمجھا جاتا ہے، جیسے پون دوٹی، پون گز، پون سو۔

صفت مقداری

اعداد جس طرح گنتی کے لیے بطور صفت کے استعمال ہوتے ہیں، اسی طرح وہ مقدار یعنی وزن یا ناپ کے لیے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسے چار سیر گھی، چار گز کپڑا۔ بعض اور الفاظ بھی شمار اور مقدار کے لیے استعمال ہوتے ہیں، لیکن اعداد کی طرح وہ کسی معین تعداد یا مقدار کو نہیں بڑاتے جیسے ’کتنے آدمی بیٹھے ہیں (تعداد)۔ پانی کتنا چڑا آیا (مقدار)۔ جتنا کھانا کھا سکو کھاؤ (مقدار)۔ اتنا پانی مت پیو (مقدار)۔ اتنے آدمی یہاں نہیں سما سکتے (تعداد)۔

علاوہ اتنا، جتنا، کتنا کے، یہ اور وہ بھی کبھی کبھی مقداری صفت کے معنوں میں آتے ہیں۔ جیسے یہ دھیر کتابوں کا پڑا ہے۔ بوسات کا وہ زور ہے کہ خدا کی پناہ۔

صفت ضمیری

(وہ ضمیریں جو صفت کا کام دیتی ہیں۔ وہ یہ ہیں: —

وہ، یہ، کون، جو، کیا —

مثالیں۔ وہ عورت آئی تھی۔ یہہ کام مجھے سے نہیں

ہو سکتا - کون شخص ایسا کہتا ہے - جو کام تم سے نہیں ہو سکتا
اُسے ہاتھ کیوں لگاتے ہو؟ کیا چیز گر پڑی؟ — (

یہ الفاظ جب تنہا آتے ہیں تو ضمیر ہیں اور جب کسی
اسم کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو صفات ہیں —

صفت کی تذکیر و تانیث اور جمع	اردو میں صرف انہیں صفات میں تذکیر و تانیث یا واحد و جمع کا امتیاز ہوتا ہے، جن کے واحد کے آخر میں الف

یا ہ (جو الف کا آواز دیتی ہے) ہوتی ہے —

اسما کی طرح اردو صفات کے آخر کا الف مذکر کی علامت
ہے اور یاے معروف تانیث کی - جمع کی حالت میں واحد
کا آخر الف، یاے مجہول سے بدل جاتا ہے - مونث میں واحد
اور جمع کی صورت یکساں رہتی ہے —

مذکر	واحد	جمع
اچھا مرد	اچھے مرد	
مونث	اچھی عورت	اچھی عورتیں

وہ فارسی اور عربی لفظ جو کثرت استعمال سے اردو میں
گہل مل گئے ہیں، اس قاعدے کے تحت میں آ جاتے ہیں -

جیسے سادہ سے سادی، تازہ سے تازی، دیوانہ سے دیوانی
جدا سے جدی - لیکن عمدہ سے عمدی فصیح نہیں سمجھا جاتا -
جن صفات کے آخر میں الف، یا ہ یاے معروف نہیں ہوتی
ان کی صورت واحد اور جمع، تذکیر و تانیث میں ایک ہی
رہتی ہے اور کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی —

مذکر	واحد	جمع
گرم کھانا	گرم کھانے	
مونث	گرم دوٹی	گرم دوٹیاں

صفات عددی (باترتہب) میں مذکر کا (اں) مونث
میں ی (معروف) اور ں سے بدل جاتا ہے - لیکن جب

مذکر کے بعد حرف ربط آتا ہے تو الف ' یاے مجہول سے بدل جاتا ہے لیکن مونث میں حرف ربط کے بعد بھی وہی حالت رہتی ہے -

مثالیں

مونث - پانچویں (یاے معروف) عورت

پانچویں (یاے معروف) عورت نے

مذکر - پانچواں مرد

پانچویں (یاے مجہول) مرد نے

اردو میں اکثر صفاتی لفظ ایسے ہیں جو تنہا بطور اسم عام کے استعمال ہوتے ہیں اور اُن کی جمع بھی اسما کی طرح آتی ہے - اچھا آدمی (صفت) - چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے (اسم) - یہ بلگالی لڑکا بہت ذہین ہے (صفت) - بلگالی بہت ذہین ہوتے ہیں (اسم) -

بعض اوقات صفات کی تصغیر بھی آتی ہے -
صفات کی تصغیر | جیسے لمبے سے لمبو، موٹے سے مٹلا -

۳ - ضمیر

لوحہ الفاظ جو بجائے اسم کے استعمال کیے جاتے ہیں ضمیر کہلاتے ہیں۔ جیسے وہ نہیں آیا۔ میں آج نہیں جاؤں گا۔ اس میں (وہ) اور (میں) ضمیر ہیں۔ ضمیر سے فائدہ یہ ہے کہ بار بار انہیں اسما کو جو گزر چکے ہیں دہرانہیں پڑتا، اور زبان میں الفاظ کے دہرانے سے جو بدنمائی پیدا ہو جاتی ہے وہ نہیں ہونے پاتی۔

ضمیر کی قسمیں

(۱) شخصی (۲) موصولہ (۳) استفہامیہ (۴) اشارہ (۵) تنکیر (۱) ضمیر شخصی وہ ہے جو اشخاص کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ ایک وہ جو بات کرتا ہے اسے متکلم کہتے ہیں دوسرا وہ جس سے بات کی جاتی ہے اسے مخاطب کہتے ہیں تیسرا وہ جس کی نسبت ذکر کیا جاتا ہے اسے غائب کہتے ہیں ضمائر کی حالتیں وہی ہوتی ہیں جو اسم کی ہیں (سوائے حالت خبری کے)۔ ہر ایک کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

ضمائر متکلم

واحد	جمع
میں	ہم
مجھے یا مجھکو	ہمیں یا ہم کو
میرا	ہمارا
فاعلی حالت	
مفعولی حالت	
اضافی حالت	

ظرفی حالت	مجہہ میں	ہم میں
طوری حالت	مجہہ سے	ہم سے
	ضمائر مخاطب	
	واحد	جمع
فاعلی حالت	تو	تم
مفعولی حالت	تجھے یا تجھکو	تمہیں یا تم کو
اضافی حالت	تیرا	تمہارا
ظرفی حالت	تجہہ میں	تم میں
طوری حالت	تجہہ سے	ہم سے
	ضمائر غائب	
	واحد	جمع
فاعلی حالت	وہ	وہ
مفعولی حالت	اسے یا اس کو	ان کو یا انہیں
اضافی حالت	اُس کا	اُن کا
ظرفی حالت	اُس میں	اُن میں
طوری حالت	اُس سے	اُن سے

اُردو ضمائر میں تذکیر و تانیث کا کوئی فرق نہیں ہوتا -
 ضمائر غائب میں واحد اور جمع دونوں کے لیے (وہ) آتا ہے
 اور اس میں اشخاص اور اشیا کا امتیاز نہیں ہوتا -
 پرانی اردو میں واحد کے لیے (وہ) اور جمع کے لیے (وے) استعمال ہوتا تھا -

(تو) بے تکلفی اور محبت کے لیے آتا ہے جیسے ماں بچے سے 'گرو چلے سے باتیں کرتا ہے' یا مخاطب کی کم حیثیتی کو ظاہر کرتا ہے جیسے آقا نوکر سے باتیں کرتے وقت استعمال کرتا ہے - بعض اوقات بہت بے تکلف دوست بھی تو کہہ کر باتیں کرتے ہیں -

نظم میں اکثر مخاطب کے لیے (تو) لکھتے ہیں - یہاں

تک کہ بڑے بڑے لوگوں اور بادشاہوں کو بھی اسی طرح خطاب کیا جاتا ہے -

بعد شاہان سلف کے تجھے یوں ہے تفضیل
 جیسے قرآن پس توریت و زبور و انجیل (ذوق)
 دعا پر کروں ختم اب یہ قصیدہ
 کہاں تک کہوں تو چلیں ہے چناں ہے (میر)
 دعا مانگتے وقت خدا سے بھی (تو) سے خطاب کیا جاتا
 ہے - دوسرے مواقع پر واحد مخاطب کے لیے (تم) ہی
 استعمال کرتے ہیں - لیکن اصل بات یہ ہے کہ سوائے بے تکلفی
 کے موقع کے تم بھی اکثر نوکروں اور چھوٹے لوگوں سے خطاب
 کرتے وقت بولا جاتا ہے - ورنہ اکثر اور عموماً واحد مخاطب
 اور جمع مخاطب دونوں کے لیے (آپ) کا لفظ استعمال ہوتا ہے -
 آپ تعظیماً واحد غائب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے
 اگرچہ لوگ طرح طرح کی اینٹائیوں پہنچاتے تھے مگر آپ
 کو کبھی ملال نہ ہوتا - یا جب کوئی شخص کسی کو دوسرے
 سے ملاتا ہے تو تعظیماً کہتا ہے کہ آپ فلاں شہر کے رئیس ہیں -
 آپ شاعر بھی ہیں وغیرہ وغیرہ -

(ہم) ضمیر متکلم جمع میں استعمال ہوتا ہے ، لیکن بڑے
 لوگ بجائے واحد متکلم کے بھی استعمال کرتے ہیں - جیسے
 ہم نے جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کیوں نہیں کی گئی -
 نظام میں یہ تخصیص نہیں وہاں اکثر واحد متکلم کے لیے بھی
 آتا ہے جیسے :-

ہم بھی تسلیم کی خو تالیں گے

بے نیازی تیری عادت ہی سہی

ایک ہم ہیں کہ دیا اپنی بھی صورت کر بکار

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

کبھی متکلم عموماً محبت کے خیال سے (ہم) استعمال کرتا جیسے

ایک روز ہمیں یہ سب کچھ چھوڑنا پڑیگا۔ ترقی کیسی ہماری حالت ہی اس قابل نہیں —

کبھی متکلم اپنے لیے (ہم) کا استعمال کرتا ہے۔ جیسے یہ چند روزہ صحبت غلیمت ہے ورنہ پھر ہم کہاں تم کہاں۔ ہماری قسمت ہی بڑی ہے جو کام کیا بگڑ گیا۔ وہ بڑے ضدی ہیں کسی کی کہوں ماننے لگے آخر ہمیں کو د بنا پڑا —

بعض اوقات اس کا استعمال مبہم ہوتا ہے اور یہ صحیح طور پر نہیں معلوم ہوتا کہ متکلم کے ساتھ اور کون شریک ہیں۔ مثلاً کوئی کہے ”میرا ساتھ کون دیکا“ اُس کے جواب میں دوسرا شخص کہے ”ہم سب تمہارا ساتھ دیں گے“ اگرچہ کہنے والا واحد ہے مگر دوسروں کو بھی شریک کر لیتا ہے۔

بعض اوقات اُس کے ساتھ دوسرے الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے ہم رعایاے سرکار۔ ہم شرکاءے مجلس —

کبھی کبھی محض انکسار کی قرض سے جب کہ اپنی شخصیت کا اظہار سننے والوں کے سامنے مناسب خیال نہیں کیا جاتا۔ گویا متکلم اپنی رائے یا فعل کو دوسروں کی آرزو میں چھپا لیتا ہے۔ جیسے ہماری رائے میں تعلیم کی اصلاح میں نہایت سرگرمی سے کوشش کرنی چاہیے —

اس کا استعمال زیادہ تر اخباروں کے ادیٹر کرتے ہیں جو گویا اہل ملک کے نائب ہیں —

بعض اوقات یار اور یاروں کا لفظ واحد متکلم کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے یار تو گوشہ تلہائی میں رہتے ہیں کہیں انہیں نہ جائیں۔ یاروں سے بیچ کر کہاں جائے گا۔ یاروں کا لفظ واحد متکلم اور جمع متکلم دونوں کے لیے آتا ہے۔ مگر عموماً بے تکلفی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے۔ یہ استعمال کسی قدر عامانہ سمجھا جاتا ہے —

کیا مد نظر تم کو ہے یا روں سے تو کہیے

گر منہ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہیے (ذوق)

جب کسی جملے میں کوئی اسم یا ضمیر فاعلی حالت میں ہو اور وہی مفعول بھی واقع ہو تو بجائے ضمیر مفعولی کے 'آپ کو'، 'اپنے تئیں' یا 'اپنے آپ' کو استعمال کرتے ہیں جیسے احمد آپ کو دور کھینچتا ہے یا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے یا اپنے کو فاضل خیال کرتا ہے —

اسی طرح جب کوئی اسم یا ضمیر کسی فقرے میں فاعل ہے اور اس کی اضافی حالت لانی مفعول ہو تو بجائے اصل ضمیر اضافی کے اپنا، اپنی، یا اپنے حسب موقع استعمال ہوں گے۔ جیسے احمد اپنی حرکت سے باز نہیں آتا۔ تم اپنا کام کرو مجھے اپنے کام سے فرصت نہیں۔ وہ خود تو چلے گئے مگر اپنا کام مجھے پر چھوڑ گئے۔ یہ اُسی حالت میں ہے جب کہ فاعل ایک ہو۔ اگر فاعل الگ الگ ہیں تو (اپنے) کی ضمیر نہیں آئے گی بلکہ جس ضمیر کا موقع ہو گا اُسی کی اضافی حالت لکھی جائے گی۔ جیسے وہ تو چلے گئے مگر اُن کا کام مجھے پر آ پڑا۔ یہاں چلے گئے کا فاعل وہ ہے اور آپڑا کا فاعل اُن کا کام ہے۔ جیسے تم تو چلے گئے مگر تمہارا کام انہوں نے مجھے سونپ دیا۔ یہاں چلے گئے کا فاعل تم ہے اور سونپ دیا کا فاعل انہوں نے —

اپنا، اپنی اور اپنے مضاف کے لحاظ سے حسب ترتیب واحد مذکر، واحد و جمع مؤنث اور جمع مذکر کے لیے آتے ہیں۔ اگر حروف ربط میں سے کوئی مضاف کے بعد آ جاتا ہے تو (اپنا) بدل کر (اپنے) ہو جاتا ہے۔ جیسے وہ اپنے کام سے غافل ہے۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں —

در اصل ایسے فقروں میں اصل ضمیریں اپنا، اپنے اپنی سے بدل گئی ہیں۔ مثلاً مجھے اپنے کاموں سے فرصت نہیں۔ اصل

میں تھا، مجھے میرے کاموں سے فرصت نہیں —
 آپ اور اپنا دوسرے ضائکے کے ساتھ تاکید کے لیے بھی
 آتا ہے، مثلاً حالت فاعلی میں، میں آپ گیا تھا۔ وہ آپ آئے
 تھے۔ ہم آپ آئے تھے۔ تم آپ گئے تھے۔ حالت اضافی میں جیسے
 میرا اپنا کام تھا۔ یہ ان کا اپنا باغ ہے —
 میرا اپنا جدا معاملہ ہے

اور کے لین دین سے کہا کام (فالب)
 فارسی کا لفظ خود بھی (جس کے معنی آپ یا اپنے کے ہیں)
 انہیں معنوں میں آتا ہے جیسے انہوں نے خود فرمایا۔ خود
 بعض حالتوں میں زیادہ فصیح ہے، اور خصوصاً حالت مفعولی
 میں۔ جیسے میں نے خود اُسے دیا، یہاں خود کے استعمال سے
 ابہام پایا جاتا ہے کہ خود کا تعلق (میں) سے ہے یا (اُسے) سے۔
 لہذا اس کے رفع کے لیے ایسے موقعوں پر استعمال کی یہ صورت
 ہونی چاہیے کہ جس لفظ سے اس کا تعلق ہو اس کے اول استعمال
 کیا جائے۔ مثلاً اگر یہاں خود کا تعلق (میں) سے ظاہر کرنا مقصود
 ہو تو یوں کہا جائے ”خود میں نے اُسے دیا“۔ مگر حالت اضافی
 میں خود کا کہنا فصیح نہیں ہے ایسے موقع پر (اپنا) زیادہ
 فصیح ہے۔ مثلاً ”خود کا کام خود کرنا چاہیے“ کی بجائے ”اپنا
 کام آپ کرنا چاہیے“ زیادہ فصیح ہوگا۔

۲۔ ضمیر موصولہ | وہ ہے جو کسی اسم کے بجائے آتی ہے مگر
 اس کے ساتھ ہمیشہ ایک جملہ ہوتا ہے

جس میں اس کے اسم کا بیان ہوتا ہے۔ جیسے وہ کتاب جو کل
 چوری گئی تھی مل گئی۔ آپ کے دوست جو چھپک رو ہیں
 مجھے ملے تھے۔ پہلے جملے میں (جو) کتاب کے لیے اور دوسرے
 میں (جو) دوست کے لیے ہے اور ساتھ کے جملوں میں دونوں
 اسموں کا بیان ہے —

ضمیر موصولہ صرف (جو) ہے، جس کی مختلف حالتیں یہ ہیں۔

واحد جمع

جو، (حرف نے کے ساتھ) جو، (نے کے ساتھ)

فاعلی حالت جس نے جملہوں نے

مفعولی حالت جس کو یا جسے جن کو یا جنہیں

جن کا

(مذکر) جسکا

اضافی حالت

جن کی

(مونث) جسکی

جن میں

جس میں

ظرفی حالت

جن سے

جس سے

طوری حالت

جن کو، جنہیں، جملہوں نے، جن کا، اگرچہ جمع ہیں مگر

تعظیماً، واحد کے لیے آتے ہیں۔ جس اسم کے لیے یہ ضمیر آتی

ہے اسے مرجع کہتے ہیں۔

ضمیر موصولہ ہمیشہ ایک جملے کے ساتھ آتی ہے اور دوسرا

جملہ اس کے جواب میں ہوتا ہے مثلاً وہ کتاب جو کل خریدی

تھی، جاتی رہی۔ اس میں دو جملے ہیں ایک 'جو کل خریدی

تھی، دوسرا "وہ کتاب جاتی رہی"۔ اس میں "جو"

ضمیر موصولہ ہے۔

(جو) حالت فاعلی میں واحد اور جمع دونوں میں

یکساں استعمال ہوتا ہے، مگر جب فاعل کے ساتھ نہ ہو تو واحد

میں (جو) بدل کر (جس) اور جمع میں (جملہوں) ہو جاتا

ہے۔ مثلاً جس نے ایسا کہا برا کہا۔ وہ لوگ جنہوں نے قصور کیا

تھا معاف کر دیے گئے۔

کبھی (جو) کے جواب میں فقرہ ثانی میں اسو) آتا ہے

جیسے جو ہو سو ہو۔ جو چڑھے گا سو گرے گا۔

(جون) بھی ہندی ضمیر موصولہ ہے مگر اردو میں (سا) کے ساتھ

مل کر آتا ہے۔ جیسے ان میں سے جون سا چاہو لے لو۔ جمع میں

(جون سے) اور واحد و جمع مونث میں (جون سی) استعمال ہوتا ہے۔

کبھی (کہ) بطور ضمیر موصولہ کے استعمال ہوتا ہے جیسے

میں کہ آشوب جہاں سے تھا ستم دیدہ بہت
امن کو سمجھا غنیمت دل غم دیدہ بہت (آزاد)
جو ' جس اور جن بہ تکرار بھی آتے ہیں ' اور واحد یا جمع
کی حالت میں ان کا اطلاق فرداً فرداً ہوتا ہے۔ مثلاً جو جو
پسند ہو لے لو۔ جن جن کے پاس گیا انہوں نے یہی جواب دیا۔
نہا ئے استغما میہ

جو سوال پوچھنے کے لیے آتی ہیں ' دو ہیں۔ کون اور کیا۔
(کون) جان دار کے لیے آتا ہے ' (کیا) بیجان کے لیے —
جیسے کون کہتا ہے ' کیا چاہیے —
(کون) کی مختلف حالتیں یہ ہیں —

واحد	جمع
فاعلی	کون اور (نے کے ساتھ)
کس نے	کون (نے کے ساتھ)
مفعولی حالت	کس سے
کن کو یا کنہیں ' کن سے	کن
اضافی حالت	کس کا
کن کا	کن میں
ظرفی حالت	کس میں
کن سے	کن سے

جیسے۔ کون کہتا ہے ' کس نے کہا ' کس کے پاس ہے ' کس کو دیا ؟
کن ' اب صورت فاعلی میں کبھی ضمیر کے بجائے نہیں آتا ہے
بلکہ اسم کے ساتھ آتا ہے جیسے کن لوگوں نے کہا ؟ —

کس کس ' کن کن اور کیا کیا بھی استعمال ہوتے ہیں۔
جیسے کس کس کو روؤں ' کن کن سے کہوں ' کیا کیا کروں ؟ —
کون کون بھی بولتے ہیں۔ جیسے وہاں کون کون تھے —
ان فقرہ میں فعل کئی اشخاص یا اشیا پر فرداً فرداً
واقع ہوتا ہے اور جمع کا ہونا بتاتا ہے —

کون سا (کون سی ' کون سے) بھی ضمیر مستعمل ہے۔
کون اور کون سا میں فرق اتنا ہے کہ (کون سے) میں ذرا خصوصیت

پائی جاتی ہے، اور یہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جبکہ کئی چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود ہو۔ مثلاً ان میں سے کون سی چاہیے؟ یہاں (کون) نہیں کہیں گے۔ (سا) کے ساتھ (کون) اشخاص اور اشیاء دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ضمیر اشارہ | جو بطور اشارہ کے استعمال ہوتی ہے۔ ’وہ‘، ’بہ‘، ’وہ لوگے‘ یا یہ۔ حروف ربط کے آنے سے وہ اس سے اردیہ اس سے بدل جاتا ہے اور جمع میں اُن اور اِن ہو جاتا ہے۔

دیں اور فقر تھے کبھی کچھ چیز

اب دھرا کیا ہے اُس میں اور اِس میں

ضمائر تذکیر | وہ ہیں جو غیر معین اشخاص یا اشیاء کے لیے آئیں۔

ضمائر تذکیر دو ہیں ’کوئی‘ اور ’کچھ‘

۱۔ (کوئی) اشخاص کے لیے اور کچھ اشیاء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کوئی ہے؟ کوئی نہیں بولتا۔ کچھ ہے یا نہیں؟ کچھ نہ کہو۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟ حروف ربط کے آنے سے ’کوئی‘ کی صورت ’کسی‘ ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی کے پاس نہیں۔ کسی کی جان گئی آپ کی ادا تھیری۔ جب یہ ضمائر تکرار کے ساتھ کوئی کوئی اور کچھ کچھ استعمال ہوتی ہیں تو اس میں خاص زور پایا جاتا ہے مگر معنی قلت کے آتے ہیں جیسے اب بھی کوئی کوئی نظر پڑ جاتا ہے۔ اگرچہ نایاب ہے مگر کسی کسی کے پاس اب بھی مل جاتی ہے۔ ابھی کچھ کچھ درد باقی ہے۔ نفی کے ساتھ بھی بہ تکرار آتا ہے۔ جیسے مورہ گا کچھ نہ کچھ گھبرا ئیں کیا۔ کوئی نہ کوئی مل ہی دے گا۔

عربی کے الفاظ 'بعض' اور 'بعضے' بھی ضمیر تذکیر کا کام دیتے ہیں - بعض کا یہ خیال ہے - بعض یہ کہتے ہیں - 'بعض' تکرار کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے بعض بعض ایسے بھی ہیں - اسی طرح 'فلاں' 'کل' اور 'چند' بھی بطور ضمیر تذکیر کے استعمال ہوتے ہیں —

ضمائر تذکیری دوسرے ضمائر کے ساتھ مل کر مرکب بھی آتی ہیں جیسے جو کوئی، جو کچھ، جس کسی، ہر کوئی - جیسے جس کسی سے کہتا ہوں وہ الٹا متجہی کو قائل کرتا ہے - جو کچھ کہو بجا ہے - ہر کوئی یہی کہتا ہے - جو کچھ ہے غلط ہے - اللہ کا دیا سب کچھ ہے —

صفات ضمیری | یہ وہ صفات ہیں جن میں کم و بیش ضمیر کی خاصیت بھی پائی جاتی ہے - یہ الفاظ جو اس میں داخل ہیں یا صفات ہوتے ہیں یا ضمیر - اسم کے ساتھ آنے سے صفات ہو جاتے ہیں اور بغیر اسم کے ضمیر —

ان میں سے ایک تو وہ ہیں جو ضمیری مادوں کے آگے 'تا'، 'تو' اور 'سا' بڑھ کر بنائے گئے ہیں اور باقی دوسرے الفاظ ہیں - ضمیری مادے ہندی میں پانچ ہیں —

(۱) یا - ای (۲) وا - او (۳) جا - جی - جی - (۴) سا - تی (۵) کا - کی - کی -

ان صفات کی دو قسمیں ہیں ایک صفات ذاتی دوسری صفات مقداری —

صفات ذاتی

ایسا

ویسا

جیسا

کیسا

صفات مقداری

اتنا (اتنا)

اُتنا (اتنا)

جتنا (جتنا)

کتنا (کتنا)

ان کے علاوہ دوسرے الفاظ یہ ہیں —

ایک، دوسرا، دونوں، اور، بہت، بعض، بعضے، غیر، سب، ہر، فلاں

(فلانا) 'کئی' کے 'چند' گل۔

ایک در اصل صفت عددی ہے - جب ضمیر ہوتا ہے تو اس کے جواب میں دوسرا آتا ہے - جیسے ایک یہ کہتا ہے، دوسرا یہ کہتا ہے - کبھی جواب میں دوسرے کے بجائے (ایک) ہی استعمال ہوتا ہے جیسے ایک آتا ہے ایک جاتا ہے - کبھی ایک اردو دوسرا مل کر آتے ہیں اور تعلق باقسی ظاہر کرتے ہیں جیسے ایک دوسرے سے محبت کرو —

ہر کبھی اکلا اور بطور اسم کے استعمال نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ (ایک) یا (کوئی) کے ساتھ مل کر آتا ہے - ہر ایک ہر کوئی - ایسی حالت میں اسے ضمیر کہہ سکتے ہیں — اور - جیسے مجھے اور سے کیا مطلب - اس کی جمع بھی آتی ہے - جیسے مجھے اوروں سے کیا غرض —

”بہت“ کی ایک اور صورت ”بہتیرا“ ہے، جس سے کثرت ظاہر ہوتی ہے اور اکثر تمیز فعل واقع ہوتا ہے - اس کے علاوہ بہت سا بھی مستعمل ہے - بہت سے، بہتیرے، بطور ضمیر کے استعمال ہوتے ہیں جیسے بہتیرے یہ رائے رکھتے ہیں - بہت سے یہ کہتے ہیں - ’کئی‘ اور ”کے“ بطور ضمیر لے بھی آتے ہیں - ’کئی‘ کے ساتھ ’ایک‘ بھی مل کر آتا ہے - جیسے کئی ایک اور اسی طرح کتنے ایک بھی مستعمل ہے - مثلاً کے چاہیے؟ - کئی ایسے ہیں جو اسے نہیں مانتے - کئی ایک کی یہ رائے ہے - بعض کی یہ رائے ہے - سب چلے گئے وغیرہ —

اردو کی تمام ضمیریں ہندی ہیں جو سنسکرت ضمایر کے ماخذ | اور پراکرت سے ماخوذ ہیں - ان کی اصل کا پتا لگانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا لہذا مختصر طور پر یہاں بحث کی جاتی ہے —

میں-سنسکرت میں ضمیر واحد متکلم ”میا“ میں ”مے“ پراکرت ہے- اردو افعال متعدی میں جو میں کے ساتھ استعمال ہوتا

ہ وہ زائد ہے چنانچہ سارواڑی 'قدیم بیسواڑی اور دیگر پرانی ہندی اور دکنی میں میں بغیر نے کے استعمال ہوتا ہے ۔
پانچابی میں بھی میں ہے 'مرہٹی میں 'می' آتا ہے —

تو - سنسکرت کی واحد صورت فاعلی 'توم' سے ہے - ہندی کی بعض زبانوں (مثلاً سارواڑی اور قدیم بیسواڑی نیز پرانی اردو میں توں اور تیں استعمال ہوتا ہے) —

مجبہ اور تجہہ پر اکرت کی اضافی حالت مجبہا اور تجہا سے پیدا ہوئے ہیں جو بجائے مہہ اور توہ کے ہیں - مہا اور توہا عوام کی پر اکرت میں استعمال ہوتا تھا - پر اکرت صورت مجبہا اور تجہا کے آگے (ہی) کے اضافہ کرنے کے مجبہا ہی تجہا ہی ہو اور اس سے مجہہ تجہہ بنے —

میرا 'تیرا' اسی طرح بنے کہ قدیم اضافی صورت مہا کے آگے حرف اضافت کیرا یا کیرو بجائے کیرا کو (سنسکرت کرتا) بڑھا دیا گیا - بعض قواعد نویسوں نے عوام کی پر اکرت کی صورت اضافی مہا کیرو بتائی ہے جن سے میرا بنا ہے - چنانچہ سارواڑی اور بیسواڑی میں مہانرو، مہانلو مستعمل ہے - پر اکرت کا کافی آگیا، اس کے بعد میرو یا میرا اور تیرا بن گیا —

'ہم' پر اکرت کی جمع متکلم حالت فاعلی مہے (امہے) سے بنا ہے 'یہ صورت سارواڑی زبان میں اب تک قائم ہے - بنگالی "آمی" گجراتی "امے" مرہٹی "امہی" - مفعولی حالت 'ہمیں' بھی اسی سے بنی ہے - کیوں کہ اس کی پر اکرت صورت امہائیں ہے اور اسی طرح تمہیں تمہائیں سے بن گیا - ہمارا، تمہارا، کی اصل یہ ہے کہ امہا اور تمہا کے آگے پر اکرت علامت کرا کا بڑھا دی گئی ہے - اس سے امہا کرا کو اور تمہا کرا کو بنا - اس سے برج کا ہمارو اور تمہارو ہوا اور اس سے ہندی ہمارا، تمہارا - 'یہ' سنسکرت کے لفظ ایش سے نکلا ہے - ہندی کی مختلف شاخوں میں یہ لفظ ذرا ذرا سے فرق سے موجود ہے - مثلاً پاہ،

یہ 'یہو' 'ایہ' 'ایہ' ہے - لیکن یہ سب صورتیں اشہ سے نکلی ہیں اور ان سب میں 'و' موجود ہے۔ لیکن ایک دوسری صورت 'یو' اور 'یا' ہے جو 'پورب' میں مستعمل ہے۔ یہ غالباً 'پراکرت' "امو" سے نکلی ہے - خیال کیا جاتا ہے کہ جس طرح اشارۃً 'قرب' کی صورتیں اشہ اور 'امہ' سے نکلی ہیں اسی طرح اشارۃً 'بعید' 'وہ' 'اشہ' اور 'امہ' سے نکلا ہوگا۔ پرانی دکنی اردو میں یہ کے لئے "اے" بھی استعمال ہوا ہے -

جو، 'ہو' اور 'کون' - سنسکرت کے 'ضمانر' 'یہہ' 'سہہ' اور 'کہہ' سے نکلے ہیں - 'کون' کے متعلق بعض کا یہ خیال ہے کہ سنسکرت کی مفعولی حالت 'کم' سے بنا ہے۔ اسی طرح 'جون' پر 'قیاس' کرنا چاہیے۔ سنسکرت کی واحد اضافی حالت 'یسیا' تھی، 'پراکرت' 'جسا' (جہم کا زبر) یا 'جسا' (جیم کا زیر) ہوئی - آخری حرف علت گر گیا اور 'جس' کی صورت قائم ہو گئی -

سنسکرت کا کوپی 'پراکرت' میں 'کوبی' ہوا اور اسی سے ہندی 'کوئی' نکلا - (کا) یا (کی) تمام 'ضمانر' 'تکیر' اور 'ضمانر' 'استفہامیہ' کا اصل مادہ ہے - 'کسی' بھی اسی مادے سے نکلا ہے۔ سنسکرت میں اضافی حالت 'کسیاپی' تھی، 'اس' سے 'کسی' بنا -

کیا، 'ہندی' (گا) یا (کھا) - اس کی اصل بھی 'کی' معلوم ہوتی ہے -

سنسکرت کے 'کشپت' سے 'کچھک' اور 'اس' سے 'کچھہ' بنا - آپ (بمعنی خود) کی اصل 'سنسکرت' کا لفظ 'آتمن' ہے - آپ نے اور اپنا - 'پراکرت' کی صورت 'آتمکا' سے ماخوذ ہے - آپس کی نسبت یہ خیال ہے کہ وہ 'پراکرت' کی صورت اضافی 'آپسا' سے بنا ہے -

آپ (تعظیمی) بھی 'آتمن' سے ماخوذ ہے جو بعض ہندی بولیوں میں 'آپن' اور 'آپو' ہوا اور وہاں سے 'آپ' بنا -

فعل

فعل وہ ہے کہ جس سے کسی شے کا ہونا یا کرنا ظاہر ہوتا ہے۔
جیسے تماشا شروع ہوا، اُس نے خط لکھا، ریل چلی۔
فعل کی بلحاظ معنوں کے تین قسمیں ہیں۔

۱۔ لازم

۲۔ متعدی

۳۔ ناقص

فعل لازم وہ ہے جس میں کسی کام کا کرنا پایا جائے، مگر
اُس کا اثر صرف کام کرنے والے یعنی فاعل تک رہے اور بس۔
جیسے احمد آیا۔ پیپہا بولا۔

فعل متعدی وہ ہے جس کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک
پہنچے (مفعول یعنی جس پر فعل واقع ہو) جیسے احمد نے خط
لکھا۔ یہاں لکھا فعل ہے، احمد اُس کا فاعل اور خط (جس
پر لکھنے کا فعل واقع ہوا ہے) مفعول ہے۔

فعل ناقص وہ ہے جو کسی پر اثر نہ ڈالے بلکہ کسی اثر کو
ثابت کرے۔ جیسے احمد بیمار ہے۔ اس جملے میں فعل کا
کرنا نہیں بلکہ ہونا پایا جاتا ہے۔ احمد جو یہاں فاعل
ہے کام کرنے والا نہیں بلکہ فعل کا سہیلے والا ہے اور بیمار
خبری حالت میں ہے۔

افعال ناقص اکثر یہ آتے ہیں۔ ہونا، بننا، نکلنا، رہنا،
پڑنا، لگنا، نظر آنا، دکھائی دینا۔ ان میں ہونا تو ہمیشہ
فعل ناقص کے طور پر استعمال ہوتا ہے، لیکن باقی افعال کبھی

لازم ہوتے ہیں اور کبھی ناقص - علاوہ ان کے 'ہو جانا' بن جانا، معلوم ہونا، بھی افعال ناقص کا کام دیتے ہیں جیسے وہ مکار معلوم ہوتا ہے، وہ پاگل ہو گیا۔

مثالیں

وہ چالاک ہے، احمد بے خبر تھا (ہونا فعل ناقص)
 وہ جاہل ہی رہا (ناقص) وہ شہر میں دھتا ہے (لازم)
 وہ بڑا بیوقوف نکلا ایضاً وہ دروازے سے نکلا ایضاً
 وہ امیر بن گیا ایضاً مکان بن گیا ایضاً
 وہ بیمار نظر آتا ہے ایضاً وہ یہاں نظر نہیں آیا ایضاً
 وہ ہشیار دکھائی دیتا ہے ایضاً وہ مجتمع ہیں کہیں
 دکھائی تو دیا تھا ایضاً
 وہ بھلا لگتا ہے ایضاً مجھے پتھر لگا ایضاً
 وہ بیمار پڑا ایضاً میں وہاں پڑا رہا ایضاً
 ان کے علاوہ چند افعال ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو بصورت
 تو لازم ہیں لیکن معنی اُن کا میلان مجہول کی طرف ہوتا ہے -
 فعل کی یہ سب سے سادہ اور ابتدائی قسم ہے جیسے پتلا،
 کھانا، بچنا، بکنا، گھٹنا، کٹنا، وغیرہ وغیرہ - مثلاً دروازہ کھلا،
 مال بکا، احمد پتلا - اس میں کسی قدر مجہول کی شان پائی
 جاتی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا - یہ افعال درحقیقت نہ تو
 متعدی ہیں اور نہ لازم، کیوں کہ فاعل کا فعل ثابت نہیں -
 لازم فعل

افعال میں علاوہ جلس و تعداد کے تین چیزیں اور
 بھی پائی جاتی ہیں -

۱ - طور ۲ - صورت ۳ - زمانہ

طور فعل - وہ حالت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام
 خود فاعل سے صادر ہوا یا کام کا اثر کسی پر واقع ہوا - فعل کے
 طور دو ہیں -

جب فاعل کے کام کا اثر کسی دوسری شے یا شخص پر واقع ہو تو اُسے معروف کہتے ہیں، جیسے احمد نے نوکر کو مارا۔ یہاں فاعل کے کام کا اثر نوکر پر واقع ہوتا ہے۔ مگر جب صرف وہ شے یا شخص معلوم ہو جس پر اثر واقع ہوا ہے اور فاعل معلوم نہ ہو تو اُسے مجهول کہتے ہیں، جیسے اُسے خط سنایا گیا۔ یہاں سنانے والا یعنی فاعل نامعلوم ہے اس لیے اُسے مجهول کہتے ہیں۔ مجهول کے معنی نامعلوم کے ہیں۔

ہر فعل کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فعل (کام) کس قہنگ سے ہوا۔

فعل کی پانچ صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ خبری ۲۔ شرطی ۳۔ احتمالی

۴۔ امری ۵۔ مصدری

۱۔ خبری صورت وہ ہے جو کسی واقعے کی خبر دے یا

کسی امر کے متعلق استفسار کرے جیسے حامد گریزا۔ آپ پانی پئیں گے؟

۲۔ شرطی صورت، فعل کی وہ صورت ہے جس میں شرط

یا تمنا پائی جائے، خواہ حرف شرط ہو یا نہ ہو، جیسے وہ

آئے تو میں بھی چلتا۔ اس میں بعض اوقات توقع اور

خواہش کا بھی اظہار ہوتا ہے، جیسے وہ آتا تو خوب ہوتا،

یہ مکان مجھے مل جاتا تو اچھا ہوتا۔

۳۔ احتمالی صورت جس میں احتمال یا شک پایا

جائے۔ جیسے اُسی نے لکھا ہوگا۔ ممکن ہے کہ وہ نہ گیا ہو۔

شاید وہ آجائے۔

۴۔ امری صورت جس میں حکم یا التجا پائی جائے

جیسے پانی لاؤ، تشریف لائیے۔

۵۔ مصدری صورت، جس میں کام کا ہونا بلا تعین وقت

کے ہو۔ اس کے آخر میں ہمیشہ 'نا' ہوتا ہے۔ جیسے ہونا،

کرنا، کھانا - حقیقت میں یہ ایک قسم کا فعلی اسم ہے جو تجربہ دی طور پر فعل کے کام یا حالت کو بتاتا ہے اور زمانہ اور تعداد سے بری ہوتا ہے -

زمانہ - فعل کے لیے زمانے کا ہونا ضرور ہے - زمانے تین ہیں - گزشتہ، جسے ماضی کہتے ہیں - موجودہ، جسے حال کہتے ہیں اور آنندہ، جس کا نام مستقبل ہے - ہر فعل یا کام کا تعلق بلحاظ زمانے کے ان تینوں میں سے کسی کے ساتھ ضرور ہوگا - مادہ - مصدر کی علامت 'نا' گرا دینے سے فعل کا مادہ رہ جاتا ہے اور اس سے اکثر باقاعدہ افعال بنتے ہیں - مثلاً 'ملنا' کا مادہ مل ہے، اور چلنا کا چل - ہندی فعل کا مادہ صورت میں امر مخاطب کے مشابہ ہوتا ہے -

حالیہ نا تمام و تمام - فعل کے مادے سے حالیہ نا تمام و تمام بنتے ہیں -

۱ - حالیہ نا تمام - مادے کے آخر میں تا بڑھانے سے بنتا ہے -

۲ - حالیہ تمام - مادے کے آخر میں 'ا' بڑھانے سے بنتا ہے -

ذیل کی مثالوں سے پوری کیفیت معلوم ہوگی -

مصدر	مادہ	حالیہ نا تمام	حالیہ تمام
ٹلنا	تل	ٹلتا	ٹلا
ڈرنا	ڈر	ڈرتا	ڈرا
کھلنا	کھل	کھلتا	کھلا

لیکن جہاں مادے کے آخر میں 'ی' یا 'و' ہوگا، وہاں (یا) بڑھانا پڑے گا۔ جیسے کھا سے کھایا، پی سے پییا، کھو سے کھویا۔ یہ بھی خیال رہے کہ جب آخر میں (ی) معروف ہے، تو حالیہ تمام کے اول اُس کی صورت صرف زیر کی رہ جاتی ہے، جیسے پی سے پییا -

مونث اور جمع کی صورت میں تبدیلی عام قاعدے کے مطابق ہوتی ہے - جیسے

مذکر واحد مذکر جمع مونث واحد مونث جمع

لاتا	لاتے	لاتی	لا تیں
لایا	لائے	لائی	لائیں

سہ حرفی مادوں میں دوسرے حرف کی حرکت ساکن

ہو جاتی ہے - جیسے نکل سے نکلا ، پھسل سے پھسلا وغیرہ -

البتہ چھ مفصلہ ذیل مصادر میں حالیہ خلاف مادہ

افعال آتا ہے -

ہونا ، سے ہوا - مرنے سے مورا - کرنا ، سے کیا - دینا ، سے دیا -

لینا ، سے لیا - جانا سے گیا -

تیسری صورت حالیہ معطوفہ کی ہے جو مادے کے آخر ”کے“

یا ”کر“ لگانے سے بنتا ہے - جیسے کھا کر ، جا کر ، مل کے ، سن کے -

جب حالیہ کے ساتھ (ہوا) آتا ہے تو صفت کے معنی دیتا

ہے - جیسے کھویا ہوا ، روتا ہوا وغیرہ -

افعال کے مختلف صیغوں کے بنانے کا طریقہ

افعال کے مختلف صیغے تین طرح سے بنتے ہیں - اول مادہ

سے ، دوم ، حالیہ تمام اور امدادی افعال کے ذریعے سے ،

سوم حالیہ نا تمام اور امدادی افعال کی مدد سے -

ہر کام کی تین حیثیتیں ہوتی ہیں (۱) کام جو ختم ہو چکا ہے -

(۲) جو شروع ہو چکا ہے اور ختم نہیں ہوا (۳) جو ابھی

شروع نہیں ہوا -

افعال کے تمام صیغے ان تین شقوں میں آجاتے ہیں - اب

ہم زمانے کے لحاظ سے مختلف افعال کے بنانے کا ذکر کرتے ہیں -

لیکن اس سے قبل فعل (ہونا) کی گردان لکھ دینی مناسب

معلوم ہوتی ہے کیونکہ ماضی اور حال کے اکثر صیغے اسی

فعل کی مدد سے بنتے ہیں -

ماضی

جمع

واحد

وہ تھا

وہ تھے

قواعد اردو

تم تھے

تو تھا

ہم تھے

میں تھا

حال

جمع

واحد

وہ تھے

وہ ہے

تم ہو

تو ہے

ہم ہیں

میں ہوں

مر

جمع

واحد

تم ہو

تو ہو

ہو چکے - ہو چکے

گا - ہوں -

مستقبل

جمع

واحد

وہ ہوں گے

وہ ہوگا

تم ہو گے

تو ہوگا

ہم ہوں گے

میں ہوں گا

(در اصل ہونا کا تعلق ان صیغوں سے کچھ نہیں، کیوں کہ

ہونا سندسکرت کے فعل 'بھو' سے نکلا ہے - حالانکہ حال کے صیغے

سندسکرت کے مادے (اس) سے اور ماضی کے صیغے (ستھا) سے

نکلیے ہیں - لیکن اب ہندی اور اردو میں یہ تمام صیغے ہونا

ہی کے تحت میں لکھے جاتے ہیں) —

ماضی

افعال ماضی کے اقسام یہ ہیں - ماضی مطلق 'نا تمام'

تمام' شرطیہ، تمنائی، احتمالی —

ماضی مطلق وہ ہے جس سے منہض ایک فعل کے گزشتہ

زمانے میں واقع ہونے کی خبر ملے اور بس - جیسے احمد گیا،

موہن بھاگا —

ماضی مطلق اس طرح بنتی ہے کہ مادہ فعل کے آخر ’ا‘ بڑھایا جاتا ہے جیسے بھاگ سے بھاگا۔ لیکن اگر مادہ فعل کے آخر میں ’الف‘ یا ’واو‘ ہو تو بجائے ’الف‘ کے ’یا‘ بڑھا دیتے ہیں مثلاً رو سے رویا، کھا سے کھایا۔ لے اور دے میں ”الف“ کے اضافے سے ”ل“ اور ”د“ کا تلفظ زیر سے کیا جاتا ہے جیسے لیا، دیا۔ جا سے گھا، کر سے کیا اور مر سے موا، بے قاعدہ ہیں۔ لیکن موا اب نہیں بولتے اس کے بجائے مرا آتا ہے۔ موا صرف صفت کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے ادہ موا، موئی مٹی —

(ماضی نا تمام یہ ظاہر کرتی ہے کہ گزشتہ زمانے میں کام جاری تھا جیسے وہ کھا رہا تھا، یا کھاتا تھا۔ آخری حالت سے بعض اوقات عادت ظاہر ہوتی ہے جیسے جب کبھی وہ آتا تھا تو اُن سے ملنے ضرور جاتا تھا۔ اس کے ظاہر کرنے کی دو اور صورتیں بھی ہیں جیسے کھایا کرتا تھا، کھاتا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ ماضی نا تمام ایک اور طرح بھی ظاہر کی جاتی ہے مثلاً کھتا رہا، کھاتا رہا، نکلتا رہا۔ اکثر یہ صورت فعل کے متواتر جاری رہنے کو ظاہر کرتی ہے یا کسی ایسی حالت کو بتاتی ہے جب کہ دو کام برابر ہو رہے ہوں مثلاً میں ہر چند منع کرتا تھا مگر وہ بکتا رہا، بارش ہوتی رہی اور وہ نہاتا رہا۔ سوائے ان صورتوں کے ماضی نا تمام کے ظاہر کرنے کی ایک اور صورت بھی ہے۔ جیسے پکارا کیا، بکا کیا، سنا کیا، معنًاً اس کی حالت بھی گزشتہ صورت کی سی ہے —

بعض اوقات آخری علامت حذف ہو جاتی ہے۔ جیسے، اس میں لڑائی کی کیا بات تھی، وہ اپنا کام کرتا تم اپنا کام کرتے (یعنی کرتے رہتے)۔ میری عادت تھی کہ پہلے کھانا کھانا پھر پڑھنے جاتا (یعنی کھاتا تھا اور جاتا تھا)، جب کبھی وہ آتے ہزاروں باتیں سنا جاتے (آتے تھے اور سنا جاتے تھے) —

ماضی تمام (بعید) جس سے فعل کا زمانہ گزشتہ میں ختم ہو جانا پایا جاتا ہے، حالیہ تمام کے بعد (تھا) بڑھانے سے بنتی ہے۔ جیسے میں دلی گیا تھا۔ اس کی دوسری صورت ”چکا تھا“ بڑھانے سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس میں زیادہ زور ہوتا ہے اور اکثر اس وقت استعمال ہوتی ہے جب کہ اس سے پیشتر ایک اور کام ہو چکا ہو جیسے وہ میرے پاس آنے سے پہلے نکل چکا تھا، میں جا کر کیا کرتا، اس کا کام پہلے ہی ہو چکا تھا۔

✓ ماضی احتمالی (یا شکیہ) جس میں احتمال یا شک پایا جائے۔ حالیہ تمام کے بعد ہو یا ہوگا بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آیا ہو، لایا ہو۔ آیا ہوگا، لایا ہوگا۔ آیا ہو میں احتمال کا پہلو زیادہ ہے اور آیا ہوگا میں کم جیسے وہ ضرور آیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ آیا ہو۔

✓ ماضی شرطیہ (یا تمنائی) جس میں شرط یا تمنا پائی جائے۔ مادۂ فعل کے بعد ’تا‘ بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آتا، جاتا، کرتا۔ اگر وہ آجاتا تو اچھا ہی ہوتا۔ بعض اوقات ماضی شرطیہ سے بھی احتمال کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے ’کہا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ بن بلاے آجاتا۔ میرا خیال ہے کہ وہ آجاتا۔‘

دوسری صورت اس کی حالیہ تمام کے بعد ”ہوتا“ بڑھانے سے بنتی ہے۔ جیسے گرا ہوتا، کھایا ہوتا۔ پہلی صورت میں فعل کے وقوع سے تعلق نہیں بلکہ ایک فرضی صورت ہے۔ دوسری صورت میں شرط فعل کے وقوع کے ساتھ ہے۔

کبھی یہ زمانہ گزشتہ میں محض وقوع فعل کو ظاہر کرتی ہے، شرط یا تمنا کا کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ جیسے ’تمہیں کیا وہ ایسا کام کرتا یا نہ کرتا۔‘ اول میں تمہارے پاس آتا پھر وہاں جاتا یہ کہیں کر ممکن تھا۔

فعل حال

فعل حال سے زمانہ موجودہ کا اظہار ہوتا ہے

اس کی چھ قسمیں ہیں —

۱۔ (سب سے اول وہ سادہ اور قدیم حال مطلق ہے جس کی صورت سے اب تک اس کی اصل ظاہر ہے) مگر موجودہ حالت میں وہ صاف صاف زمانہ حال کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ زمانہ حال کے ساتھ اُس میں کئی قسم کے معانی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اردو قواعد نویسوں نے مضارع کے نام سے اُسے ایک الگ فعل قرار دیا ہے اور ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں سے باہر کر دیا ہے) حالانکہ ہر فعل کے لیے ضرور ہے کہ وہ تینوں میں سے کسی ایک زمانے کے اندر ہو۔ بعض انگریز قواعد نویسوں نے اسے مستقبل کے تحت میں لکھا ہے، لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ درحقیقت یہ حال ہے اور اب بھی اس میں حال کے معنے پائے جاتے ہیں اس لیے ہم نے اسے حال ہی کے تحت میں رکھا ہے، اگرچہ نام اس کا مضارع ہی مناسب ہوگا —

سادہ فعل کے آخر یاے مجہول بڑھانے سے مضارع بنتا ہے جیسے ”لا“ سے ”لائے“۔ جمع غائب میں لائیں، مخاطب میں لاؤ اور لائیں، متکلم میں لاؤں اور لائیں —

مضارع کی جو موجودہ صورت ہے، یہی قدیم حال مطلق تھا۔ مثلاً ”جائے“ کچھ عرصہ پہلے بطور حال مطلق کے استعمال ہوتا تھا، اور اب بھی کہیں کہیں بول چال میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی سے موجودہ حال مطلق ”جاتا“ بنا ہے یعنی اس کے تغیرات کی صورت یہ ہوئی۔ جاوے، جاوے، جائے، جاوت ہے، اور جات ہے، اور جاتا ہے۔ جاتا ہے موجودہ فصیح حال مطلق ہے باقی صورتیں ملک کے مختلف حصوں میں مستعمل ہیں مگر فصیح نہیں سمجھی جاتیں۔ لیکن موجودہ حال مطلق انہیں سے

تدہش نر شا کر بن گیا ہے - زبان میں افعال اور دیگر اجزائے کلام کے متعلق وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن پھر بھی بعض قدیم صورتیں باقی رہ جاتی ہیں اور وہ خاص خاص حالتوں میں استعمال ہونے لگتی ہیں یہی حالت مضارع کی ہے - اصل ماہیت پر غور نہ کرنے سے دھوکا ہو جاتا ہے -

۲ - (امر یہ دوسری سادہ صورت حال کی ہے - امر کے معنی حکم کے ہیں - یہ عموماً حکم اور التجا کے لیے آتا ہے جیسے جاؤ، چلو، دور ہو، تشریف رکھیے) اس کا قاعداً اکثر مستحذوف ہوتا ہے اس لیے کہ مخاطب سامنے موجود ہے - علامت مصدر گردانے کے بعد باقی امر رہ جاتا ہے جیسے کھانے سے کھا، آنے سے آ - لیکن بلظر ادب و اخلاق و احذ کے لیے جمع بولتے ہیں جیسے دوسرے افعال میں بھی ہوتا ہے - جمع مخاطب امر میں واحد کے بعد واوی یا بڑھا دیتے ہیں - کرو، بیٹھو، بیٹھیے - واحد سوائے بے تکلفی، بچوں یا نوکروں کو خطاب کرنے یا نظم میں یا خدا کو خطاب کرنے کے دوسرے مواقع پر استعمال نہیں ہوتا - آخری صورت صرف آپ کے ساتھ استعمال ہوتی ہے جیسے آپ بیٹھیے - آپ ابھی نہ جائیے -

مخاطب کے لیے امر غائب جمع کا صیغہ تعظیماً استعمال کرتے ہیں جیسے آپ تشریف رکھیں، آپ وہاں نہ جائیں - کبھی اور زیادہ تعظیم کے لیے امر کے بعد ”ی“ اور حمزہ بڑھا دیتے ہیں جیسے آئیے، کھائیے وغیرہ - یہ دونوں صورتیں آپ کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں - جس سادہ امر کے آخر میں ی ہوتی ہے تو وہاں امر تعظیمی کے لیے قبل ی اور حمزہ کے چ بڑھا دیتے ہیں کیوں کہ تین ”یا“ اور حمزہ کے ایک جگہ جمع ہونے سے تلفظ میں بہت دقت ہوتی ہے مثلاً کھجیے، لیجیے، دیجیے، پیجیے - چونکہ یا اور جا کا اکثر بدل ہوتا ہے اس لیے سہولت کے خیال سے چ کا استعمال ہوا ہے - اس صورت میں امر کے آخر کی یاے

مجہول بھی معروف ہو جاتی ہے جیسے دینا اور لینا کی ”ے“
 دیتے ہیں، اور لیتے ہیں۔ کیجیے کر سے نہیں بڑا بلکہ کیا سے
 بنایا گیا ہے —

کبھی اس تعظیمی صورت کے آخر میں مزید تعظیم کے لیے گا
 بھی بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے آٹھے گا، فرمائے گا، کیجیے گا (یہ در
 حقیقت مستقبل کی صورت ہے) —

کبھی امر مخاطب جمع کی علامت آخر واو کے پہلے ایک ”ی“
 بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے رہو سے رہیو، بچو سے بچیو۔ یہ صورت تو اور
 تم کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، آپ کے ساتھ نہیں آتی۔ جیسے یہاں
 آئیو۔ عموماً یہ صورت دعا کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ خدا تم کو
 زندہ و سلامت رکھیو۔ صد و بست سال کی عمر ہو جیو۔
 مشرکوں پر لعنت ہو جیو۔ اب یہ صورت بہت کم استعمال
 ہوتی ہے —

کبھی لیجے اور دیجے (بغیر یا) بھی مخاطب کے لیے
 استعمال ہوتے ہیں جیسے —

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے

جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجے

لیکن اب اس کا استعمال نہیں ہوتا —

۳) حال مطابق جس سے زمانہ حال عام طور پر بلا کسی
 تخصیص کے ظاہر ہوتا ہے جیسے آتا ہے، کھاتا ہے۔ یہ حالیہ
 نا تمام کے آگے واحد غائب میں اور واحد مخاطب میں ’ہے‘
 جمع مخاطب میں ’ہو‘ اور واحد متکلم میں ’ہوں‘ بڑھانے سے
 بنتا ہے۔ جمع غائب اور جمع متکلم کی ایک صورت ہے۔ وہ آتے
 ہیں، ہم آتے ہیں۔ آئے ہے، جائے ہے، اب متروک سمجھا جاتا
 ہے، اگرچہ بول چال میں اب بھی کہیں کہیں مستعمل ہے —
 ۴) حال نا تمام جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام جاری ہے
 اور ابھی ختم نہیں ہوا جیسے وہ آرہا ہے، وہ کھا رہا ہے

میں پڑ رہا ہوں —

مادۃ فعل کے آگے 'رہا ہے' 'رہے ہیں' 'رہا ہوں' پڑھانے سے

بلتا ہے —

حال ناتمام ایک دوسری طرح سے بھی ظاہر کیا جاتا ہے - جیسے مٹائے جاتا ہے 'ایک کو ایک کھاے جاتا ہے - اس میں کسی قدر زیادہ زور اور فعل کا پے درپے یا متواتر ہونا پایا جاتا ہے —

۵۔ حال تمام - جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام ابھی ابھی ختم ہوا ہے - جیسے وہ آیا ہے 'پیغام لایا ہے' - حالیہ تمام کے بعد 'ہے' 'ہیں' 'ہوں' پڑھانے سے بلتا ہے —

کبھی مادۃ فعل کے بعد چکا ہے 'چکا ہوں' چکے ہیں پڑھانے سے حال تمام ظاہر ہوتا ہے - جیسے وہ کھا چکا ہے 'میں کھا چکا ہوں' - اس صورت میں مزید تاکید اختتام فعل کی پائی جاتی ہے —

۶۔ حال احتمالی - جس سے زمانہ حال کے کسی فعل میں احتمال پایا جائے - جیسے وہ آتا ہو یا وہ آرہا ہو 'آتا ہو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام قریب زمانے میں واقع ہوگا اگرچہ احتمال ہے - اور آرہا ہو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنے کا فعل جاری ہے 'یعنی ظن غالب ہے کہ وہ چل دیا ہے' حالت رفتار میں ہے اور آنے کی امید ہے - یہی معنی آتا ہوگا اور آرہا ہوگا سے بھی پیدا ہوتے ہیں اور دونوں صورتیں جائز ہیں —

بعض اوقات "گا" کے اضافے سے بھی ماضی احتمالی کے معنی ظاہر ہوتے ہیں - جیسے آتا ہوگا 'لایا ہوگا' - کرتا ہوگا سے عادت پائی جاتی ہے مثلاً ہم کسی سے سوال کریں کہ تم نے کبھی اُسے ایسا کرتے دیکھا 'وہ جواب میں کہے میں نہیں جانتا کرتا ہوگا —

فعل مستقبل

(۱) مستقبل مطلق جس سے متضاد زمانہ آئندہ

پایا جائے۔

مضارع کے بعد گا (یا گے یا گی) بڑھا دینے سے بنتا ہے جیسے کھائے گا، آئے گا۔ مگر مصدر ہونا سے ہوگا مستثنیٰ ہے۔ پرانی اردو میں ہوئے گا استعمال ہوتا تھا مگر اب متروک ہے۔ اب بھی بول چال میں مستعمل ہے اور حال یعنی (ہے) کے معنوں میں آتا ہے، مگر غیر فصیح ہے۔ اسی طرح ہوگا بعض اوقات حال کے معنی دیتا ہے۔ جیسے تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی بے وقوف ہوگا (یعنی ہے)۔

(۲) مستقبل مدا می جس میں آئندہ زمانے میں کام کا

جاری رہنا پایا جائے جیسے کرتا رہے گا، چلتا رہے گا۔

جو اس شور سے میسر روتا رہے گا

تو ہمسایہ کاہ کو سوتا رہے گا

حالیہ ناتمام کے بعد ”رہے گا“ بڑھانے سے بن جاتا ہے۔

مگر ”جاتا رہے گا“ مستقبل مطلق ہے۔ جیسے اس کا کام

جاتا رہے گا، یعنی ہاتھ سے نکل جائے گا یا بگڑ جائے گا۔ اس کا

مصدر ”جاتا رہنا“ (ضائع ہونا) مصدر مرکب ہے۔

”رہے گا“ سے ایک قسم کا استغناء بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے آپ

جائیں وہ آتا رہے گا، آپ چپ رہیں وہ خود بخود پڑھتا رہے گا۔

کبھی ماضی بھی مستقبل کے معنی دیتی ہے، اگر وہ آگیا تو

ضرور جاؤں گا، وہ آیا اور میں چلا (یہاں دونوں ماضیاں

مستقبل کے معنی دیتی ہیں)۔

کبھی حال بھی مستقبل کے معنی دیتا ہے، جیسے میں کل

صبح جاتا ہوں (اگرچہ زیادہ فصیح نہیں ہے)۔ مصدر کے بعد

”والا“ کا لفظ بھی استقبال کے معنی دیتا ہے اور مصدر ہونا

کے حال کے ساتھ اکثر استعمال ہوتا ہے جیسے میں کتاب لکھنے والا ہوں، وہ اب جانے والا ہے۔ اس سے قریب کا آئندہ زمانہ ظاہر ہوتا ہے —

بعض اوقات علامت مستقبل گر جاتی ہے جیسے ایسا کبھی ہوا اور نہ ہو (یعنی نہ ہوگا) —

”گا“ علامت مستقبل جدید تراش ہے، پراکرت اور قدیم ہندی میں اس کا کہیں پتا نہیں۔ قدیم ہندی میں زمانہ مستقبل کو مضارع کے ذریعے سے ظاہر کرتے تھے، لیکن رفتہ رفتہ یہ طریقہ ناکافی سمجھا گیا اور زیادہ تر امتیاز کے لیے مستقبل کے لیے ایک الگ علامت قائم کی گئی —

”گا“ دراصل سندسکرت کے مصدر گم (بمعنی جانا) کے حالیہ تمام مجہول گتھے اور پراکرت گڈو سے ماخوذ ہے۔ ہندی میں بھی مصدر جانا کا ماضی گیا ہے۔ زمانہ وسطی کے شعرا نے گیا کا اختصار ”گا“ کر دیا جو مذکر میں استعمال ہوا اور ”گائی“ اس کی تانیث ہوئی جو بعد میں ”گی“ رہ گئی —

مصدر کے بعد کا، کے، کی لانے سے بھی مستقبل مطلق کے معنی پیدا ہوتے ہیں، لیکن یہ ہمیشہ نفی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور تاکید معنی دیتا ہے جیسے وہ نہیں آنے کا، میں نہیں جانے کا —

فعل کی گردان

فعل کی گردان میں تین باتوں کا لحاظ ہوتا ہے۔ جنس، تعداد اور حالت —

جنس و تعداد

جنس کے معنی تذکیرو تانیث، تعداد کے معنی واحد و جمع کے ہیں —

اردو میں فعل مذکر و مونث کی صورت میں فرق ہوتا

ہے۔ واحد مذکر غائب میں الف اور وونٹ میں یاے معروف جیسے آیا اور آئی، تھا اور تھی، آتا اور آتی، ہوگا اور ہوگی۔ جمع مذکر غائب میں یاے مجہول، مونٹ میں اس کے آگے صرف ن بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے آ، آئے اور آئیں۔ جن افعال میں اصل فعل کے بعد کوئی دوسرا فعل یا علامت لکائی جاتی ہے، ان کی گردان میں ذرا اختلاف ہے مثلاً ماضی بعید (تمام) و فعل حال مطلق و تمام میں بحالت مذکر اصل فعل اور علامت دونوں کو بدلنا پڑے گا۔ جیسے آے تھے، آیا ہے، آے ہیں، آتا ہے، آتے ہیں، تو آتا ہے، تم آتے ہو۔ مگر بحالت مونٹ امدادی فعل کو بدلنا پڑے گا، جیسے آئی تھی، آئی تھیں، آئی ہے، آئی ہیں، آتی ہے، آتی ہیں، تو آتی ہے، تم آتی ہو۔ مگر فعل مستقبل میں بحالت مذکر تو یہی صورت قائم رہے گی یعنی اصل فعل اور علامت دونوں بدل جائیں گے، لیکن مونٹ کی صورت میں اصل فعل تو حسب معمول بدل جائے گا علامت مونٹ ایک ہی رہے گی جیسے آئے گی، آئیں گی، آے گی، آؤ گی، وغیرہ۔

حال امر یہ میں مونٹ اور مذکر کی کوئی تمیز نہیں۔ جیسے چل اور چلو، مذکر و مونٹ دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ تمام افعال کے جمع متکلم میں تذکیر و تانیث کے صیغے یکساں آتے ہیں غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ بالمشافہ باتیں کرنے میں تذکیر و تانیث کا امتیاز فضول ہے لیکن جہاں عورتوں وغیرہ کا لفظ یا کوئی اور قرینہ موجود ہو تو فرق کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ہم سب عورتیں جائیں گی، ہم سب سہیلیاں یا بہنیں جائیں گی۔

حالت

فعل کی تین حالتیں ہیں۔ غائب، واحد، اور متکلم اور ان میں سے ہر ایک کی بہ لحاظ تعداد دو دو حالتیں ہیں،

اس لیے کل چھ ہوئیں، اور پھر یہ لحاظ جنس کے ان چھ کی دو دو حالتیں ہیں۔ اس لیے ہر فعل کی بارہ حالتیں ہوئیں، ان میں سے ہر ایک کو صیغہ کہتے ہیں۔

گردان افعال

ماضی

۱ - ماضی مطلق

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
غائب	غائب	حاضر	حاضر	متکلم	متکلم
وہ لایا	وہ لائے	تو لایا	تم لائے	میں لایا	ہم لائے
وہ لائی	وہ لائیں	تو لائی	تم لائیں	میں لائی	ہم لائے

۲ - ماضی تہام (بعید)

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
غائب	غائب	حاضر	حاضر	متکلم	متکلم
وہ لایا	وہ لائے	تو لایا	تم لائے	میں لایا	ہم لائے
وہ لائی	وہ لائیں	تو لائی	تم لائیں	میں لائی	ہم لائے

۴ - ماضی فاقہام

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ لاتا	وہ لاتے	تو لاتا	تم لاتے	میں لاتا	ہم لاتے
تھا یا	تھے یا	تھا یا	تھے یا	تھا یا	تھے یا
لایا کرتا	لایا کرتے	لایا کرتا	لایا کرتے	لایا کرتا	لایا کرتے
تھا	تھے	تھا	تھے	تھا	تھے
وہ لائی	وہ لائے	تو لائی	تم لائی	میں لائی	ہم لائی
تھی یا	تھیں یا	تھی یا	تھیں یا	تھی یا	تھے یا
لایا کرتی	لایا کرتے	لایا کرتی	لایا کرتے	لایا کرتی	لایا کرتے
تھی	تھیں	تھی	تھیں	تھی	تھے
مذکر		مؤنث		ایضاً	

۴ - ماضی احتمالی

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ لایا	وہ لائے	تو لایا	تم لائے	میں لایا	ہم لائے
ہو	ہوں	ہو	ہو	ہوں	ہوں
لایا ہو	لائے ہوں	لایا ہو	لائے ہوں	لایا ہوں	لائے ہوں
گا	گے	گا	گے	گا	گے
وہ لائی	وہ لائی	تو لائی	تم لائی	میں لائی	ہم لائی
ہو	ہوں	ہو	ہو	ہوں	ہوں
لائی ہو	لائی ہوں	لائی ہو	لائی ہوں	لائی ہوں	لائی ہوں
گی	گی	گی	گی	گی	گی
مذکر		مؤنث		ایضاً	

۵ - ماضی شرطیہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ	وہ	تو	تم	میں	ہم
گرتا	گرتے	گرتا	گرتے	گرتا	گرتے
گرا	گرے	گرا	گرے	گرا	گرے
ہوتا	ہوتے	ہوتا	ہوتے	ہوتا	ہوتے
وہ	وہ	تو	تم	میں	ہم
گرتی	گرتیں	گرتی	گرتیں	گرتی	گرتیں
وہ گری	وہ گری	تو گری	تم گری	میں گری	ہم گری
ہوتی	ہوتیں	ہوتی	ہوتیں	ہوتی	ہوتیں

فعل حال

۱ - حال قدیم یا مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ لائے	وہ لائیں	تو لائے	تم لاؤ	میں لاؤں	ہم لائیں
ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

* ماضی مطلق جمع غائب اور مضارع واحد غائب کی صورت یکساں ہے ان میں تمیز کرنا ضروری ہے خصوصاً جب کہ ضمیر غائب واحد اور جمع میں ایک ہی ہے —

۲ - حال مطلق

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	
غائب	غائب	حاضر	حاضر	حاضر	متکلم	
وہ لاتا ہے	وہ لاتے ہیں	تو لاتا ہے	تم لاتے ہو	میں لاتا ہوں	ہم لاتے ہیں	مذکور
وہ لاتی ہے	وہ لاتی ہیں	تو لاتی ہے	تم لاتی ہو	میں لاتی ہوں	ایضاً	مؤنث

۳ - حال ناتمام

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	
غائب	غائب	حاضر	حاضر	حاضر	متکلم	
وہ لا رہا ہے	وہ لا رہے ہیں	تو لا رہا ہے	تم لا رہے ہو	میں لا رہا ہوں	ہم لا رہے ہیں	مذکور
وہ لا رہی ہے	وہ لا رہی ہیں	تو لا رہی ہے	تم لا رہی ہو	میں لا رہی ہوں	ایضاً	مؤنث

۴ - حال تہام

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	
غائب	غائب	حاضر	حاضر	متکلم	متکلم	
وہ	وہ	تم	تم	میں	ہم	مذکر
لایا	لایا	لایا	لایا	لایا	لایا	
ھے	ھیں	ھے	ھیں	ھوں	ھیں	
وہ	وہ	تم	تم	میں	ہم	مؤنث
لائی	لائی	لائی	لائی	لائی	لائی	
ھے	ھیں	ھے	ھیں	ھوں	ھیں	

۵ - حال احتمالی

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	
غائب	غائب	حاضر	حاضر	متکلم	متکلم	
وہ آتا ہو	وہ آتے ہوں	تم آتے ہو	تم آتے ہو	میں آتا ہوں	ہم آتے ہوں	مذکر
آتا ہو گا	آتے ہوں گے	آتا ہو گا	آتے ہوں گے	آتا ہوں گا	آتے ہوں گے	
آ رہا	آ رہے ہوں	آ رہا	آ رہے ہوں	آ رہا ہوں	آ رہے ہوں	
گا	گے	گا	گے	گا	گے	
وہ آتی ہو	وہ آتی ہوں	تم آتی ہو	تم آتی ہو	میں آتی ہوں	ہم آتی ہوں	مؤنث
آتی ہو گی	آتی ہوں گی	آتی ہو گی	آتی ہوں گی	آتی ہوں گی	آتی ہوں گی	
آ رہی	آ رہی ہوں	آ رہی	آ رہی ہوں	آ رہی ہوں	آ رہی ہوں	
گی	گی	گی	گی	گی	گی	

۶- امر

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	
غائب	فائب	حاضر	حاضر	متکلم	متکلم	
وہ لائے	وہ لائیں	تو لا	تم لاؤ	میں لاؤں	ہم لائیں	مذکر
ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	مونث

فعل مستقبل

۱- مستقبل مطلق

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع	
غائب	غائب	حاضر	حاضر	متکلم	متکلم	
وہ لائے گا	وہ لائیں گے	تو لائے گا	تم لاؤ گے	میں لاؤں گا	ہم لائیں گے	مذکر
وہ لائے گی	وہ لائیں گی	تو لائے گی	تم لاؤ گی	میں لاؤں گی	ایضاً	مونث

رہنا اور اس کے مشتقات بعض دوسرے الفاظ کے ساتھ بطور امدادی فعل کے آتے ہیں۔ اس سے فعل میں دوام کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے جیتا رہا، امر دوامی ہے۔ کہا تا رہے گا مستقبل دوامی ہے۔ آ رہا تھا، جا رہا ہے، ان سب میں یہی معنی پائے جاتے ہیں۔

طور مجہول

اسے مجہول اس لیے کہتے ہیں کہ فعل کا فاعل معلوم نہیں ہوتا —

طور مجہول عموماً اور اکثر افعال متعدی کا ہوتا ہے — جس فعل متعدی کا مجہول بنا ہوا اس فعل کی ماضی مطلق کے آگے مصدر جانا سے جو زمانہ بنا نا منظور ہو وہی زمانہ بنا کر لکا دیا جائے۔ مثلاً کھانا سے حال مطلق مجہول بنا نا منظور ہے، تو کھانا کے ماضی مطلق کے آگے جانا کا حال مطلق لکا دیا جائے تو وہ ہوگا کھایا جاتا ہے۔ اسی طرح کھایا جائے گا، (مستقبل)، کھایا گیا (ماضی مطلق)، کھایا جانا تھا (ماضی ناتمام) کھلایا جائے (امر غائب یا مضارع) —

وہ افعال جو طبعی طور پر مجہول واقع ہوئے ہیں مثلاً پٹنا، لٹنا، پٹنا، کھلنا، بٹنا (تقسیم ہونا)، چھونا، سبنا، کٹنا، سٹنا، کھلنا — جیسے وہ پٹنا، اب یہاں بظاہر وہ فاعل معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ نہیں ہے پیٹنے والا کوئی اور ہی ہے ”وہ“ صرف قائم مقام فاعل ہے۔ اصل میں یوں تھا ”وہ پیٹنا گیا“ —

نہ لیتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رھزن کو

اس شعر میں نہ لیتا کے معنی ہیں نہ لوٹا جانا۔ اسی طرح آتا تلا۔ ظاہر ہے کہ آتا خود بخود تو نلتا نہیں تولیے والا کوئی اور ہے۔ اس لیے آتا فاعل کیسے ہو سکتا ہے۔ دراصل تھا 'آتا تولا گیا'۔ اسی طرح کپڑے سے 'روپے بٹے' کھوڑا لدا 'کان چھدا' دروازہ کھلا 'لکڑی کٹی وغیرہ وغیرہ۔

بعض اوقات فعل لازم کے ساتھ بھی طور مجہول استعمال ہوتا ہے جیسے مجبہ سے وہاں جا کر آیا نہ گیا۔ مجبہ سے اتنی دور نہیں چلا جاتا مجبہ سے آیا نہیں جاتا۔ لیکن یہ صورت ہمیشہ نفی کے ساتھ آتی ہے اور اس کے معنی بھی خاص ہیں یعنی یہ ہمیشہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کہ فاعل یا قائل کو کسی فعل کا کرنا منظور نہیں یا وہ اس کے کرنے سے معذور ہے۔ انہیں معذوں میں یہ طور مجہول افعال متعدی کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے مجبہ سے کھانا کھایا نہ گیا۔۔

(میر)

گل میں اس کی سی جو بو آئی تر آیا نہ گیا

ہم کو بن دوش ہوا باغ میں لایا نہ گیا

یہاں گیا کے معنی "سکے" کے ہیں 'اگرچہ صورت مجہول

کی ہے۔

لیکن بعض اوقات جانا بطور فعل امدادی کے دوسرے

افعال کے ساتھ آتا ہے مثلاً کھا جانا، ڈر جانا، اُٹھ جانا۔

لہذا ان افعال میں اور طور مجہول میں فرق کرنا چاہیے۔

اس کا امتیاز بآسانی اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اگر فعل کے ساتھ

صورت فاعلی استعمال ہو سکتی ہے تو وہ طور معروف ہے اور

اگر نہیں ہو سکتی تو وہ طور مجہول ہے۔

طور مجہول میں جو (جانا) استعمال ہوتا ہے وہ پراکرت

کے طور مجہول سے ماخوذ ہے۔ پراکرت میں طور مجہول کے

بنانے کے لیے (إِجَا) مادۃ فعل کے آگے بڑھا دیتے ہیں (سلسلہ

میں علامت مجہول (یا ہے) - مارواڑی میں اب تک پراکرت کی اصل کا پتا لگتا ہے - مارواڑی میں طور مجہول کے لیے اِجنو استعمال ہوتا ہے - جیسے کر اِجنو یعنی کیا جانا - مرور زمانہ اور نیز اصل پر نظر نہ رہنے سے غالباً اِجا کا جا، جانا کا جا سمجھا گیا - اور رفتہ رفتہ طور مجہول کے لیے جانا استعمال ہونے لگا -

۱ افعال کی نفی

۱ - افعال کے شروع میں نہ یا نہیں لگانے سے فعل منفی ہو جاتا ہے - مثلاً وہ اب تک نہیں آیا، تم کل کیوں نہیں آئے، اُسے کچھ نہ ملا -

بعض اوقات نہیں بعد میں آتا ہے جیسے میں تمام دن انتظار کرتا رہا مگر وہ آیا ہی نہیں - صاف چہیتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں - وہ بیٹھا تو نہیں - یہ اکثر تخصیص کے موقع پر ہوتا ہے، لیکن نظم میں یا بلندی نہیں -

۲ - نہ اور نہیں کے استعمال میں فرق ہے - ماضی شرطیہ اور مضارع کے ساتھ ”نہیں“ استعمال نہیں کرتے بلکہ ”نہ“ استعمال ہوتا ہے - اگر وہ نہ آتا تو خوب ہوتا، اگر وہ نہ آئے تو میں کیا کروں - تجھے ہم والی سمجھتے جو نہ بادۂ خوار ہوتا - نہ تھا کچھ تو خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا

دبویا مجھے کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

جملہ شرطیہ کے دو سرے حصے میں بھی جسے جزا کہتے ہیں ”نہیں“ نہیں آتا - اگر وہ آتا تو اچھا نہ ہوتا - بعض اوقات اس کے استعمال میں غلطی ہو جاتی ہے - مثلاً ”ہم خدا تجھے کو سمجھتے گر خودی ہوتی نہیں“ میں اگر بجائے نہیں کے نہ ہوتا تو بہتر اور نصیح تر ہوتا - ماضی مطابق میں شرط کے ساتھ بھی اکثر نہیں استعمال نہیں کرتے جیسے اگر وہ نہ آیا تو کیا ہوگا - وہ نہ آیا تو تو ہی چل رہی ہیں اس میں کیا تھری شان گھٹتی ہے

۳۔ حال امریہ کی نفی نہ اور مت دونوں سے آتی ہے جیسے - نہ کر، مت کر - مت میں مزید تاکید پائی جاتی ہے۔
۴۔ ماضی مطلق میں اکثر اور عموماً ”نہیں“ آتا ہے، لیکن بعض اوقات ”نہ“ ہی استعمال ہوتا ہے جیسے —

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب

ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

اسی طرح ماضی تمام و نا تمام و احتمالی کے ساتھ بھی نہیں آتا ہے۔ لیکن جب ماضی احتمالی کی آخری علامت ”تھا“ محذوف ہو تو ہمیشہ ”نہ“ استعمال ہو گا۔ جیسے ممکن ہے کہ وہ نہ سمجھا ہو اور یونہی چلا گیا ہو —

۵۔ فعل مستقبل کی نفی مثل دوسرے افعال کے آتی ہے۔ کبھی مصدر کے بعد کا (کی، کے) لگا دیئے سے مستقبل کے معنی پیدا ہوتے ہیں مگر یہ صورت ہمیشہ نفی کے ساتھ آتی ہے اور اس سے تاکید مخصوص ہوتی ہے۔ جیسے، میں نہیں آنے کا، ہم نہیں آنے کے، وہ نہیں آنے کی۔ ایسی صورت میں نفی کے لئے ہمیشہ ”نہیں“ آتا ہے —

۶۔ نفی حال مطلق میں آخری علامت ہے یا ہیں حذف

ہو جاتی ہے۔ جیسے میں نہیں آتا، وہ نہیں آتا، اس سے نہیں کہا جاتا —

کوئی صورت نظر نہیں آتی کوئی امداد بر نہیں آتی

لیکن جب کسی جملے کے دونوں حصوں میں حرف نفی لانا مقصود ہو تو ”نہ“ لکھنا چاہئے۔ اس وقت آخر کا فعل امدادی (یعنی ہے یا نہیں) نہیں گرتا۔ جیسے نہ خود آتا ہے نہ دوسروں کو آنے دیتا ہے۔ درحقیقت یہاں فعل حال کی نفی نہیں بلکہ جملے کی صورت ہی منفی واقع ہوئی ہے۔ حال تمام کے ساتھ بھی نہیں استعمال ہوتا ہے اور آخر سے فعل فعل امدادی ’ہے‘ یا ’ہیں‘ گر جاتا ہے۔ جیسے وہ اب تک نہیں

آیا (آیا ہے) —

۷۔ ایسے افعال کو جو کسی ا. م یا صفت اور فعل سے مرکب ہوں ان کی نفی دو طرح ہوتی ہے یا تو حرف نفی اسم یا صفت کے اول ہوتا ہے یا فعل کے اول۔ جیسے میں یہ کتاب نہیں پسند کرتا اور میں یہ کتاب پسند نہیں کرتا۔ میں ان باتوں سے نہیں خوش ہوتا اور میں ان باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ ہماری رائے میں فعل کے ساتھ خوف نفی لانا بہتر ہے۔

۸۔ بعض افعال کے آخر میں حرف نفی کبھی زائد بھی آتا ہے مگر اس میں ایک قسم کی تاکید اثباتی پائی جاتی ہے۔ جیسے آؤ نہ وہاں چلیں، آخر مکر گیا نہ۔

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

افعال کا تعدیہ

سوائے ایک آدھ کے باقی تمام افعال لازم متعدی بن سکتے ہیں اور متعدی سے متعدی المتعدی، جیسے ہنسنا سے ہنسانا چلنا سے چلانا، یہ لازم سے متعدی ہوئے۔ دینا سے دلانا، کھانا سے کھلانا، متعدی سے متعدی المتعدی۔

اس کے علاوہ ایک قسم متعدی بالواسطہ کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ فعل کے وقوع کے لیے کسی دوسرے کے واسطے کی ضرورت ہے۔ جیسے کھانا متعدی کھلانا متعدی المتعدی، کھلوانا متعدی بالواسطہ۔

۱۔ اول افعال لازم سے متعدی اور متعدی سے متعدی المتعدی بنانے کے قاعدے لکھے جاتے ہیں۔

* اس فعل امدادی (ہے) کے گرجانے کی وجہ یہ ہے کہ نہیں میں خود یہ فعل

(ہے) موجود ہے کیونکہ نہیں مرکب ہے نہ اور انہیں آتی قدیم حال سے۔ اور اس

لیے (ہے) کی ضرورت نہیں۔

۱۔ عام قاعدہ فعل لازم کو متعدی اور متعدی کو متعدی المتعدی بنانے کا یہ ہے کہ فعل کے مادے کے آگے (ا) بڑھا دیا جائے، جیسے چلنا سے چلانا، ملنا سے ملانا، اُٹھنا سے اُٹھانا۔

لیکن اگر ایسے افعال کا دوسرا حرف متحرک ہو تو متعدی بنانے کی حالت میں ساکن ہو جائے گا۔ جیسے پگھلنا سے پگھلانا، پکڑنا سے پکڑانا، سمجھنا سے سمجھانا۔

ب۔ کبھی مادۂ فعل کے آخر حرف سے قبل آ بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے نکلنا سے نکالنا، اُترنا سے اُتارنا، اُبھرنا سے اُبھارنا، بکڑنا سے بکارنا۔

ج۔ کبھی پہلے حرف کی حرکت کو اس کے موافق حرف علت سے بدلنے سے یعنی زبر کو الف سے، چیسے مرنے سے مارنا، تپنا سے تاپنا، تلنا سے تالنا، تھمنا سے تھامنا، کٹنا سے کاٹنا۔ زیر کو (ی) سے جیسے، چونا سے چیدنا، پھرنے سے پھیرنا، گھرنے سے گھوڑنا، پسنا سے پیسنا، گھسٹنا سے گھسیٹنا، کھنچنا سے کھینچنا، نہرنا سے نہیڑنا۔ پیش کو واؤ سے جیسے مرنے سے مورنا، جرنے سے جوڑنا، کھلنا سے کھولنا، لٹنا سے لوٹنا، گاہنا سے گھولنا۔ ان مصادر میں بعض اوقات ت سے بدل جاتی ہے۔ جیسے ٹوٹنا سے توڑنا، پھوٹنا سے پھوڑنا، پھٹنا سے پھاڑنا۔

د۔ کبھی مصادر چار حرفی میں جب کہ حرف دوم حرف علت ہو تو اُس حرف علت کو ساقط کر کے اول کو اس کے موافق حرکت دیتے ہیں اور اُس کے آگے (آ) یا بجائے آ کے (لا) بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے رونا سے رلانا، پینا سے پلانا، سونا سے سلانا، دھونے سے دھلانا، جینا سے جلانا، جیتنا سے جتانا، کھانا سے کھلانا، (اس میں خلاف قاعدہ پہلے حرف کو زیر دیا گیا ہے) جاگنا سے جگانا، بیٹھنا سے بتھانا (یا بٹھلانا جو فصیح نہیں)، دوبلنا سے پہلے دوبا نا آتا تھا، لیکن اب وہ غیر فصیح سمجھا جاتا ہے، آج کل دوبا نا کہتے ہیں، اسی طرح بھینگنا سے بھگوننا آتا ہے۔

اگر مصدر پانچ حرفی ہے اور دوسرا حرف حرف علت ہے تو حرف علت حذف کر کے پہلے حرف کو اس کے موافق حرکت دے کر اس کے آگے الف بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے 'تورنا سے ترانا' تیرنا سے ترانا ' جاگنا سے جگانا ' بھاگنا سے بھگانا —

۲ - متعدی بالواسطہ کے بنانے کے یہ قاعدے ہیں —

۱- کبھی علامت مصدر کے اول الف بڑھا دینے سے جیسے کرنا سے کرانا —

ب - کبھی وا بڑھانے سے - دوسرا حرف حرف علت ہو تو گر جاتا ہے اور اس کے بجائے اس کے موافق حرکت آجاتی ہے - جیسے تولنا سے تلوانا ' اُتھانا سے اُتھوانا ' دبنا سے دبوانا ' جھارنا سے جھروانا - تیسرا اور چوتھا حرف علت بھی گر جاتا ہے جیسے نچورنا سے نچروانا ' بیچنا سے بکوانا آتا ہے ' کیوں کہ مصدر لازم اس کا بکنا تھا اس سے متعدی بیچنا ہوا ' اور متعدی بالواسطہ بکوانا - متعدی بالواسطہ اکثر صورت اول کی طرف عود کرتا ہے —

۳ - بیٹھنا سے بٹھانا اور بٹھلنا ' دیکھنا سے دکھانا اور دکھلنا ' سیکھنا سے سکھانا ' اور سکھلنا ' سوکھنا سے سکھوانا اور سکھلانا دو دو آتے ہیں لیکن بٹھلنا ' سکھلانا ' دکھلانا ' سکھلانا ' زیادہ فصیح نہیں سمجھے جاتے - یہی حال بتلانے کا ہے -

۴ - بعض مصادر کے متعدی دو طرح آتے ہیں جیسے دبنا کا متعدی دا دبنا بھی ہے اور دبانا بھی —

تو تنہا لازم ہے ' تورنا اور ترانا دونوں اس کے متعدی ہیں - تورنا عام طور پر ہر ایک چیز کے تورنے کو کہیں گے ' لیکن ترانا صرف اُسی وقت استعمال کریں گے جب کوئی جانور رسی تور کر بھاگ جائے - جیسے بیل رسی تور کر بھاگ گیا —

اسی طرح گھلنا کے دو متعدی ہیں ' ایک گھولنا دوسرا گھلانا - گھولنا جیسے دوا یا نمک اور اسی قسم کی اشیاء کے

متعلق کہیں گے جو پانی وغیرہ میں گھل سکیں۔ لیکن گھلانا اکثر مجباً استعمال ہوتا ہے جیسے غم نے اُسے گھلا دیا۔ طور لازم گھلنے میں بھی یہ معنی پائے جاتے ہیں، لیکن گھولنا جو متعدی ہے اس میں یہ معنی نہیں ہیں، البتہ دوسرے متعدی گھلنے میں یہ معنی ہیں۔

اسی طرح بھولنا اور بھلانا دونوں متعدی بیک سفعول ہیں مگر معنوں میں فرق ہے۔ جیسے وہ مجھے بھول گیا، یعنی درازی مدت یا کسی اور وجہ سے۔ اُس نے مجھے بھلا دیا یعنی جان بوجھ کر۔ وہ لکھا پڑھا سب بھول گیا، اُس نے لکھا پڑھا سب بھلا دیا۔ پہلے فقرے میں ایسی وجوہ ہیں جو اختیاری نہیں ہیں، دوسرے میں ارادہ یا ایسی وجوہ پائی جاتی ہیں جو ایک حد تک اختیاری تھیں۔

۵۔ کبھی امدادی افعال کے لانے سے متعدی بنتا ہے۔ جیسے وہ اسے لے ڈوبا، وہ اسے لے بھاگا، وہ سچھہ پر آپڑا۔ ڈوبنا، بھاگنا اور پڑنا افعال لازم ہیں مگر افعال امدادی کے آنے سے متعدی ہو گئے۔

۶۔ سنسکرت میں علامت تعدیہ (ایا) تھی، پراکرت میں (اے) ہوئی۔ یہ ”اے“ بعض اوقات مادۂ فعل کے آگے بڑھادی جاتی تھی۔ لیکن سنسکرت میں زیادہ تر پ بعض ایسے مادوں کے ساتھ آتی تھی جن کے آخر میں حروف علت ہوتے تھے پراکرت میں اس پ کے قبل آ کا اضافہ کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد پ کا بدل (ب) اور (و) سے ہو گیا یعنی آپے سے آپے اور آپے سے آپے ہوا اور یہ ہندی میں ”وا“ اور ”آ“ رہ گیا۔ مثلاً سنسکرت میں کری سے گاریا، پراکرت میں کارے اور بعد از آں کراوے (بجائے کراپے) بوج میں کراوا، ہندی میں کرا۔ بعض ہندی مصادر مثلاً بھگونا اور ڈوبونا اور گڑونا میں جو واؤ آگیا ہے وہ درحقیقت (وا) کا بگاڑ ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ بعض افعال کے تعدیہ میں (ل) کہاں سے آیا، مثلاً پیٹنا سے پلانا۔ بعض کا خیال ہے کہ صرف کانوں کو اچھا معلوم ہونے کی وجہ سے (ل) بڑھا دیا گیا، مگر یہ تھپک معلوم نہیں ہوتا۔

ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ سکرت میں ”پا“ کے معنی محفوظ رکھنے کے ہیں۔ متعدی بنانے کے لیے حسن صورت کے خیال سے بجائے ”پ“ کے ”ل“ کا اضافہ کیا گیا جس سے ”پالیا“ (ہندی پالنا) بنا۔ غالباً پراکرت کی یہ صورت بہ کثرت استعمال ہونے لگی اور یہی ”ل“ کی اصل بتائی جاتی ہے۔



مرکب افعال

مرکب افعال دو طرح سے بنتے ہیں —

۱ - دوسرے افعال کی مدد سے جنہیں افعال امدادی کہتے ہیں —

۲ - افعال کو اسمایا صفات کے ساتھ ترکیب دیئے سے —

امدادی افعال

ہندی افعال موجودہ حالت میں اُن ترکیبی پہنچید گھوں سے آزاد ہو گئے ہیں جو سنسکرت میں پائی جاتی ہیں بلکہ اب ہندی فعل نے ترکیبی طرز چھوڑ کر تفصیلی طریقہ اختیار کیا ہے ' یعنی بجائے خود فعل کے اندرونی تغیر سے نئے معنی پیدا کرنے کے دوسرے افعال کی مدد سے وہ معنی پیدا کئے جاتے ہیں۔ اصل فعل کے ساتھ بعض دوسرے فعل یا اُن کے اجزا کے آجانے سے اصل فعل کے معنوں میں تھوڑا بہت تغیر ہو جاتا ہے ' یا تو اصلی معنوں میں زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے یا کلام میں کوئی حسن اور خوبی آ جاتی ہے۔ یہ طریقہ زیادہ آسان اور ترقی یافتہ ہے اور اس سے اسے کچھ نقصان نہیں پہنچتا بلکہ امدادی افعال کی مدد سے بے شمار لطیف اور نازک معنی پیدا ہو جاتے ہیں ' اور اردو زبان میں امدادی افعال نے بڑی وسعت اور نزاکت پیدا کر دی ہے۔ اکثر اوقات امدادی افعال سے معانی میں جو فرق پیدا ہو جاتا ہے وہ ایسا نازک اور پر لطف ہوتا ہے کہ بہان میں نہیں آسکتا۔ یہ ذکر زیادہ تر نحو سے متعلق ہے لیکن چونکہ

فعل کا بیان یہاں مفصل آچکا ہے لہذا موقع کے لحاظ سے یہ بھی یہیں لکھا جاتا ہے۔

۱۔ سب سے زیادہ کار آمد اور کثیر الاستعمال امدادی فعل ہو (سلسکوت بہو) ہے۔ اس سے اکثر افعال بنتے ہیں۔ مثلاً ماضی نا تمام، تمام، احتمالی، فعل حال کے مختلف اقسام اور مستقبل اسی کی امداد سے بنتے ہیں۔

ہونا کی مدد سے جو فعل بنتے ہیں اگرچہ اُن کا ذکر فعل کے بیان میں ہرچکا ہے لیکن بعض خاص صورتوں کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) مثلاً آیا ہوتا یا سنا ہوتا وغیرہ۔ اگر وہ آیا ہوتا تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی۔ یہ شرطیہ صورت کے ساتھ زمانہ ماضی کے لیے آتا ہے۔

ماضی شرطیہ یہ ہے، اگر وہ آتا تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی۔ اس میں اور اُس میں کچھ یوں ہی سا فرق ہے۔ البتہ پہلی صورت میں زیادہ زور پایا جاتا ہے۔

(ب) کیا ہو، سنا ہو وغیرہ۔ جیسے کہیں، تم نے کبھی اس کا نام سنا ہے۔ دوسرا شخص اُس کے جواب میں کہے ممکن ہے سنا ہو (مگر اس وقت یاد نہیں) یا کہیں سنا ہوگا۔

پہلی صورت میں احتمال خفیف ہے، دوسری میں قوی۔ یا مثلاً ممکن ہے اُس نے ایسا کیا ہو۔ اور غالباً اس نے ایسا کیا ہوگا۔

(ج) آتا ہوتا، کرتا ہوتا وغیرہ جس سے اگر وہ ایسا کرتا ہوتا تو اب تک نہ بچتا (یعنی وہ ایسا نہیں کرتا تھا) اگر پڑھتا ہوتا تو آج بڑے عہدے پر ہوتا۔ یہ صورت بھی شرطیہ ہے اور عادت کو ظاہر کرتی ہے۔

۲۔ بعض امدادی افعال تکمیل فعل میں تنقید اور زور ظاہر کرتے ہیں مثلاً دینا، لینا، جانا، ڈالنا، پڑنا، دھنا۔

(۱) دینا سوائے چل دینا کے اکثر طور متعدی کے ساتھ آتا ہے جیسے سمجھا دینا، بتا دینا، نکال دینا، ہڈا دینا۔ بعض صورتوں میں اس میں جبر کی جھلک بھی پائی جاتی ہے جیسے میں نے اسے گھر سے نکال دیا، اٹھا کے پھینک دیا، پتک دیا وغیرہ۔

(ب) لینا۔ اس میں تکمیل فعل کے ساتھ فاعل کی قربت، فائدہ یا جانب داری ظاہر ہوتی ہے جیسے بلا لینا (یعنی اپنے پاس بلانا)، رکھ لینا (اپنے پاس رکھ لینا)، اسی طرح سن لینا، لے لینا، بچا لینا، دکھا لینا (دوسرے کو اپنے فائدے کے لیے) وغیرہ وغیرہ۔ یہ طور لازم و متعدی دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ امدادی افعال دینا اور لینا میں فرق یہ ہے کہ لینا میں اپنا فائدہ یا قرب ظاہر ہوتا ہے اور دینا میں بخلاف اس کے دوسرے کا فائدہ یا قربت نکلتی ہے، گویا ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ معانی کا یہ فرق مثال ذیل سے بخوبی عیاں ہے۔

۱۔ میں نے اسے سمجھا لیا ہے۔

۲۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے۔

پہلے جملے سے ظاہر ہے کہ میں نے معاملہ اسے اس طرح سمجھایا ہے جس میں میرا فائدہ ہے، دوسرے جملے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے جو کچھ سمجھایا گیا ہے وہ اُسی کے فائدہ کے لیے ہے۔ یا عام الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ لینا میں فاعل کو اپنی غرض ملحوظ ہوتی ہے مگر دینا میں ذاتی غرض سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ جیسے میں نے کتاب میز پر رکھ دی اور میں نے کتاب جیب میں رکھ لی۔ اسی طرح بٹھا دینا اور بٹھا لینا (یعنی اپنے پاس)۔ مگر ایسے افعال جیسے پی لینا کھا لینا میں صرف فعل کی تکمیل ظاہر ہوتی ہے۔

(ج) جانا بکثرت افعال کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور زیادہ تر

طور لازم کے ساتھ جیسے توت جانا، بکھر جانا، بگڑ جانا، چلے جانا وغیرہ وغیرہ - اس سے صرف تکمیل فعل ظاہر ہوتی ہے اور بعض وقت یہ بھی نہیں بلکہ سادہ فعل کے بجائے عموماً جانا مرکب کر کے بولتے اور لکھتے ہیں جیسے مل جانا، ہو جانا، توت جانا - جانا سے بعض بہت ہی لطیف متعارفہ بن گئے ہیں مثلاً پانا سادہ فعل ہے لیکن پانا جانے کے معنی ہی دوسرے ہیں یعنی تازنا - اسی طرح کھونا سے کھوئے جانا وغیرہ وغیرہ -

(د) آنا اور جانا میں بھی نسبت ہے جو لہذا اور دینا میں ہے - آنا بطور امدادی فعل کے بہت کم استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی زیادہ افعال ابتدائی لازم کے ساتھ جیسے بن آنا اور بلدا آنا - اکثر یہ افعال کے ساتھ آکر تکمیل فعل کے معنی دیتا ہے اور ساتھ ہی ظاہر کرتا ہے کہ فاعل کسی کام کو انجام دے کر واپس آگیا جیسے میں اُسے دیکھ آیا ہوں، ہو آیا ہوں - ان معنوں میں وہ لازم اور متعدی دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے - مگر بعض اوقات تکمیل فعل کے ساتھ زور کا اظہار کرتا ہے جیسے ابھر آنا - آگ آنا وغیرہ -

(ه) ڈالنا - اس میں تکمیل فعل کسی قدر زیادہ زور کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے، نیز اس میں جبر کی شان بھی پائی جاتی ہے جیسے مار ڈالنا، مسل ڈالنا، کات ڈالنا، گاز ڈالنا، چیر ڈالنا، اُدھیر ڈالنا وغیرہ -

(و) رہنا، جیسے بیٹھ رہنا، سو رہنا، اٹک رہنا - جیسے وہاں جا کے بیٹھ رہا - اس سے فعل کا ایک حالت پر قائم رہنا پایا جاتا ہے - مگر جاتے رہنا کے معنی تلف ہو جانے اور ضائع ہونے کے ہیں -

(ز) پڑنا - جیسے دکھائی پڑنا، اس میں محض تکمیل فعل ہے - بعض افعال کے ساتھ جیسے توتا پڑنا، لڑ پڑنا، وغیرہ میں

ایک قسم کی حالت کو بتاتا ہے - دوسرے معنی اس کے دوسری جگہ بیان کیے جائیں گے -

(ح) بیٹھا - اس میں بھی جبر اور زور پایا جاتا ہے جیسے سیلے پر چڑہ بیٹھا، لڑ بیٹھا، دبا بیٹھا -

اس کے علاوہ بعض وقت تسلیم و رضا کے معنی دیتا ہے - جیسے ہم تو اپنی قسمت کو رو بیٹھے، وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا -
۳ - چکنا - اختتام فعل کو کامل طور پر ظاہر کرتا ہے جیسے کام ہو چکا - کام کر چکا - میں خط لکھ چکا - وہ کھا چکا - ان تمام جملوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام ختم ہو گیا ہے -

۴ - بعض افعال سے امکانی حالت اور قابلیت یا اجازت ظاہر ہوتی ہے -

(الف) سکنا - جیسے میں کر سکتا ہوں - وہ نہیں دیکھ سکتا (اس سے قابلیت فعل کی ظاہر ہوتی ہے) -

وہ نہیں بول سکتا، وہ نہیں جا سکتا، میں نہیں جا سکوں گا (امکانی صورت ہے) - اجازت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے، وہ نہیں آسکتا، کیا میں آسکتا ہوں؟ - سکنا کبھی تذہ استعمال نہیں ہوتا، ہمیشہ کسی دوسرے فعل کے ساتھ بطور فعل امدادی کے آتا ہے -

(ب) دینا سے بعض اوقات اجازت کے معنی نکلتے ہیں، جیسے اُسے آنے دو، اُسے کس نے جانے دیا -

(ج) کبھی کبھی پانا بھی سکے اور اجازت کے معنوں میں آتا ہے مگر ہمیشہ مصدر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے - جیسے وہاں کوئی نہیں جانے پاتا - (یعنی کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے) - کیا مجال کہ آدمی تھیرنے پائے (تھیر سکے) -

اُرنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے -

آج اُس سے کوئی ملنے نہ پایا (نہ مل سکا) -

کسی کو اُس شے خوبیاں تلک جانا نہیں ملتا
مگر خلوت میں اُس کے ایک میں ہی جانے پاتا ہوں
یہاں ملنے کے معنے بھی سکے کے آئے ہیں۔ یہ بھی ہمیشہ
مصدر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے —

(د) جانا بھی کبھی سکے کے معنی دیتا ہے، جیسے مجھے
سے چلا نہیں جاتا۔ اُس سے کھانا کھایا نہیں جاتا —
۵۔ بعض امدادی افعال سے جاری ہونے یا فاعل کی عادت
کا اظہار ہوتا ہے جیسے —

(الف) کرنا۔ وہ آیا کرتا تھا، کہا کرتا تھا، آیا کرو۔ اسی
طرح، رویا کیا، سدوارا کیا —

(ب) رہنا۔ جیسے وہ بولتا رہا، کہتا رہا، سوتا رہا، وہ
کھلتا رہتا ہے، سوتا رہتا ہے۔ وہ کیا کھا رہا ہے، کھاتا رہا،
کھاتا رہے گا، —

(ج) جانا بھی کبھی ان معنوں میں آتا ہے، جیسے
ہزار منع کرو مگر وہ اپنی سی کہے جاتا ہے، بکے جاتا ہے، ایک
کو ایک کھائے جاتا ہے —

نا امیدی مٹائے جاتی ہے شوق نقشہ جمائے جاتا ہے
خاص یہ صورت عموماً فعل حال ہی کے ساتھ استعمال
ہوتی ہے، ماضی میں استعمال دوسری طرح ہوتا ہے جیسے
وہ پڑھتا جاتا تھا اور میں لکھتا جاتا تھا۔ یہی صورت حال
میں بھی ہے جیسے بانی بیٹھا جاتا ہے۔ اس سے فعل کا آہستہ آہستہ
جاری ہونا پایا جاتا ہے —

۶۔ بعض امدادی افعال کسی کام کے دفعۃً ہو جانے یا
کرنے کے معنوں کا اظہار کرتے ہیں —

(۱) بیٹھنا۔ جیسے کہہ بیٹھا، کر بیٹھا، پوچھ بیٹھا۔ وہ
ایسے کام اکثر بے سوچے سمجھے کر بیٹھتا ہے۔ اس میں فعل کے
پکا یک ہو جانے یا بے سوچے سمجھے کرنے کے معنی پودا ہوتے ہیں۔

(ب) اُٹھنا بھی انہیں معذوں میں آتا ہے جیسے بول اُٹھا ، بلبلا اٹھا ، پھوک اٹھا ، جھلا اٹھا ۔

(ج) پڑنا-جیسے لڑ پڑنا ، بن پڑنا ، الجھ پڑنا ، برس پڑنا ۔
(د) نکلنا جیسے بہ نکلا ، چل نکلا ، پھوٹ نکلا ۔ یعنی حالت سکون سے دفعتاً حرکت میں آجانے کے معنی دیتا ہے۔ ان معذوں میں نکلنا بہت کم استعمال ہوتا ہے اور شاید زیادہ تر انہیں تین مصدروں کے ساتھ آتا ہے ۔

(۵) فعل کے شروع میں 'آ' یا 'جا' بھی انہیں معذوں میں آتے ہیں جیسے آپڑنا ، آنکلنا ، آملنا ، جا پڑنا ۔

۷۔ لگنا کام کے آغاز کو بتاتا ہے 'جیسے کھڑے لگا ، کھانے لگا ، منہ سے پھول جھڑنے لگے' ، وہ کھانے لگا ہے 'جب وہ بیان کرنے لگتا ہے تو دودھ گھڑتے دم نہیں لیتا ۔

۸۔ پڑا { ماضی مطلق } کسی دوسرے فعل کے شروع میں آنے سے فعل میں زور اور کثرت کے معنی پیدا کرتا ہے اور عموماً ایسے افعال کے ساتھ آتا ہے جن میں کام کا جاری رہنا پایا جائے ۔ جیسے منہ سے پڑے پھول جھڑ رہے ہیں ، پڑا مارا پھرتا ہے ، پڑا روتا پھرتا ہے ، باغوں کے نیچے نہریں پڑی بہ رہی ہیں ۔
۹۔ چاہتا ایک تو فاعل کی خواہش ظاہر کرتا ہے ، دوسرے یہ بتاتا ہے کہ کام قریب زمانہ آئندہ میں ہونے والا ہے ، مگر اصل فعل ہمیشہ ماضی کی صورت میں دھتا ہے جیسے وہ بولا چاہتا ہے ، دیکھیے کیا ہوا چاہتا ہے۔ یہ حالت صرف فعل حال میں استعمال ہوتی ہے ۔

دل اس بت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے یہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے خواہش ظاہر کرنے کے لیے اصل فعل صورت مصدر یہ کے ساتھ ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے اس نے بولا چاہا ، وہ بولا چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ ۔

یہی معنی مصدر کے الف کو یاے بھجھول سے بدلنے اور اس

کے بعد 'کو' اور 'ہونا' کے افعال ماضی و حال بڑھانے سے پیدا ہوتے ہیں جیسے کہنے کو ہے 'کہنے کو تھا' جانے کو ہے 'جانے کو تھا' وغیرہ یعنی ابھی جانا چاہتا ہے یا جانے والا ہے، جانا چاہتا تھا یا جانے والا تھا —

۱۰۔ چاہذا سے چاہیے بطور امدادی فعل کے مستعمل ہے۔ یہ اخلاقی امر یا فرعی منصوبی کے جتانے کے لیے آتا ہے، اور ہمیشہ مصدر کے بعد استعمال ہوتا ہے جیسے 'انہیں وہاں جانا چاہیے' تم کو وقت پر حاضر ہونا چاہیے، انسان کو سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔

۱۱۔ (لے) فعل کے شروع میں آنے سے اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص یا شے کو لے جانے یا مبتلا کرنے کے معنوں میں آتا ہے جیسے لے بھاگنا، لے اُڑنا، لے دو بٹنا، لے مرنا وغیرہ۔

۱۲۔ اسی طرح "دے" بھی فعل کے شروع میں بطور امدادی فعل کے آتا ہے۔ جیسے دے مارنا، دے پتکنا، یہ محض کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے آتا ہے۔

۱۳۔ رہا اور چھوڑا جب حابہ کے بعد آتے ہیں تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ باوجود مشکلات کے پوری سعی کے ساتھ کام کو انجام دیا یا جو منشا تھا اسے کسی نہ کسی طرح پورا کر دیا جیسے کر کے رہا، مکان بنا کے چھوڑا۔

۱۴۔ رکھنا بطور امدادی فعل کے کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی کی مرضی کے خلاف دوستی، محبت یا جبر یا کسی دوسرے اثر سے کام لینا جیسے اس نے مجھے صبح سے بتھا رکھا ہے اور جانے نہیں دیتا، اس نے میرا مال دبا رکھا ہے۔

(۲) سکھا پڑھا کر پہلے سے تیار کر لینا جیسے اس نے اسے خوب سمجھا رکھا ہے۔ میں نے اسے پہلے سے کہ رکھا ہے، یا بتا رکھا ہے۔

(۳) محض تاکید کے لیے جیسے سن رکھو، دیکھ رکھو۔

(۴) معاورے میں۔ جیسے، میں نے یہ کام اگلے سال کے لیے

اٹھا رکھا ہے -

۱۵ - کبھی فعل میں تکرار ہوتی ہے، یعنی دوسرا فعل اسی کا مترادف یا اس کا ہم آواز ساتھ آتا ہے اور معنوں میں زور پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے دیکھ بھال کر، سوچ ساچ کر، میل شام کو ہمارا تھکا گھر پہنچا، وہ مردوں کے گزرنے والے بنے میں مصروف رہے، پیس پاس کے مسالہ تیار کر دیا، دھل دھلا کر خاصا سفید ہو گیا، گرتے پڑتے گھر پہنچ گیا۔ اسی طرح چلنا پھرنا، سفید پھرنا، کھانا پینا، رونا دھونا وغیرہ -

۲ - اسما و صفات کی ترکیب سے

۱ - ہندی اسم یا صفت کے ساتھ سادہ مصادر کا آنا جیسے پوجا کرنا، نام دھونا، برا کہنا، اچھا کہنا، دم لینا، دم دینا، دم مارنا، دم توڑنا، رکھوالی کرنا، ادھار دینا، ذیلگ مارنا، چھلانگ مارنا، مار کھانا، دھوکا کھانا، جازا لگنا، تاک لگانا، پتال لگانا، ہل چلانا، رستہ دیکھنا وغیرہ وغیرہ بکثرت اور بیشمار مستعمل ہیں۔ اس قسم کے مرکب افعال میں زیادہ تر یہ امدادی افعال آتے ہیں - ہونا، کرنا، کھانا، دینا، لینا، پڑنا، مارنا، آنا، ڈالنا، دھونا، پکڑنا، بھرنا، لگنا، لگانا، رکھنا، ان کے علاوہ اور بہت سے فعل بطور امداد کے آتے ہیں جن کی تفصیل لغت سے تعلق رکھتی ہے۔

۲ - فارسی اسم کے ساتھ ہندی مصدر کا آنا جیسے دل دینا، باز آنا، باز رکھنا، دلاسا دینا، پیش آنا، بر آنا، بولانا وغیرہ۔

۳ - عربی اسم کے ساتھ جیسے شروع کرنا، یقین کرنا،

یقین لانا، علاج کرنا، جمع ہونا وغیرہ -

۴ - فارسی یا عربی صفت کے ساتھ جیسے قوی کرنا، روشن کرنا، مشہور کرنا، ضعیف ہونا وغیرہ -

۵ - بعض اوقات ہندی اسما یا صفات میں کسی قدر تغیر کر کے نا علامت لگا دیتے ہیں اور مصدر بنا لیتے ہیں - جیسے پانی سے پلہانا، جوتی سے جتھانا، ساتھ سے ستھانا، مکی سے مکھانا،

پتھر سے پتھرا نا ، تھوکر سے تھکرا نا ، چکر سے چکرا نا ، لالچ سے لالچا نا ،
 کچے سے کچھانا ، لنگڑے سے لنگڑا نا ، بہن بہن سے (جو مکھڑوں
 کی آواز ہے) بہنبھانا ، تھن تھن سے تھنتھنا ، بز بز سے بزبزا نا ،
 من من سے منمننا وغیرہ —

۶ - بعض مصدر اردو میں ایسے ہیں کہ عربی یا فارسی
 افعال یا اسمائے آگے ہندی مصدر کی علامت نا لگا کر اردو
 بنا لیا گیا ہے —

مثلاً فارسی کے افعال سے فرمانا ، بخشنا ، آزمانا ، نوازا نا ، فارسی
 اسم گرم سے گرمنا ، نرم سے نرمنا ، داغ سے داغنا ، خرید سے خریدنا -
 اسی طرح عربی کے لفظ بدل سے بدلنا ، بحث سے بحثنا ،
 قبول سے قبولنا ، دفن سے دفننا کفن سے کفننا -

اس طور سے مصدر بنانے کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے حالانکہ
 اس سے زبان میں بڑی وسعت ہو سکتی ہے —
 ۷ - بعض اوقات علامت مصدر حذف ہو جاتی ہے مگر یہ اس
 وقت ہوتا ہے جب کہ دو سرا مصدر ساتھ ہو - جیسے بنا جاننا
 بنا آنا وغیرہ -

ایک ہم ہیں کہ دیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
 ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے
 ۸ - بعض اوقات حالیہ معطوفہ بھی اسی صورت سے آتا ہے -
 اس میں اور مرکب فعل میں فرق کرنا چاہیے - مثلاً میں
 وہاں ہو آیا ہوں - میں اسے دیکھ آیا ہوں -

۵ تمیز

تمیز فعل یا صفت کی کیفیت بیان کرتی ہے اور اس کے آنے سے فعل یا صفت کے معنوں میں تہوری بہت کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ چند تمیزی الفاظ ایسے ہیں جو ہندی ضمائر سے ملتے ہیں اور چونکہ وہ سب سے ساہہ ہیں لہذا اُن کا ذکر اول کیا جائے گا اور اُن کے ساتھ اسی قسم کے دوسرے الفاظ بیان کیے جائیں گے جو اسما سے ملتے ہیں۔

۱۔ زمان یا وقت کے لیے۔ اب۔ جب۔ تب۔ کب۔

یہ سب الفاظ سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً جب اور تب سنسکرت کے الفاظ یاوت اور تاوت سے ملتے ہیں، جو پراکرت میں جاوا اور تاوا ہوئے اور اُن سے ہندی کے جب اور تب بنے۔ یہی حال 'اب اور کب' کا ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے ہندی الفاظ جو تمیز زمان کا کام دیتے ہیں، یہ ہیں۔ آگے، پیچھے، پہلے، آج، کل، پرسوں، ترسوں، توکے، تروت، نت، سدا، سویرے، پھر۔

فارسی الفاظ ان معنوں میں یہ مستعمل ہیں۔

ہمیشہ، جلد، جلدی، یکایک، اچانک، ناگاہ، ناگہاں،

بعد ازاں، شب و روز۔

۲۔ مکان، یا جگہ کے لیے۔ یہاں، وہاں، جہاں، تہاں،

کہاں۔ یہ الفاظ بھی سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ ہاں یا اُن

جو سذسکرت کے لفظ ستمہان کا مخفف ہیں جس کے معنی جگہ کے ہیں ، ضمیری مادے کے میول سے یہاں اور وہاں بن گئے ۔ کہاں کا گاف سذسکرت کے لفظ کت سے ہے جس کا بتا کر کد ہے جو اب بھی قصبات و دیہات میں مستعمل ہے اور اسی سے مرہتی میں اکادے بنا ہے ۔

اس کے علاوہ ہندی میں تمیز مکان کے لیے یہ الفاظ آتے ہیں :-

آگے ، پیچھے ، پرے ، ورے ، پاس ، اوپر ، نیچے ، بھیتر ، باہر ، اندر ۔
۳۔ سمت - اُدھر ، اُدھر جدھر ، تدھر ، (ہندی) کدھر ۔
۴۔ طور و طریقہ - یوں ، جوں ، کیوں ، کیونکر ، کیسے (بمعنی کیوں)۔
یہ الفاظ سذسکرت کے لفظ ایوم پر اکرت ایووم سے نکلے ہیں جن کو صورت بعد میں امی اور ام ہوئی اور ہندی میں ”یور“ ۔
علاوہ ان کے دوسرے الفاظ یہ ہیں تھیگ ، اچانک ، دھیرے ، ہولے ، لگاتار ، برابر ، تابوتوز ، سچ ، مچ ، جھوت ، موت ، تھوڑا ، بہت ، جھٹ ، جھٹ پٹ ۔

فارسی عربی کے الفاظ زرا ، تخمیناً ، تقریباً ، خصوصاً ، زیادہ ، بالکل ، مطلق ، بعینہ ، بجدسہ ، ہر چند ، سوا ، حسبہ ، یعنی ، من و عن ، باہم ، فوراً ، دفعۃً ، ناگہاں ، ناگاہ ، یکایک ، فی الفور ، القصہ ، الغرض ، فی الجملہ وغیرہ ۔

۵۔ تعداد کے لیے ایک بار ، دو بار ، وغیرہ ، اکثر ، ایک ایک ، دو دو ، وغیرہ ، اتنا ، جتنا ، کتنا ۔

۶۔ ایجاب و انکار - ہاں جی ، جی ہاں ، نہیں ، تو ۔

شاید ، غالباً ، یقیناً ، بیشک ، بلاشبہ ، ہرگز ، زہار ، بارے ، البتہ ، فی الحقیقت ، در حقیقت ۔

۷۔ سبب و علت - اس لیے ، اس طرح ، چنانچہ ، کیونکہ ،

لہذا ۔

۸۔ مرکب تمیز - کبھی تمیز مرکب ہوتی ہے ، یعنی دو مل کر

ایک تمیز کا کام دیتی ہیں۔ جیسے کب تک، جب کبھی، جہاں کہیں، جہاں جہاں، کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی، دھڑا دھڑا، اندر باہر۔ بعض اوقات تکرار کے ساتھ آتی ہیں۔ جیسے جب جب، کہیں کہیں۔

۹۔ بعض اوقات ایک ایک دو دو لفظ مل کر بطور جزو جملہ کے تمیز کا کام دیتے ہیں جیسے رفتہ رفتہ، خوشی خوشی، ایک ایک کر کے، روز روز، آئے دن، گھڑی گھڑی، ہونہو، دھوم دھام، دونوں وقت ملتے، آس پاس، اطراف و جوانب، جم جم، نت نت، کہوں نہیں، الگ الگ، صبح و شام، چوری چھپے، آہستہ آہستہ، جوں جوں، جوں جوں کا توں۔

عربی کے جزو جملہ۔ کما حقہ، حتی الامکان، کما یلینغی، من و عن، حتی المقدور، حاصل کلام، طوعاً کرہاً، آخر الامر وغیرہ۔

۱۰۔ کبھی تمیز یا اسم کے بعد سے، تک، میں، وغیرہ آنے سے تمیز بن جاتی ہے جیسے کب تک، بھولے سے، پھرتی سے، اتنے میں۔ فارسی کی (ب) فارسی الفاظ کے ساتھ آنے سے یہ کام دیتی ہے جیسے بخوشی، بختوبی، بدل و جان۔

۱۱۔ بعض اسم ”وار“ کے ساتھ مل کر یہ معنی دیتے ہیں جیسے تفصیل وار، ہفتہ وار، ماہوار، نمبر وار وغیرہ۔

۱۲۔ بعض الفاظ صفات بھی تمیز کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً خوب، ٹھیک، بجا، درست۔ جیسے خوب کہا۔ بجا فرمایا۔ ٹھیک کہتے ہو۔ درست فرماتے ہیں۔

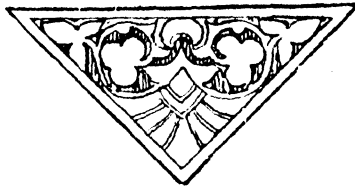
ہزار اور لاکھ، کثرت کے معنوں میں تمیز کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے میں نے لاکھ سمجھا یا کچھ اثر نہ ہوا۔ ہزار سر مارا مگر وہ تمس سے مس نہ ہوا۔ لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا۔

۱۳۔ کبھی اسمائے عام بھی تمیز کے معنوں میں آتے ہیں۔

قواعد اردو

جیسے اُنکلوں بڑھتا ہے ، بانسوں اُچھلتا ہے ، گھٹلیوں چلتا ہے ، بھوکوں مرتا ہے ، جھوٹوں بھی نہ پوچھا (یہ سب الفاظ جمع میں استعمال ہوتے ہیں) —

۱۴ - بعض اوقات حالیہ معطوفہ بھی تمیز کا کام دیتے ہیں جیسے کھلکھلا کر ہنسا ، بلبللا کر دیا —



حروف

حروف وہ غیر مستقل الفاظ ہیں جو تنہا (بولنے یا لکھنے میں) کوئی خاص معنی پیدا نہیں کرتے جب تک کسی جملے میں یا دوسرے الفاظ کے ساتھ استعمال نہ ہوں جیسے کو 'تک' جب وغیرہ —

اُردو میں ان کی چار قسمیں ہیں —

- ۱ - ربط -
- ۲ - عطف -
- ۳ - تخصیص -
- ۴ - فجائیہ -

۱ - ربط

حروف ربط وہ ہیں جو ایک لفظ کا علاقہ کسی دوسرے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں —

(۱) کا 'کے' کی -

(۲) نے -

(۳) کو 'تئیں' سے 'میں' 'تک' پر -

یہ حروف ربط سادہ قسم کے ہیں جو عموماً اسم یا ضمیر یا تمیز کے ساتھ آتے ہیں اور ان کی حالت کا پتا دیتے ہیں مثلاً نمبر (۱) حالت اضافی کے لیے - نمبر (۲) حالت فاعلی کے لیے - نمبر (۳) حالت مفعولی، ظرفی یا طوری

کے لئے آتے ہیں —

اگرچہ بظاہر یہ حروف بہت سادہ معلوم ہوتے ہیں لیکن جب ان کی اصل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنسکرت میں مستقل الفاظ تھے لیکن زمانے کے تغیرات سے رفتہ رفتہ ایسے ہو گئے کہ وہ اب محض ایک سادہ علامت کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً کہنے، جو پرانی اردو میں پاس کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا اصل میں کرن یا کرنے سے ہے جس کے معنی کان کے ہیں۔ چونکہ کان قریب کا عضو ہے اس لیے یہ معنی ہو گئے۔ یہی حال دوسرے حرف کا ہے۔ (کا) مذکر واحد، (کے) جمع مذکر، (کی) واحد و جمع، مونث اسماء و ضمائر، دونوں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں —

یہ لفظ کرتا کی خرابی ہیں جو سنسکرت کے فعل کری کا مفعول ہے۔ پراکرت میں کرتا کے ساتھ مفعولی علامت کا اضافہ کیا گیا، بعد ازاں ت نکل گئی اور دی کا ی د سے بدل ہو گیا اور لفظ کی صورت کیرا کا ہو گئی۔ پراکرت میں یہ لفظ انماقی حالت کے ساتھ استعمال ہوتا تھا، رفتہ رفتہ اضافت نو مت گئی اور یہ اُس کی جگہ قائم ہو گیا۔ اسی لفظ سے بعد میں کپرو، کھرا، کرا، کر کے نکلے جو قدیم ہندی میں حالت اضافی کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ اور انہیں کی مختلف صورتیں بر ج اور ہندی نے، کو اور کاہیں۔ اور جب ان کے شروع سے ک نکل گیا، تو باقی 'را' اور اس کی دوسری صورتیں 'دی'، 'رے' پیدا ہو گئیں جو ضمیر ذاتی میں صرف متکلم کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں —

نے، صرف فاعل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی افعال متعدی میں۔ سنسکرت کا مفعول، 'لکھا' پراکرت میں 'لکھو' ہوا، وہاں سے ہندی لکے، لے، نے، بنے۔ گجراتی اور پنجابی میں (نے)

مفعول اور فاعل دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن چونکہ ہندی میں مفعول کی علامت (کو) موجود ہے لہذا (نے) صرف فاعل کے لیے مخصوص ہو گیا —

گو بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی کرتا ہے اسی طرح نکلا ہے جیسے کا ، لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ سنسکرت کے ظرف کاکشے سے بنا ہے۔ کاکشے کاکشا سے نکلا ہے جس کے معنی بغل کے ہیں اسی سے پلنجا بی کچھہ بمعنی بغل ہے اور بنگالی کا چھہ بھی اسی سے بنا ہے ، جس کے معنی اس زبان میں نزدیک کے ہیں۔ کیونکہ بغل سب سے قریب ہے ، اس لیے اُس کے یہ معنی ہو گئے۔ قدیم ہندی میں کاکہ اور کاکہم ہوا ، کاکہم سے معمولی تغیر و تبدل کے بعد کاکھاں ، کہاں ، کہاؤں ، کاوں اور کوہنا —

سے سنسکرت کے لفظ سانگے سے ہے جس کے معنی معیت کے ہیں۔ میں سنسکرت کے لفظ مدھیا سے بنا ہے۔ مدھیا کی مختلف صورتیں رفتہ رفتہ مدھیا ، مدھی ، مہی ، ماہی اور ماہ ہوئیں ان میں دھا ، ہا اور یا سے بدلا اور یا بعد میں ای ہوئی اور پھر ای بھی غائب ہو گئی —

مانجھہ (جس کے معنی درمیان کے ہیں) بھی اسی سے ہے اس کے بعد کی صورتیں ماہیں ، مہاں ، میں ، مون ہیں۔ غرض میں آخر میں ماہیں سے بنا ہے —
پو سنسکرت کے آپری سے ہے —

تک سنسکرت میں ایک لفظ تر تھا ہے جس کی اصل تری ہے اور جو سنسکرت میں انہیں معلوں میں آتا ہے جیسے اردو میں تک۔ تری کے ساتھ (کو) اضافہ کیا گیا تو تریکو ہوا (ر) 'ر گئی تک رہ گیا —

تک کی بھی یہی اصل ہے۔ تریکو میں ر' ل سے بدل گئی (ر اور ل کا بدل عام طور پر ہوتا ہے) تو تلیکو بنا اور تلیکو سے تلک بن گیا۔ ہندی اور پرانی اردو اور آج کل کے دیہات میں

بھی لگ بمعنی تک کے آتا ہے۔ چونکہ لگ کے معنی قریب پہنچنے کے ہیں اور تک اور تلک حد کو بتاتا ہے کہ اُسے چھوسکتے

ہیں اسی لیے لگ ان معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

نہیں بھی غالباً سنسکرت کے لفظ ترتیا سے بنا ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے الفاظ ہیں جو حروف ربط کا کام دیتے ہیں، مثلاً پاس، تلے، پیچھے، آگے، پیچھے، سمیت، اوپر، نیچے، باہر، لیے، ساتھ، سنگ، سامنے، مارے، لیکن یہ تمام الفاظ بجز ”سمیت“ کے اضافی حالت کے ساتھ آتے ہیں۔ جیسے اس کے پاس۔ صندوق کے نیچے۔ دھوپ کے مارے سر دکھنے لگا۔ گھر بچوں سمیت۔

اسی طرح بہت سے فارسی و عربی کے الفاظ بھی حروف ربط کا کام دیتے ہیں۔ جیسے بغیر، اندر، نزدیک، باعث، واسطے، سبب، سوا، طرح، نسبت، بجا، بجز، موجب، پیش، پس، قبل، گرد، درمیان۔ یہ الفاظ بھی اضافی حالت کے ساتھ آتے ہیں۔

ہندی کے بعض حروف ربط دو دو مل کر آتے ہیں اور ایک حرف کا کام دیتے ہیں جیسے وہ چھت پر سے گریزا۔ نالی میں سے نکل گیا۔ یہ تو اُس میں گاہے۔ دیوار پر سے کود گیا۔

۲۔ حروف عطف

حروف عطف وہ ہیں جو دو یا دو سے زیادہ لفظوں یا دو جملوں کو ملانے کا کام دیتے ہیں۔ جیسے جوان اور بوڑھے سب تھے۔ ہر کارہ آیا اور خط دیکر چلا گیا۔ میں تو آگیا مگر وہ نہیں آیا۔ اگر ہم جاتے تو وہ نہ جاتا۔ اخبار، رسالے اور کتابیں نکال کر الگ رکھے دو۔

ان کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) وصل (۲) تردید (۳) استدراک (۴) استثناء (۵) شرط

(۶) علت (۷) بیانہ۔

۱ - وصل کے لیے اور 'و' کیا ... کیا ، کہ 'یا - اس میں و اور کہ فارسی ہیں - مثالیں -

جوان اور بوڑھے سب تھے - ہرکارہ آیا اور خط دے کر چلا گیا - بادشاہ و وزیر کھڑے ہیں - کیا وہ اور کیا تم دونوں ایک ہو - اُس نے کہا کہ ابھی مت جاؤ - (اور) اور (و) کے استعمال میں فرق ہے جس کا ذکر نکتہ میں کیا جائے گا - (یا) جیسے کوئی ہے یا نہیں - (کہ) بھی انہیں معلوم میں آتا ہے - جیسے کوئی ہے کہ نہیں -

۲ - تردید - نہ نہ 'خواہ' چاہے 'یا یا' - مثالیں 'نہ وہ آیا نہ تم آئے - خواہ تم آؤ خواہ اُسے بھیج دو' چاہے رہو چاہے چلے جاؤ - یا یہ لو یا وہ -

۳ - استدراک - پر 'لیکن' بلکہ -

جہاں یہ لفظ آتے ہیں تو جملوں کے مضمون میں جو مغائرت ہوتی ہے ان الفاظ کے آنے سے شک و شبہ رفع ہو جاتا ہے - یہ سب سیچ ہے پر وہ نہیں مانتا - اس نے بہت سی شرطیں پیش کیں لیکن میں نے ایک نہ مانی - ایک نہیں بلکہ دو ہیں -

۴ - استثناء - مگر 'الا' -

سب آئے مگر وہ نہ آیا 'سب آئے الا وہ نہیں آیا -

۵ - شرط - جو 'اگر' -

اور جو تم نے کچھ کہا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا - "جو

دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا" (غالب)

اگر وہ نہ آیا تو مجھے جانا پڑے گا -

ورنہ اور نہیں تو اور تو شرط کے جواب میں آتے ہیں -

وہ آیا تو آیا ورنہ مجھے خود جانا پڑے گا -

کچھ کہتے ہو تو کہو نہیں تو میں جاتا ہوں -

پہلے جملے میں حرف شرط آتا ہے اور دوسرے جملے میں

جواب کے لیے اکثر تو آتا ہے جسے جزا کہتے ہیں -
 ۶ - علت - سو، پس، اس لیے، لہذا، بنا بریں، کیوں کہ -
 مثالیں - آپ نے اُسے جانے کا حکم دیا تھا، سو وہ گھا - اُس نے
 ہمیں حاضر ہونے کو کہا تھا، پس ہم حاضر ہو گئے -
 بعض حروف علت جو را جو را آتے ہیں یعنی ایک علت کے
 ساتھ دوسرا معلول کے ساتھ جیسے، چونکہ آپ نہ تھے اس لیے میں نہ آیا -
 تا اور تاکہ اور مبادا کو بھی اسی ضمن میں سمجھنا
 چاہیے - مثلاً : کتابیں بھیج دیجیے تاکہ جلد بند ہواؤں -
 آپ کہلا بھیجیے مبادا وہ نہ آے -

۳ - حروف تخصیص

حروف تخصیص جب کسی اسم یا فعل کے ساتھ آتے ہیں
 تو خصوصیت یا حصر کے معنی پیدا کرتے ہیں -
 حروف تخصیص یہ ہیں : — ہی - تو - بھی - ہر -
 جیسے میں نے اختر ہی سے ملنا تھا -
 بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
 جیسی اب بھتری مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
 ”ہیں جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں“ -
 فعل کے ساتھ بھی یہ حرف استعمال ہوتے ہیں -
 ”کسی نے اُن کو سمجھایا تو ہوتا“ - ”صاف چہیتے بھی نہیں
 سامنے آتے بھی نہیں“ -

ہر شخص اپنی اپنی فکر میں مبتلا ہے - ہر چیز میں کوئی
 نہ کوئی خوبی ضرور ہے -

ہر ایک کے ساتھ بھی مل کر آتا ہے جیسے ہر ایک آدمی
 پر لازم ہے کہ اپنا فرض ایمانداری سے ادا کرے - ہر ایک کا یہ مقدمہ نہیں -

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
 تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے (غالب)
 کوئی اور کسی کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے ہر
 کسی کے کہنے کا یقین کیوں کر ہو سکتا ہے - اب تو ہر کوئی
 تمہاری سی کہنے لگا -

ہی، بعض اسماء، ضمائر اور حروف کے ساتھ مل کر مرکب
 لفظ کا جو بن جاتا ہے مثلاً :-

کب	ہی کے ساتھ مل کر	کبھی	ہوا
جب	"	جبھی	"
اب	"	ابی	"
تب	"	تبھی	"
سب	"	سبھی	"
کہاں	"	کہیں	"
وہاں	"	وہیں	"
یہاں	"	یہیں	"
وہ	"	وہی	"
یہ	"	یہی	"
اُس	"	اُسی	"
تم	"	تمہیں	"
ہم	"	ہمیں	"
تجھے	"	تجھی	"
مجھے	"	مجھی	"
جو	"	جونہیں-جونہی	"
یوں	"	یونہیں-یونہی-یلہیں	"

حروف فجائیہ

وہ الفاظ جو جوش یا جذبے میں بے تحاشا زبان سے نکل

جاتے ہیں —

جیسے ہیں ہیں! اوہو، ہاے وغیرہ —

مختلف جذبات اور تاثیرات کے لیے الگ الگ حروف مستعمل ہیں۔ بعض اوقات جو جملہ بھی ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے! ماشاء اللہ! سبحان اللہ! استغفر اللہ وغیرہ —
۱۔ حرف ندا - اے 'یا' جیسے اے صاحبو - یا اللہ -

"ہوت" دور سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن شایستہ

زبان میں اس کا استعمال نہیں ہے —

ارے 'اے' 'اجی' 'ارے او' 'اے او' عموماً یا تو انتہائی بے تکلفی میں یا تذبذب یا خفگی کی حالت میں چھوٹے درجے کے لوگوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں —

فارسی میں کبھی الف اسم کے آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے شاہا، شاہنشاہا، بادشاہا، واعظا وغیرہ، مگر اردو میں یہ صرف شعر میں آتا ہے —

جسے بلاتے ہیں اُسے سزا دی کہتے ہیں - جب ملادی جمع کی حالت میں ہوتا ہے ترجمہ کا آخری ن گرجاتا ہے۔ اے صاحبو! اے بھائیو! بعض وقت حرف زدا معذوف بھی ہوتا ہے جیسے۔
لوگو دورو - صاحبو یہ کیا بات ہے —

۲۔ خوشی اور مسرت کے لیے۔ اہا ہا، اوہو ہو، واہ واہ سبحان اللہ، ماشاء اللہ —

۳۔ رنج و تاسف کے لیے۔ ہاے، واے، آہ، اُف اے، واے، ہاے رے، افسوس - حیف - ہیبت —

۴۔ تعجب کے لیے سبحان اللہ، اللہ اللہ، اللہ اکبر تعالیٰ اللہ، صلی علی، اُفو، اہا —

۵۔ نفرت کے لیے۔ در، در در، دور، تھو، استغفر اللہ، معاذ اللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ، ہشت، چھی —

۶۔ تحسین و آفرین کے لیے سبحان اللہ، ماشاء اللہ،

بارک اللہ ، خوب ، شاباھیں ، جزاک اللہ ، واہ وا ، اللہ اللہ ،
صلی علیہ ، چشم بد دور -

۷ - پناہ مانگنے کے لیے - الامان ، الحفیظ ، الامان الامان ،
توبہ ، الہی توبہ ، معاذ اللہ ، عھاذا بالہ -

۸ - تلبیہ کے لیے - ہیں ہیں ، ہوں ، ہوں ہوں ، خیرد ! د
دیکھو ، سڈو! -



فصل سوم

مشتق اور مرکب الفاظ

اس فصل میں مشتق اور مرکب الفاظ کا ذکر کیا جائے گا۔
مشتق

مشتق وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے کسی قدر تغیر سے نکلا
یا بنا ہو —

یہاں زیادہ تر ہندی الفاظ کے اشتقاق سے بحث کی
جائے گی۔ فارسی اشتقاق اکثر ہندی سے ملتا جلتا ہے۔ عربی
فی الحال ہماری بحث سے خارج ہے —

۱۔ اسمائے کیفیت عام طور پر اس طرح بنتے ہیں —

(۱) اکثر افعال کے مادے (یعنی علامت مصدر کے گر جانے

کے بعد) اسمائے کیفیت کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً ہار،

جھیت، مار، پھیر، تاک، سیک، بول، لوت، روک،

ٹوک وغیرہ —

بعض اوقات اعراب کو لہیا کر کے حروف علت کی شکل میں

لے آتے ہیں۔ جیسے اُترنا سے اُتار، چلنا سے چال، تلنا سے تال،

ملنا سے میل —

(ب) مادے کے آخر میں الف کے بڑھانے سے۔ جیسے جھکڑا،

پھیرا، چھاپا —

(ج) ن کے بڑھانے سے۔ جیسے چلن، مرن، کہن، اُترن، کترن،

سوجن وغیرہ —

(۵) بعض اوقات صفات کے آگے ن بڑھانے سے اسمائے کیفیت بن جاتے ہیں جیسے - اُنچان، چوران، لمبان وغیرہ -

(۶) فعل کے آگے ا، ن کے اضافے سے - جیسے اُٹھان، لکان، اُڑان، ڈھلان -

(۷) فعل کے مادے کے آگے انی معروف یا وائی بڑھانے سے - لیکن اس میں ہمیشہ اجرت یا مزدوری کے معنی پائے جاتے ہیں - جیسے ڈھلائی، چرائی، پسوائی، دھلائی، سلائی، رنگوائی -

(۸) صفت کے بعد انی یا ئی بڑھانے سے اسمائے کیفیت بن جاتے ہیں جیسے اچھائی، برائی، گولائی، بڑائی، چھٹائی -

(۹) اسم کے بعد ی معروف بڑھانے سے - چوری، تھکی، بہتی، بگٹی -

(۱۰) ت یا تی کے بڑھانے سے جیسے بچت، کہیت، بھرتی، بڑھتی، پھبتی -

(۱۱) ات کے اضافے سے جیسے بہتات، بھلنسات -

(۱۲) اسم کے بعد ت، ہت، ات کے بڑھانے سے جیسے گھبراہٹ، بلاوت، رکاوت، لکاوت وغیرہ -

(۱۳) بعض اوقات صفات کے آگے یہی علامت بڑھانے سے بھی اسمائے کیفیت بنتے ہیں - جیسے چکناہٹ، کڑواہٹ، نیلاہٹ -

(۱۴) مادۃ فعل کے بعد آؤ کے اضافہ کرنے سے - جیسے بچاؤ، چڑھاؤ، چھڑکاؤ، جھکاؤ، لگاؤ، رکاؤ وغیرہ -

(۱۵) پن اور پنا اسم کے آگے بڑھانے سے جیسے بڑھاپا، چھٹاپا، مٹاپا، لڑکھن، بچھن، شہد پن، دیوانہ پن، بچھنا، گنوا د پنا، چھٹپنا -

(۱۶) ک کے بڑھانے سے اسم یا فعل کے بعد جیسے تھلک،

بہتہک —

- (ع) کی کے اضافے سے جیسے چسکی -
 (ت) ا س کے اضافے سے جیسے مٹھاس، پیاس، کھٹاس -
 (ص) مادۂ فعل کے بعد ا پ کے اضافے سے جیسے ملاپ -
 (ق) پت سے جیسے سیان پت، کلوار پت -
 (ر) نا کے لگانے سے - جیسے چاندنا -
 (ھ) واس کے بڑھانے سے - جیسے بکواس -
 (ت) وا کے اضافے سے - جیسے بڑھاوا، بلاوا، دکھاوا وغیرہ -
 (ض) یت - جیسے اپنایت -

یہ سب ہندی صورتیں ہیں لیکن بعض فارسی ترکیبیں
 بکثرت استعمال ہوتی ہیں - مثلاً کی کے لگانے سے بلندگی، زندگی،
 مرہانگی، دیوانگی (یہ علامت ان فارسی الفاظ کے آگے اضافہ
 کی جاتی ہے جن کے آخر ۴ ہوتی ہے) -
 اسم کے بعد ی کے اضافے سے، جیسے گرمی، نرمی، جوانی
 روشنی، وغیرہ -

امر کے آگے ش یا پیش کے اضافے سے جیسے سوزش، آزمائش،
 گردش وغیرہ -

امر کے آگے اک کے بڑھانے سے جیسے خوراک، پوشاک -
 ۲ - اسم فاعل جو کسی کام یا پیشے کے ظاہر کرنے کو
 استعمال ہوتا ہے، مفصلۃ ذیل علامات کے اضافے سے بنتا ہے -
 (ا) والا، جیسے رکھوالا، گوالا، وغیرہ -
 (ب) وال، جیسے درال، رکھوال -

(ج) ہار، ہارا، جیسے پنہارا، پسنبھارا، لکڑھارا، گھسہارا،
 جانہارا - ہار سندسکرت کے لفظ کارک سے بگڑ کر بنا ہے
 جس کے معنی آنے والے کے ہوں -

بعض الفاظ میں ہارا کی ۴ آڑگئی ہے اور آرا، آڑ، ہار، ہو گیا ہے -
 جیسے کھارا، چنار، کنہار، بدبھارا، سنار، لوہار -

(د) ادی یا ادی کے اضافے سے بنتا ہے 'جھسے پتجاری'

بھکاری، کھلاڑی --

(ه) ایرا کے اضافے سے جھسے لٹیرا، کھیرا، سھیرا، کسیرا -

(و) ا کے اضافے سے 'جھسے بھو بھونچے مہن بھونچا جو پرانے

فعل بھلنچنا (بھونڈا) سے نکلا ہے - جوتا (زمین

جوتلے والا) 'اچکا -

(ز) یا کے اضافے سے جھسے گدڑیا (گدڑ بمعنی بھیر) دیوالیا، نچلیا -

(ح) یا کے اضافے سے 'جیسے گویا، پتویا -

(ط) ہا کے اضافے سے 'جھسے چرواہا -

(ی) وا کے اضافے سے جھسے مچھوا، بھڑوا (بھارے سے) 'پتوا

(پت = ریشم) -

(ک) اک کے اضافے سے 'جھسے پھراک، لڑاک، تھراک، چالاک -

(ل) تاک کے اضافے سے 'جھسے داتا - یا رشتے کو ظاہر کرنے کے

لئے جھسے پتا (یہ سلسکرت علامت ہے) -

(م) کو کے اضافے سے 'جیسے بھلکو، کود کو، بجھکو -

(ن) و کے اضافے سے 'جھسے ڈاکو، پتھو -

(س) رو کے اضافے سے 'جیسے پکھرو، کسھرو -

اس کے علاوہ فارسی علامتیں بھی اردو میں بکثرت

استعمال ہوتی ہیں مثلاً گر، گار، کار، جیسے کاریگر، نیلگر،

زرگر، خدمت گار، مدد گار، دستکار -

بر، جھسے، رہبر، دلبر، پیغامبر -

بان، وان، جھسے باغ بان، گازی بان، کوچوان (اسی

طرح ہم کہہ سکتے ہیں موثر بان) -

مند، جھسے دولت مند، حاجت مند -

ور، آور، جھسے جانور، زور آور -

ترکی علامت چی سے جھسے خزانچی، طہلچی،

بندرتچی، باورچی -

۳۔ اسماء آلہ، فعل کے بعد ان علامات کے پڑھانے سے
 جیسے: —

(۱) نی، نا، ن کے اضافے جو سے دھونکنی، اور ہنی، بیلن، چھلنی، پالڈا، مواڑا - اسم کے بعد ن بڑھانے سے جیسے دتوں۔

(ب) ۱ کے اضافے سے جیسے گھبرا —

(ج) پیل کے اضافے سے جھوسے نکھیل —

(۵) وکے اضافے سے چھٹے چہارو -

فارسی میں ا کے اضافے سے جیسے 'دستہ' چشمہ —
آنہ " " انگشتانہ 'دستانہ —

۴۔ اسمائے ظہر اسم کے بعد ان علامات کے لگانے سے بنتے ہیں۔

(۱) بازوی، بازو، دوازہ، دازا، واری جیسے بانس یا بوی،
سہد بازو، اسام بازو، رسول بازو، قہر وازہ،
ہر واز، پہلوازی، پچھ وازا -

(ب) ستان جو سے راجستان ، ہندوستان —

(ج) الایالی سے جیسے ہمالا، شوالا، متالی —

(د) ال ' پال سے - جیسے سسرال - ننھیال -

(۴) سال، سالہ یا سالہ سے۔ تہ سال، گھڑ سال، پات سال، دھرم سالہ۔

(و) انہ جیسے سدھیانہ ' سرہانہ -

(ز) او سے جیسے پیاؤ، قلاؤ۔

(ج) دوار یاد دوارا سے جیسے ہر دوار، گردوارا۔

۵ - اسم کی تصغیر ان علامات کے 'ضافے' سے ہلتی ہے -

(۱) ا کے لگانے سے جیسے 'دبیا' 'پھر یا' 'لٹیا' —

اس قسم کی تصغیر سے اکثر پیار اور محبت کا اظہار ہوتا ہے جیسے بٹیا، بھولا، بھیا۔

(ب) ی معروف سے ٹوکری، 'رسی' شہشی -

- (ج) یا سے جیسے انبھا، کھٹیا، تلیا (تال سے) -
- (د) واسے جیسے مردوا، جوروا، بتوا -
- (ه) ری اور زایا، را، کے لگانے سے - جیسے دمزی (دام سے)، پلنگزی، چمزا، چمزی، گلیاری، کھلری، لنگوا، ٹکوا (ٹک سے)، ٹھیکوا (ٹھیک سے)، مکھوا، جھوڑا -
- (و) ایلا، اولاسے جیسے دھیلا (ادھیلا یعنی آدھے سے) بگھیلا، یا بھگیلا (باگھ سے)، کھتولا، نندولا، کگیلا، سچولیا (ہندی سلچولا) بھڈیلا، گدیلا -
- (ز) تا یا وتا سے جیسے ہرنوتا، چوتا، باملتا -
- (ح) ناسے جیسے بھتتا، تھولتا -
- (ط) ک ہندی اور فارسی دونوں میں مشترک ہے جیسے تھولک، مردک، عینک، طفلک، بطخ، (بطک) -
- (ی) وز سے جیسے بڈوز -
- علاوہ ک کے فارسی علامت چی یا چہ اردو میں مستعمل ہے جیسے صندوقچہ، باغچہ، دیکچہ، دیکچی، نیمچہ، دولچی، نیچہ، سینچہ، دمچی -
- ۱- اب اُن صفات کا ذکر کیا جاتا ہے جو دوسرے الفاظ سے مشتق ہیں -
- (ا) ی کے اضافے سے جیسے شہری، پھری، دیسی، بھاری، اونسی، بلی وغیرہ -
- (ب) اکے بڑھانے سے جیسے دردھیا، جھوٹا، میلا، بھوکا، نیلا، گھروا -
- (ج) اک سے جیسے لڑاک، پیرک یا تیراک -
- (د) (ایلا یا ی معروف) کے بڑھانے سے جیسے پتھریلا، شرمیلا، دھیلا، نکھیلا، سچھیلا، رنگھیلا، نشیلا، سریلا وغیرہ -
- ایلا (یا ی معجھول) { اکھیلا، سوٹیلا، کسیلا، غصیلا،
دودھیلا، دبیل، تلدیل، غصیل
آریلا، یل، ل { دڑھیلا، پائل، گھائل، بوجھل
متھیلا - کوڑیلا -

ایدا - وڑ چچھرا ، سیرا ، کسیرا ، ہنسوز -
الو لجالو ، شر مالو ، چھکڑالو -

(۴) او - جیسے بکاؤ ، دباؤ ، کماؤ ، کھاؤ -

(دو) ک - جیسے ویدک ، سماجک ، پھوٹک -

(ز) کا - جیسے پکا -

(ح) یت - پچھیت ، کڑکیت ، دھکیت ، دکیت -

(ط) ونٹ - بلونٹ ، بگھونٹ -

(ی) مان یا وان - جیسے بھاگوان ، بدھیمان ، گلمان ، دھنوان -

(ک) وسے جیسے بازاردو ، دیداردو -

(ل) واسے جیسے پردوا ، پچھوا -

(م) ساسے جیسے پیاسا ، روانسا (رو نکھا) نڈاسا -

(ن) والال - جیسے متوالا -

(س) واول - جیسے گیہواں ، دھلواں ، پھسلواں ، گتھواں -

(ع) نال - جیسے پھسلنا -

(ف) ہار - جیسے ہونہار ، جانہار ، مرنہار وغیرہ -

(ص) ہای (تانیٹ کے لیے) جیسے فیلہائی -

(ق) ہرایاہری اور علی جیسے سنہرا ، سنہری ، رہیلی -

(ر) یرا - جیسے سیرا ، خلیرا ، بہتیرا -

اس کے علاوہ فارسی کی بعض علامات بھی اسی طرح اردو

میں مستعمل ہیں جیسے ی ہندی اور فارسی دونوں میں

یکساں استعمال ہوتی ہے - اس کے علاوہ :-

آنہ جیسے مردانہ ، سالانہ ، ماہانہ -

ایں یا این جیسے زریں ، آتشیں ، رنگین ، نمکین ، شوقین ، کمین -

ناک - جیسے قصبناک ، ہولناک ، خطرناک -

اس کے علاوہ اسم اور امر سے مل کر سہکڑوں فارسی صفات

بنتے ہیں جو اردو میں بلا تکلف بولے جاتے ہیں - لیکن اس

کا تعاقب مرکبات سے ہے -

استعمال ہوتے ہیں - جیسے :-

نا (فارسی)، رہمدی الفاظ کے ساتھ بھی آتا ہے) جیسے نالایتی، نادار، ناوقت،

نامسمجھ، ناچار، نادان

ہے ہوش، ہے خبر،

بیدل، ہے مثل، ہے صبر،

رہمدی الفاظ کے ساتھ

جیسے ہے چین، ہے تھا،

ہے تھب، ہے تھلکا،

ہے دھوک، وغیرہ -

کمزور، کمیاب،

کم عقل، کم حوصلہ،

کم اصل -

غیر حاضر، غیر مفید -

خلاف عقل،

خلاف شرع،

خلاف قاعدہ -

اسی طرح بد، تنگ، زشت، دون وغیرہ الفاظ، دوسرے الفاظ

کے ساتھ آکر دم کے معنی پیدا کرتے ہیں جیسے بدگمان، بد شکل،

بد چلن، تنگ دل، تنگ چشم، زشت رو، زشت خو، دون

ہمت وغیرہ -

(۲) مرکب صفات جو اکثر فارسی ہوتے ہیں اور اکثر بطور

اسم فاعل مستعمل ہیں - (اسم کے ساتھ اسریا دوسرا اسم

اضافہ کرتے سے) -

دار کے ساتھ جیسے دلداد، زردار، جاندار، وفادار،

مالدار وغیرہ -

بر کے ساتھ جیسے دلبر، فرمانبر -

باز ” جانباز، سرباز، دغا باز -

ساز	"	حیلہ ساز ، دمساز ، سخن ساز ، زمانہ ساز ، گارساز —
آورد (ور)	"	نامور ، زور آور ، دلاور ، قد آور ، نام آور —
خواہ	"	خیر خواہ ، دلخواہ ، خاطر خواہ ، عذر خواہ —
اندیش	"	دور اندیش ، خیر اندیش ، کوتاہ اندیش —
طلب	"	خیر طلب ، مرمیت طلب ، شهرت طلب —
شناس	"	اداسناس ، مردم شناس ، قدر شناس ، سخن شناس —
دان	"	قدر دان ، سائنس دان ، کار دان ، مزاج دان —
فہم	"	سخن فہم ، شعر فہم ، معاملہ فہم —
پوش	"	عیب پوش ، خطا پوش ، پردہ پوش ، خوان پوش —
بخش	"	خطا بخش ، زر بخش ، صحت بخش —
پرست	"	آشنا پرست ، زن پرست ، شکم پرست ، بت پرست — خدا پرست ، وطن پرست —
پسند	"	دل پسند ، ترقی پسند ، شہرت پسند —
فروش	"	خود فروش ، یار فروش ، دل فروش ، وطن فروش —
گیر	"	جہانگیر ، عالم گیر ، دست گیر ، دلگیر ، دامن گیر ، گلو گیر —
خوار (خور)	"	خونخوار ، دانہ خور ، مہنگوار ، شراب خوار ، بسیار خوار —
گو	"	راست گو ، دروغ گو ، کم گو ، پوچ گو —
جو	"	عیب جو ، جگ جو ، نام جو —
بہیں	"	باریک بہیں ، عیب بہیں ، خورد بہیں ، آخر بہیں ، پیش بہیں —
نشہین	"	جھسے دل نشہین ، خانہ نشہین ، ذہن نشہین —
رہا	"	دل رہا ، ہوش رہا ، اندوہ رہا —
چہن	"	نکتہ چہن ، سخن چہن ، عیب چہن ، خوشہ چہن —

- دیز " خونریز، شکر دیز، برگ دیز، زردیز، گوهر دیز،
 فشان (افشان) - گلشن، نور افشان، در افشان، اشک فشان -
 سوز " جگر سوز، دل سوز، عالم سوز، جهان سوز -
 کن " بیخ کن، گور کن (اسم فاعل) -
 زده " قم زده، آتش زده، قحط زده -
 آلوده " خون آلوده، گرد آلوده، شکر آلوده -
 زن " لاف زن، نهی زن -
 آزاد " دل آزاد، مردم آزاد، خلق آزاد -
 افروز " دل افروز، بزم افروز، جهان افروز، عالم افروز -
 افراز (فراز) " گردن افراز، سر افراز (سرفراز) -
 آموز " علم آموز، جنگ آموز، نو آموز -
 آمیز " خاک آمیز، گلاب آمیز، مکر آمیز، مصلحت آمیز -
 انگیز " قلعه انگیز، آتش انگیز، بغاوت انگیز -
 پرورد " غریب پرورد، امیر پرورد، شریف پرورد، بنده پرورد
 ناز پرورد، زبان پرورد، سخن پرورد -
 نواز " غریب نواز، بنده نواز، ذرہ نواز، پلک نواز -
 پرداز " سخن پرداز، معنی پرداز -
 کشا " دلکشا، مشکل کشا، عقدہ کشا -
 گداز " دل گداز، تن گداز، جان گداز -
 نما " خوشنما، بدنما، خود نما، انگشت نما -
 بوس " خاک بوس، قدم بوس، دست بوس، یابوس -
 لیس " کاسہ لیس، رگابی لیس -
 بار " برد بار، زیر بار، گرانبار، سبکبار -
 رو " تیز رو، سبک رو، کم رو، گرم رو -
 دوز " زمین دوز، دلدوز -
 رس " فریاد رس، سخن رس، شاہ رس، دربار رس

داد دس، دور دس -
 گوں ” نیلگوں، گلگوں، (رنگ کے لیے) -
 فام ” کلفام، سیاہ فام، لالہ فام، (”) -
 اسی طرح بعض خاص اسم دوسرے اسم کے ساتھ آنے سے یہی معنی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً :-

دوست کے ساتھ جیسے فریب دوست، وطن دوست،
 خانہ دوست -

دشمن ” آشنا دشمن، زن دشمن -
 فریب ” دل فریب، مردم فریب، ابلہ فریب -
 مائل ” سبزی مائل، زردی مائل،
 سرخی مائل -

خوش (لفظ کے اول میں) خوشرو، خوش خالق، خوش مزاج -
 نیک ” نیک دل، نیک طبیعت، نیک مزاج -
 خوب ” خوب صورت، خوب شکل -
 خود ” خود نما، خود پسند، خود غرض،
 خود فریب، خود رو -

صاحب ” صاحب نصیب، صاحب شعور،
 صاحب دل -

اہل ” اہل دل، اہل کمال، اہل علم وغیرہ
 (یہ الفاظ ہمیشہ جمع میں استعمال ہوتے ہیں) -

کار ” بد کار، نیکو کار -
 نیم ” نیم پخت، نیم جان، نیم بسمل -

نیم بریان، نیم مردہ، (نیم مل بطور اسم) -
 ترکیب اضافی لائق اور قابل کے ساتھ جیسے قابل سزا،
 قابل علاج، قابل داد، قابل رشک، قابل تعسین، لائق
 انعام، لائق تعریف وغیرہ -

۳۔ بالکل اسی طرح اسم فاعل بھی بنتے ہیں، بلکہ اکثر

اوقات صفات و اسمائے فاعل مشترک ہوتے ہیں۔ مثلاً

بر کے ساتھ جیسے پیغمبر، رہبر وغیرہ

بردار " عصا بردار، حقہ بردار، علم بردار،
حکم بردار۔

گر " کاریگر، نیل گر، زر گر، بادشاہ گر۔

کار " دستکار، کاشتکار، پیشکار، قلمکار۔

دار " زمہدار، قرضدار، چوبدار، دکاندار۔

باز " مرغ باز وغیرہ۔

ہش " جویب کش، تار کش، آ رہ کش، باد کش۔

پوش " سر پوش، پلنگ پوش، پا پوش۔

فروہش " مہوہ فروہش، مے فروہش۔

خوان " قصہ خوان، مسل خوان، مرثیہ خوان،

فارس خوان۔

انداز " گولنداز، تیر انداز، برقنداز، زیر انداز،

پا انداز۔

نشین " جا نشین، فیل نشین، کرسی نشین،

تخت نشین۔

وبا " کاہ ربا، آہن ربا۔

کن " گور کن، پشتہ کن۔

دوز " خیمہ دوز، چکن دوز، کفش دوز۔

شو " مردہ شو، پاشو۔

چی " خزانچی، اوبچی، طلبورچی، طلبچی۔

جس طرح شروع میں بعض حروف اور الفاظ ترکیب کے لیے

آتے ہیں اسی طرح آخر میں بھی آتے ہیں۔ شروع میں جو

آتے ہیں انہیں سابقہ کہتے ہیں اور آخر میں آنے والے لاحقہ

کہلاتے ہیں۔

فارسی لاحقوں کا ذکر آچکا ہے اب یہاں چند فارسی سابقے لکھے جاتے ہیں جو عام طور پر مستعمل ہیں —

پا پا انداز، پا بوس، پا بند، پا جامہ، پا زیب، پا مال وغیرہ -

پس پس انداز، پس ماندہ، پس پا وغیرہ -

پر پر جوش، پر معنی، پر مغز، پر درد وغیرہ -

پنچ پنچ روزہ، پنچتن، پنچگانہ، پنچشنبہ وغیرہ -

پیش پیشانی، پیشاب، پیش دست، پیش خیمہ، پیش کش وغیرہ -

تہ تہ خانہ، تہ بلد، تہ بازاری، تہ دیگی وغیرہ -

خر خر گاہ، خر مہرہ، خرمن، خرگوش وغیرہ -

خوش خوش اسلوب، خوشبو، خوش بیان، خوش خصال، خوش نصیب وغیرہ -

در در پردہ، درپیش، درکار، درگزر، درپے وغیرہ -

زیر زیر دست وغیرہ -

زیر بار، زیر دست، زیر لب وغیرہ -

زود زود رنج، زود فہم، زود نویس، زود آشنا وغیرہ -

سر سر خوش، سر بلند، سر تاج، سر رشتہ، سرحد، سرکش وغیرہ -

سہ سہ درہ، سہ ملزائے، سہ چند، سہ گوشہ وغیرہ -

شاہ شاہ راہ، شاہ رگ، شاہ نشین، شاہ نشین، شاہتیر، شاہ بالا، شہسوار وغیرہ -

شش شش چہت، شش ماہی، ششدر وغیرہ -

صاحب صاحب خانہ، صاحب دل، صاحب کمال، صاحب عالم، صاحب نصیب وغیرہ -

صدر صدر مدرس، صدر اعظم، صدر اعلیٰ، صدر محتاسب وغیرہ

غیر ممکن، غیر مناسب، غیر موزوں، غیر ضروری، غیر

غیر منقولہ وغیرہ -

لا (عربی) لا ابالی، لا زوال، لا وارث، لا مکان، لا یعنی وغیرہ -

مہر مہر فرش، مہر آتش، مہر عمارت، مہر منشی،

مہر منجاس وغیرہ -

نیم نیم حکیم، نیم روز، نیم راضی، نیم باز وغیرہ -

نو نو آبادی، نو بہار، نو دولت، نو عمر، نو گرفتار وغیرہ -

ہر ہر دلہویز، ہر روز، ہر کارہ وغیرہ -

ہزار ہزار داستان، ہزار دانہ، ہزار پا وغیرہ -

ہشت ہشت پہلو، ہشت ہزاری وغیرہ -

ہفت ہفت اقلیم، ہفت خوں، ہفت زبان وغیرہ -

ہم ہم آواز، ہم پیالہ، ہم نوالہ، ہم نشین، ہمدرد وغیرہ -

ہمہ ہمہ دان، ہمہ گیر وغیرہ -

یک یک دل، یک چشم، یک رنگ، یک جہتی وغیرہ -

ہندی کے بھی بعض الفاظ بطور سابقہ کے استعمال ہوتے

ہیں مثلاً :-

تر تر پہلا، ترسول، ترلوک وغیرہ -

چو چو بولا، چو بارہ، چو پہلا، چو دہا وغیرہ -

سر سر کتا، سر ملدا، سر دہرا، سر پنچ، سر تور وغیرہ -

مہا مہا تما، مہا بلی، مہا بہارت، مہا بیر، مہا جن

مہاراج وغیرہ -

یک (یک) یکلگ (یکلگ) یکتارا، یکتارا، یکتالہ، یک پیچا،

یکتال، اکلوتا -

یہاں صرف وہی فارسی ترکیبیں بیان کی گئی ہیں جو اکثر

اسما خاص الفاظ کے ساتھ آکر خاص معنی پیدا کرتے ہیں، اسی

تہذیب سے دوسرے نئے الفاظ بنانے میں مدد مل سکتی ہے -

مختلف الفاظ کے باہم اختلاط سے جو الفاظ مرکب بنتے ہیں ان کا

ذکر آگے کیا جاتا ہے -

(۲)

اردو میں جب دو مختلف لفظ مل کر ایک بن جاتے ہیں تو اس کی دو حالتیں ہیں —

اول، بلحاظ ترکیب لفظی، یعنی جب دو لفظ مل کر ایک ہو جاتے ہیں تو لفظ کی صورت کیا ہوتی ہے —

دوسرے، بلحاظ معنی یعنی معنی کے لحاظ سے ایسے الفاظ کی کیا حیثیت ہوتی ہے —

اول ہم پہلی حالت کا بیان کرتے ہیں اور وہ ہمارے خیال میں بہت ضروری ہے، تاکہ آئندہ جو نئے الفاظ ہم بنانا چاہیں تو وہ اسی ڈھنگ پر ہوں اور غیر مانوس نہ معلوم ہوں اور آسانی سے رائج ہو سکیں —

(۱) دو لفظ مل کر اپنی اصلی حالت قائم رکھتے ہیں اور ان میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ جیسے بھلا مانس، ان داتا، کرن پھول، کار خانہ، کار چوب، مانس گڈ، گورا شاہی، باگدور، دیا سلائی —

(۲) پہلے لفظ کے الف ممدودہ کا مد گرجاتا ہے اور صرف سادہ الف رہ جاتا ہے جیسے ادہ کچرا، ادہ کھلا، ادہ سوا، امرس —

(۳) دو لفظوں کے ملنے پر پہلے لفظ کے آخر کا (ا) یا (ی) گرجاتی جیسے ادہ کچرا، ادہ کھلا، بز بھاگی، بز پن، بز بتا، بز دنتا، بز کڈا، بز سا، بز مذہی، بز منہا، بہت بیج بہو، بہت بیج داماد، کپڑ چھن، کپڑ گڈ، کچ پیوندیا، کچ لہو، کھٹمٹھا —

(۴) پہلے لفظ کے بیچ کا حرف علت گرجاتا ہے جیسے پت جھڑ، پن چکی، پن گھٹ، پن کپڑا، پن کٹی، (پان کا مخفف) ہٹ پھیری، ہٹ چھٹ، ہٹ کڑی،

ہتکھنڈا، دھن کٹی، کن توپ، کن چھیدن، گل جبا،
 گل تکیہ، گل مچھ، گل مالا، گل پھلا، کن رس،
 کن رسیا، کن کتا، ست نجبا، کن پھتا، پن کال، تل چتا
 (تل تیل کا مخفف ہے) پچمیل، منجد ہار، پھلجھڑی
 (۵) پہلے لفظ کے بیچ اور آخر کے دونوں حرف علت
 گر جاتے ہیں، جیسے گھڑ بھل، گھڑ چڑھا، گھڑ دور،
 گھڑ ناو، گھڑ مذہبا -

(۶) دونوں لفظوں میں حرف علت کا گرنا، جیسے بگ
 تگ، بھلمنسائی، بھلمنسات -

(۷) جب پہلے لفظ کا آخر حرف اور دوسرے لفظ کا اول
 حرف ایک ہوں تو ایک گر جاتا ہے جیسے کچالو،
 نکتا، ہڑتال، (ہٹ تال کا مخفف ہے - ت اور ت کے
 یکجا کے آنے سے ت ز سے بدل گئی) -

(۸) اسم فاعل یا صفت یا اسم ہام بنانے کی غرض سے
 آخر میں الف یا مونٹ کے لیے ی بڑھا دیتے ہیں
 جیسے چو بگلا، کن رسیا، لم تڑھیا - مرکھنا (مر اور
 کھن سے مرکب ہے؛ کھن کے معنی تکرار کرنے کے ہیں)
 ست لڑا، ست ماسا، ست نجبا، انگرکھا، بڑدتا،
 بڑمڈھوا، بڑمڈھی، گتھہ کتا، کن پھتا، کن کتا،
 بھڑ بھونجنا (بھڑ بھار کا مخفف ہے اور بھونجنا کے معنی
 بھوننا کے ہیں) -

(۹) بعض اوقات دو لفظوں کے بیچ میں نسبت یا تعلق
 ظاہر کرنے کے لیے بڑھا دیتے ہیں جیسے مٹییا سکتل، ہیرا
 پھیری، بیچا بیچ، دھڑا دھڑ -

(۱۰) بعض الفاظ عجب طرح سے مرکب ہوتے ہیں مثلاً
 پھلیل، اصل میں پھول تیل تھا - پھول میں سے و
 کو اور تیل میں سے ت کو حذف کر کے ایک لفظ

بنا لیا۔ لوچوں، لوہے چورن سے ہے (چورن بمعنی سفوف)
اسی طرح بھتیجا اصل میں بھائی جایا اور بھانجا،
بھن جایا تھا۔

(۱۱) آندہ کے معنی ہندی میں ہو کے ہیں۔ اس سے کئی
لفظ مرکب بنے ہیں۔ مثلاً چراند، بساند، سزاند، ہراند۔

(۱۲) ہندی میں مرکب الفاظ کی سب سے بہتر ترکیب
ہندی اعداد میں نظر آتی ہے جسے ہم بالتفصیل
صرف کے حصے میں لکھ چکے ہیں۔

یہ ہندی ترکیبیں قریب قریب اسی قسم کی ہیں
جو سنسکرت میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا ان کی
تفہیم بلحاظ معنی کے اُسی صورت سے کی جاتی ہے
جو سنسکرت میں ہے۔

اول مرکبات تابع، جن میں الفاظ کا تعلق اسم کی حالت
کے تابع ہوتا ہے۔

دوم مرکبات ربطی، جن میں الفاظ کا تعلق حروف ربط
سے ظاہر ہوتا ہے۔

سوم مرکبات توصیفی، جن میں صفت کسی دوسرے اسم
سے مل کر آتی ہے۔

چہارم مرکبات اعدادی، جن میں اول جز عدد ہوتا ہے۔
پنجم مرکبات تمیزی، جن میں پہلا جز تميز ہوتا ہے۔

اب ہم ان کی تفصیل ذیل میں لکھتے ہیں۔

اول مرکبات تابع، اسما کی حالت کے مطابقت کے لحاظ
سے مختلف قسم کے ہیں۔

(۱) تابع مفعولی جو عام طور پر مستعمل ہے، اس میں

دوسرا جز اسم فاعل یا فعل ہوتا ہے اور پہلا جز حالت

مفعول میں دوسرے کے تابع ہوتا ہے۔ جیسے بت مار،

چڑھا مار، ان دا تا، تل چٹا، کتھہ پھوڑا، کٹھہ کتا۔

(۲) تابع ظرفی یا طور ی جس میں پہلا لفظ دو سرے سے ظرفی

یا طور ی تعلق رکھتا ہو، جیسے دیس نکالا، پتھمیل، دوغلا۔

(۳) تابع اضافی جس میں پہلا جز دوسرے جز سے اضافی تعلق

رکھتا ہو۔ یہ مرکبات کثرت سے مستعمل ہیں۔ جیسے

لکھ پتی، پن گھٹ، پن چکی، امرس، کن رس،

کتھ پتلی، را چپوت، سوت جلا پا، بہتہیچ بہو، کن ٹوپ،

پت جھڑ، کپڑ گلد، مانس گڈ، ہت کڑی، دچھت وغیرہ وغیرہ۔

(۴) تابع ظرفی جس میں پہلے لفظ کا تعلق دوسرے سے بہ لحاظ

مقام کے ہو جیسے گھڑ چڑھا، سرگ باسی، بن باسی،

بن مانس، جل مانس، جل ککڑ، اوپر والا، اوپر والی۔

دوم مرکبات ربطی وہ ہیں جن کے پہلے اور دوسرے جز میں

حرف ربط واقع ہوتا ہے۔ جیسے مٹیہا محل، دھوا دھڑ، ایڈچا تانی،

بھاگا بھاگ، شرماسر سی، آب و ہوا، سراسر (اس قسم کے فارسی

مرکبات بکثرت مستعمل ہیں) —

(۱) اکثر اوقات حرف ربط مستحذف ہوتا ہے جیسے ماں باپ،

دال روٹی، تلپت، آن جل، دل گردہ، بول چال، چوڑ توڑ،

گھر بار، خاک دھول، جوتی پیزار، دم درود، دم دالاسا،

دم خم وغیرہ —

(۲) اجتماع فردین جیسے ہار جیت، کمتی بڑھتی (کسی بیشی)

سر پیر، دن رات، چوڑ توڑ، برا بھلا، دیر سویر —

(۳) لفظی مذاہمت اور قافیے کے لحاظ سے جیسے دم خم، رونا

دھونا، بھولا بسرا، تانا بانا، بھولا بھٹکا، پاس پڑوس —

(۴) مذکور کا موئث بنا کر بڑھا دیتے ہیں، جیسے دیکھا دیکھی۔

(۵) دو متعرا ف الفاظ کے ملنے سے، جیسے رونا جھینڈنا، ایڈچا

تانی، بھول چوک، دیکھ بھال، چھان بین، سوچ بچار،

بھلا چلکا، کات چھانت، روک ٹوک، بھولا بسرا —

کبھی ہندی فارسی مترادف لفظ مل کر آتے ہیں جیسے تن من، دھن دولت۔

(۶) ایک ہی مادہ کے دو لفظ جیسے چال چلن —

اسی ضمن میں توابع مہمل بھی آسکتے ہیں ان الفاظ کے کچھ معنی نہیں ہوتے لیکن بامعنی الفاظ کے ساتھ آکر اس کے معنوں میں خاص کیفیت پیدا کر دیتے ہیں ۔ بول چال میں ان کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک ہی لفظ کو اس طرح دہرایا جاتا ہے کہ یا تو پہلا حرف گرا دیا جاتا ہے ، یا پہلے حرف کے بجائے کوئی دوسرا حرف قائم کر دیا جاتا ہے ، یا درمیانی حرف علت میں کچھ تبدیلی کر دی جاتی ہے ۔ اس سے شے مذکور کے متعلقات و لوازم کا بیان مقصود ہوتا ہے ۔ مثلاً دوٹی و وٹی یعنی دوٹی اور اُس کے ساتھ کی دوسری چیزیں یا تیرے ویرے وغیرہ —

(۱) اکثر یہ ہوتا ہے کہ پہلے حرف کو واؤ سے بدل کر دہرایا دیتے ہیں جیسے دوٹی و وٹی ، تیرے ویرے ، پانی وانی ، کاغذ و اغذ وغیرہ ۔ یہ طریقہ قیاسی ہے اور تقریباً ہر لفظ کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے مگر باقی طریقے سماعتی ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے —

(ب) بعض توابع عموماً الفاظ کی مناسبت ، وزن یا کسی قدر قافیے کے لحاظ سے بھی آتے ہیں جیسے بچتا کھچتا ، مہل کچیل ، تالا بالا ، تال مقبول ، لت پت ، چوری چکاری ، لوگ باگ —

(ج) بعض اوقات صرف پہلے ایک دو حرف ایک سے ہوتے ہیں اور باقی بدلے ہوئے ہوتے ہیں جیسے دانہ دنکا ، گالی گلوچ ، سودا سلف —

(د) کبھی کلمہ اول ہی کو کھینچ کر درمیانی حرف علت کو بدل کر تابع بنا لیتے ہیں جیسے ٹہپ ٹاپ ، تھہک تھاک ، ڈیل ڈول ، تول تال —

(۴) کبھی تابع اول آجاتا ہے جیسے ادلا بدلی ، آمنے سامنے ، آس پاس ، ارد گرد —

سوم مرکبات توصیفی وہ ہیں جن میں کوئی صفت یا کوئی لفظ بطور صفت کے دو سرے لفظ سے مل کر آئے۔ جیسے بھلا مانس، کن کتا، نکتا، مہاراجا، مہاراج، کلجگ، پریشور، (پریم، برا۔ ایشور، خدا) کچ لہو، کل جبھا، کن چھدا، کن رسیا، لم ڈھیاک، لم ڈھیا، بڑ کڈا، ادہ موا، کھٹمٹھا، لکھ لت —

بعض علامات ہندی لفظ کا جز ہیں خصوصاً گ (ذم کے لیے اور س (وصف کے لیے) جیسے کپوت، سپوت، کڈھب، سدول، سلونا، سودیشی — انکا ذکر علامات میں ہو چکا ہے —

کبھی، اسم بھی صفت کا کام دیتا ہے۔ جیسے راج ہنس، لات پادری۔ یہاں راج اور لات صفت کا کام دیتے ہیں۔

چہارم مرکبات اعدادی وہ ہیں جن میں پہلا جز عدد ہوتا ہے۔ ہادی اعداد مروجہ کو دیکھا جائے تو درحقیقت سب سے عددہ مثل مرکبات کی ہے، اس کا مفصل ذکر ہم صفات میں دے چکے ہیں۔ یہاں ہم صرف چند مثالیں ایسے مرکبات کی دیتے ہیں جن میں ایک جز عدد ہے جیسے: —

تراھا، دوپٹا، ست نجبا، ست ماسا، ست لڑا، ہشت پہل، ترپولہا، چوراھا، دو تہی، چو تہی، چوبولا، تکنا، چوبغلا، پیچ مٹلا، چو مٹلا، چوتالا، چوپہل، دوتارا، ستار، دوشالہ، دوغلا۔ پلنجم مرکبات تمیزی۔ یہ مرکبات اردو میں یا تو ہندی علامات نفی کے ساتھ آتے ہیں یا بعض علامات فارسی کے ساتھ مثلاً بے، بر، بغیرہ کے ساتھ جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

یہ صرف ہندی مرکبات کا بیان تھا، ان کے علاوہ فارسی مرکبات کثرت سے اردو زبان میں اور خاص کر نظم میں مستعمل ہیں۔ جن کا ذکر بخلاف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے —

اگر ان تمام صورتوں کو جو بیان کی گئی ہیں، نظر میں رکھا جائے تو آئندہ جدید الفاظ بنانے میں بہت مدد مل سکتی ہے۔



فصل چہارم

نکو

اس باب میں دو امور سے بحث ہوگی -
اول - اجزائے کلام اور اُن کے مختلف تغیرات کے عمل سے ، جو اُن میں بہ لحاظ تعداد و حالت و زمانہ و غیرہ پیدا ہوتے ہیں - اگرچہ اس کا ذکر صرف میں ہو چکا ہے ، مگر یہاں یہ بحث دوسری نظر سے یعنی معنی و مفہوم کے لحاظ سے ہوگی -
دوم - جملوں کی ساخت سے —
اول کا نام نکو تفصیلی ہے اور دوسرے کا ، نکو ترکیبی -

نکو تفصیلی

جنس

زبانوں میں جنس کی حالت بھی بہت مختلف اور پیچیدہ ہے اور حقیقی اور نکوی (غیر حقیقی) جنس میں اختلاف پڑنے سے پیچیدگی اور بڑھ جاتی ہے - اردو میں اگرچہ بجائے تین کے دو ہی جنس ہیں ، لیکن بیجان چیزوں کی تذکیر و تانیث نے جو غیر حقیقی اور بے معنی ہے ، زبان کی مشکلات کو اور بڑھا دیا ہے کیوں کہ اس کا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے - یہ دقت اس وجہ سے اور بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ کوئی

قاعدہ ایسا نہیں ہے کہ جس کی بنا پر ہم ایک شے کو مذکر کہتے ہیں اور دوسری کو مؤنث۔ یہ بالکل زبان کے عام رواج پر منحصر ہے۔ بعض عربی مؤنث لفظ، جن کی تانیث عربی قاعدے سے بنائی گئی ہے، اردو زبان میں رائج ہو گئے ہیں اور بلا تکلف استعمال ہوتے ہیں، جیسے، 'ملکہ'، 'سلطانہ' وغیرہ۔ لیکن ہر عربی مذکر لفظ کے آخر میں 'ہ' بڑھا کر مؤنث بنا لینا، ہماری رائے میں دوست نہیں۔ بعض لوگ تو یہ قضا کر رہے ہیں کہ فارسی اور انگریزی لفظوں کی تانیث بھی اسی قاعدے سے بنالیتے ہیں۔ زبان کا رجحان اب اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے اسم یا صفتی الفاظ مرد و عورت دونوں کے لیے یکساں استعمال کیے جائیں مثلاً، 'عالم'، 'فاضل'، 'شاعر'، 'لائی'، 'مصلف' وغیرہ الفاظ جس طرح مردوں کے لیے بولے جاتے ہیں، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی استعمال ہونے چاہئیں، کچھ ضرور نہیں، کہ عورت کے لیے 'عالمہ'، 'لائقہ'، 'شاعرہ'، 'مصلفہ' کہا جائے۔ ایسا کہنا خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ عام بول چال اور تحریر میں "بیگم صاحب" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کیوں نہ دوسرے لفظ بھی اسی طرح بولے یا لکھے جائیں۔ جوں جوں عورتوں کی تعلیم اور آزادی میں زیادہ ترقی ہوگی، یہ خیال زیادہ قوی ہوتا جائے گا۔ مثلاً جب عورتیں وکیل، بھروسٹر، حکیم یا ڈاکٹر ہونے لگیں گی تو یہی نام ان کے ساتھ بھی لیے جائیں گے۔ وکیلہ، بھروسٹرہ کوئی نہیں کہے گا۔ البتہ بعض پیشے جیسے دائی وغیرہ ایسے ہیں جو اب تک عورتوں ہی کے لیے مخصوص تھے۔

جانوروں کی تذکیروں کی تانیث کے تین درجے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تو عام طریقہ کہ مذکر کے مقابل میں مؤنث، اور یہ مؤنث اکثر مذکر ہی سے بنتا ہے۔ جیسے گھوڑا، گھوڑی۔ ہاتھی، ہتھی۔ ہرن، ہرنی وغیرہ۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ نر مادہ کے لفظ بڑھانے سے تذکیروں کی تانیث کی شناخت ہوتی ہے۔ یہ اکثر وہ جانور ہیں جن کا تعلق انسان

سے زیادہ نہیں ہے۔ جیسے مادہ خرگوش یا خرگوش کی مادہ +
تیسرے وہ کم درجے کے جانور یا کیڑے مکوڑے کہ جن میں تباہی
و تانیت کی شناخت مشکل ہے یا اس کی ضرورت نہیں پرتی۔
جیسے مکھی، بھڑ، چھچھو ندر وغیرہ —

بعض الفاظ مثلاً انسان، آدمی، شخص وغیرہ ایسے ہیں جو
مذکر ہی استعمال ہوتے ہیں اور عام طور پر مردوں ہی کے لیے آتے
ہیں، لیکن جمع کی حالت میں ان میں مرد اور عورتیں
دونوں شریک ہو سکتے ہیں۔ اور خاص حالتوں میں یہی استعمال
ہوتا بھی ہے۔ چنانچہ ان سے جو انسانیت، آدمیت، شخصیت
کے الفاظ مشتق ہوئے ہیں وہ سب کے لیے یکساں مستعمل ہیں۔
تعداد

بظاہر تعداد بہت آسان معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ بھی
مشکلات سے خالی نہیں۔ واحد ایک ہے اور ایک سے زیادہ جمع،
یعنی دو، تین، چار وغیرہ۔ لیکن اشیاء کا ایک گروہ ایسا بھی ہے
جن پر ایک، دو، تین کا اطلاق نہیں ہو سکتا یعنی وہ شمار میں
نہیں آسکتیں اور ان کے لیے بے شمار، لا تعداد، بے حد وغیرہ کے
الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں —

۱- ۲۔ اردو میں تعداد کی صرف دو ہی قسمیں ہیں، واحد اور
جمع۔ اور اکثر زبانوں کا یہی حال ہے۔ لیکن بعض زبانیں (مثلاً
سنسکرت، عربی وغیرہ) ایسی بھی ہیں جن میں تخلص (یعنی
دو کا ہونا) پایا جاتا ہے، اور دوا ایک ایسے بھی ہیں جن میں
تثانیث پائی جاتی ہے —

۳۔ ایک سے زیادہ یعنی دو، تین، چار وغیرہ کا اطلاق ہم انہیں
چیزوں پر کر سکتے ہیں جو اگرچہ ایک نہیں ہیں مگر ایک قسم
کی ضرور ہیں۔ جیسے چار گریباں، پانچ سیب، دو عورتیں وغیرہ۔
خود جمع کے لفظ میں اختلاف کا خیال مضبوط ہے۔ لیکن اگر
اختلاف زیادہ ہے تو پھر ہم وہاں دو یا تین استعمال نہیں کر سکتے۔

ایک آم اور ایک امروہ کو دو پھل کہہ سکتے ہیں ، مگر ایک آم اور ایک مکان کو دو نہیں کہہ سکتے ۔ کن اشیا کو ہم ملا کر بول سکتے ہیں ، یہ ہر زبان کے طرز اظہار پر موقوف ہے ۔

۴ - بعض الفاظ اگرچہ واحد استعمال ہوتے ہیں ، لیکن اُن میں ایک سے زیادہ کا مفہوم ہوتا ہے ۔ جیسے ، 'جورا' ، 'درجن' ، 'کورزی' ، 'ہفتہ' ، 'عشرہ' ۔ پھر ان کی بھی جمع آتی ہے ۔ جیسے ، 'دو جوڑے جوتے' ۔ چار درجن بتن وغیرہ ۔

۵ - اکثر قیمت ، وقت ، ناپ ، تول ، سمت کے الفاظ جمع کے موقع پر بھی واحد ہی استعمال ہوتے ہیں جیسے ، 'یہ گھوڑا' میں نے ایک ہزار روپے میں خریدا ۔ اس کی قیمت سو اشرفی ہے ۔ وہ تین مہینے سے غیر حاضر ہے ۔ وہ چار ہفتے میں آجائیکا ۔ وہ ساٹھ برس کا ہے ۔ دو صدی سے یوں ہی چلا آتا ہے ۔ اس پر چاروں طرف سے حملہ ہوا ۔ میرے پاس کئی قسم کی کتابیں ہیں ۔ اس کا کھیت چار بیگھے کا ہے ۔

۶ - اسی طرح شمار کے لیے علاوہ گنتی کے اعداد کے خاص خاص لفظ خاص خاص اشیا کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں ، مگر وہ ہمیشہ واحد ہی رہتے ہیں ۔ جیسے ، 'چار داس گھوڑے' ۔ دس زنجیر ہاتھی ۔ پچاس قطار اونٹ ۔ دس نفر مزدور ۔ چار منزل مکان ۔ مگر دانہ اور جلد فارسی ترکیب میں واحد اور اردو میں جمع استعمال ہوتے ہیں ۔ جیسے ، 'دو دانے سیب' ۔ چار جلد کتب ۔ ترکیب میں چار دانے سیب کے ، پچاس جلدیں کتابوں کی وغیرہ ۔

۷ - تعظیم یا عظمت کے لیے بجائے واحد کے جمع کا لفظ استعمال کرتے ہیں ۔ جیسے ، حضرت ہمارے بڑے ہیں یا ہمارے آنکھوں کے تارے ہیں ۔ اسی طرح بزرگوں اور بڑوں کے لیے باوجود واحد کے تعظیماً فعل وغیرہ جمع استعمال ہوتا ہے ۔ جیسے آپ کے والد کہاں ہیں ۔ تمہارے استاد نہیں آئے ۔

۸ - بعض الفاظ اگرچہ واحد ہیں مگر زبان کے روز مرہ

اور متکاوڑے میں جمع مستعمل ہیں - جیسے -

معنے اس لفظ کے کیا معنے ہیں -

دام (بمعنی قیمت) اس کتاب کے کیا دام ہیں -

بھاگ (بمعنی نصیب) اس کے بھاگ کھل گئے -

کرم (نصیب) کرم پھوٹ گئے -

نصیب نصیب جاگ اُٹھے (واحد بھی

مستعمل ہے) -

کو تک اس کے کو تک اچھے نہیں -

کرتوت تمہارے کرتوت اچھے نہیں -

لچھن یہ دنیا میں دھنے کے لچھن نہیں ہیں -

درشن آج اُن کے درشن نہیں ہوئے -

اوسان اوسان خطا ہو گئے -

مسیں مسیں بھیکگی ہیں -

دستخط پت اور ختلہ جمع اور واحد دونوں طرح

مستعمل ہیں - جیسے میرے دستخط اور میری دستخط - قے میں

پت نکلیے، قے میں پت نکلی - اس کا ختلہ ہو گیا، اُس کے ختلے ہو گئے -

۹ - بعض لفظ اگرچہ اصل میں جمع ہیں لیکن واحد استعمال

ہوتے ہیں - جیسے، اصول، کرامات، اخبار وغیرہ میرا یہ اصول ہے -

یہ حضرت کی کرامات ہے - یہ روزانہ اخبار ہے -

۱۰ - تعداد غیر معین مثلاً دسوں، بیسیوں یا بیسوں، سیکڑوں،

ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں یا صدہا، ہزارہا، لکھو کھا کے ساتھ

اکثر الفاظ واحد استعمال ہوتے ہیں اور معنی جمع کے دیتے

ہیں اور انہیں معنوں میں یہ الفاظ جمع کی صورت میں بھی

استعمال ہوتے ہیں، یعنی دونوں استعمال جائز ہیں - جیسے -

ہزارہا مکان جل گیا ہزارہا مکان جل گئے

ہزاروں روپیہ بکڑ گیا ہزاروں روپے بکڑ گئے

صدہا تماشائی موجود تھا صدہا تماشائی موجود تھے

تھکے میں سیکڑوں جانور بھوکا مر گیا۔

تھکے میں سیکڑوں جانور بھوکے مر گئے۔

تعداد معین کے ساتھ بھی یہ استعمال جائز رکھا گیا ہے جیسے۔

دس ہزار گوزا پڑا ہے۔ پانچ ہزار سوار اُترا ہوا ہے۔

پندرہ ہزار پیدل کھیت رہا۔ پانسو آدمی کھڑا ہے۔ ایک

ہزار کرسی پڑی ہے۔ اسی طرح انہیں جملوں میں یہ الفاظ

جو واحد مستعمل ہوئے ہیں جمع میں بھی مستعمل ہو سکتے

ہیں، جیسے دس ہزار گورے پڑے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

۱۱۔ یہی حال مقدار کا ہے جیسے سیڑوں، ملوں غلہ پڑا ہے

یا مقدار اور وقت کے لیے جیسے گھنٹوں، پہروں، برسوں وغیرہ۔

۱۲۔ بعض اسماء سوائے خاص صورتوں کے ہمیشہ واحد

استعمال ہوتے ہیں۔

(۱) اسمائے کیفیت جیسے، درد، بخار، مطالعہ، رفتار وغیرہ۔

(ب) اسمائے خاص، خواہ اشخاص کے ہوں یا اشیاء کے۔

(ج) اشیاء مادی۔

(د) دھاتوں اور دیگر معدنیات کے نام جیسے سونا، چاندی،

تانبا، رانگ، سپسا، جست، پیتل، پھول، تیل، پانی۔

اس میں چاندی مونث ہے باقی سب مذکر۔

(ه) پیداوار میں اکثر غلوں وغیرہ کے نام جیسے۔

باجر، جوار، مکی، موٹھ، مونگ، مسور، ارہر، شکر،

گڑ، کھانڈ وغیرہ سونگہ، اجوائن، گاؤزبان، عقرقر جا۔ اسی

طرح اشیاء خوردنی جیسے گھی، شہد، سوچی، آقا، نمک،

ہلدی، تنباکو، چھالیا، مگر، مرچ، الائچی، پان کی جمع

بھی آتی ہے۔ جیسے ان پانوں میں وہ مڑے کہاں۔ کیونکہ یہ

چھڑیں گڑتی میں آسکتی ہیں۔

لیکن غلوں میں گھروں، چنا، تل، جو واحد اور جمع

دونوں صورتوں میں استعمال ہوتے ہیں جیسے۔

آج کل گھڑوں بہت اچھا آیا ہے یا آئے ہیں۔ واحد کے استعمال میں عموماً اس فاعل کی قسم سے مراد ہوتی ہے۔ یہ چنا اچھا ہے وغیرہ —

ان میں بعض اشیاء ایسی ہیں کہ جب ان کی مختلف قسمیں بیان کرنی ہوں تو صورت جمع استعمال کرتے ہیں۔ جیسے اس چورن میں ساتوں نمک ہیں۔ گھڑوں، چنا، جواد ان تینوں کے آتے ملا کر دو تہی پکاؤں۔ سب دالیں ملا کر پکاؤ۔ ۱۳۔ فارسی ترکیب اضافی کا مصناف صورت واحد میں زبان فارسی کے استعمال کے خلاف اردو میں واحد اور جمع دونوں صورتوں میں واحد ہی رہتا ہے، جیسے —

ہمارے داغ عیاں داغ کیا کیا رنگ لائیں گے

گماں گزریکا دوزخ پر بھی جنت کے گلستاں کا (داغ)

پیری میں ہوئے نالہ گرم دلا سرد

معمول ہے چلتی ہے دم صبح ہوا سرد (ناسخ)

قحط باران نہیں، دے جلد شراب اے ساقی

لکھ ابر دھواں دھار چلے آتے ہیں (اسیر)

وہ ان اتکھیلیوں سے آتے ہیں فتنہ خفته جاگ جاتے ہیں

(معجز روح)

دل بے آرزو جب سے ملا اے نظم حیراں ہوں

کسی کے منہ سے حرف آرزو کیونکر نکلتے ہیں

(نظم طباطبائی)

۱۴۔ محاورے میں بعض الفاظ جمع استعمال ہوتے ہیں

جیسے بھوکوں مرغا، انگلوں بڑھنا، چاروں مرغا، دروں سے ہونا۔

حالت

حالت کی کیفیت عجیب اور پیچیدہ ہے، کیونکہ ہر زبان

میں اس کے متعلق اختلاف ہے۔ قدیم زبانوں میں مثلاً لاتیہی،

سنسکرت، عربی، قدیم انگریزی (نیز ترکی) میں اسم کی ہر حالت کے لیے آخر میں خاص علامت ہوتی ہے جو اسم کا جز ہوتی ہے۔ ہر حالت کے تغیر کے لیے اس کی ساخت ہی میں تغیر ہو جاتا ہے۔ یعنی جس طرح گردان (تصریف) میں کسی اسم کے آخر حرف میں تبدیلی ہو جاتی ہے اسی طرح اسم کی حالتوں میں بھی آخری حرف کی صورت بدل جاتی ہے۔ مثلاً عربی میں فاعلی حالت کے لیے آخر حرف پر رفع (پہش) اور مفعولی حالت میں نصب (زبر) اور اضافی اور ظرفی میں کسره (زیر) ہوتا ہے۔ اسی طرح لاتینی، ترکی اور سنسکرت میں لفظ کے آخری لاحقے یا علامتیں اسم کی حالت بتاتی ہیں۔ سنسکرت میں اسم کی حالتیں آٹھ ہیں اور مختلف حالتوں کی صورت میں لفظ کے آخری حرف میں علامت یا حرف کے اضافے سے تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ سنسکرت کا اثر ہندی اور اردو پر ظاہر ہے، لیکن ان کی صرف و نحو پر بہت کم یا بالکل نہیں ہوا۔ اردو اور ہندی میں اسما کے آخری حرف میں جنس و تعداد کی وجہ سے یا بعض حروف کے آنے سے تبدیلی ہوتی ہے جس کا ذکر صرف میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔ اس لحاظ سے ہندی یا اردو میں کوئی اور حالت نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے قدیم زبانوں یا دوسری زبانوں میں اسم کی حالت حرف کی آخری علامت یا تبدیلی سے ہوتی ہے، اردو میں اس کی بجائے الگ حرف یا لفظ آتے ہیں مثلاً 'نے' کو، 'کا' (کے) کی، وغیرہ اور اس کی ضرورت بھی بعض خاص صورتوں میں ہوتی ہے۔ مگر لفظ کی صورت میں کوئی فرق نہیں آتا، اور حالت کے مختلف ہونے پر بھی لفظ کی صورت وہی رہتی ہے۔ مثلاً احمد نے محمود کو کتاب دی۔ اگرچہ احمد اور محمود کی حالتیں مختلف ہیں مگر لفظوں کی صورت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دوسری

مثال لیجیے ، احمد روتی کھاتا ہے ۔ یہاں احمد اور روتی کے ساتھ نہ کوئی علامت ہے نہ کوئی لفظ ، حالانکہ ان کی حالتیں مختلف ہیں ۔ البتہ ضمیر میں وہی صورت ہے جو بعض قدیم زبانوں یا ترکی میں پائی جاتی ہے ۔ (مجھے ، تجھے ، میرا ، تمہارا وغیرہ) اس لیے کچھ تو ضمیر کے خیال سے اردو کچھ بالفاظ مہنی ، ہمیں اردو میں بھی اسم کی حالتیں قائم کرنی پڑتی ہیں ۔ حالت جن چیزوں کو بتاتی ہے وہ یہ ہو سکتی ہیں —

(فاعلی)	۱ - کام کرنے والا
(ندائی)	۲ - خطاب
(خبری)	۳ - خبر
(مفعولی)	۴ - جس پر کام کا اثر ہوا
(اضافی)	۵ - نسبت
(ظرفی)	۶ - مکان و زمان و دیگر تعلقات
(طوری)	۷ - مقدار اور پیمائش
	۸ - طور طریقہ
	۹ - آلہ

اب ان سب صورتوں کو پیش نظر رکھ کر حالتوں کے تین درجے کیے جاسکتے ہیں —

- ۱ - درجہ اول کی حالتیں جنہیں اولیت حاصل ہے :-
- فاعلی حالت
 - ندائی حالت
 - مفعولی حالت
 - خبری حالت

۲ - الہائی حالت

- ۳ - تابع یا طوری حالت ، جس میں مکان و زمان ، طور و طریقہ ، ذریعہ وغیرہ سب آجاتے ہیں —

فاعلی حالت

فاعل یا تو کام کرنے والا ہے، جیسے وہ کھاتا ہے، وہ پڑھ رہا ہے -
 یا ہونے والا، یعنی اس سے کام کا کرنا نہیں پایا جاتا بلکہ ہونا یا
 سہنا پایا جاتا ہے۔ جیسے وہ بیمار ہے، وہ مرگیا ہے وغیرہ -
 بعض اوقات یہ اس طرح استعمال ہوتا ہے کہ جملے میں
 بے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ جیسے صحت اور دولت یہ دو بڑی
 نعمتیں ہیں۔ نواب صاحب وہ تخت پر بیٹھے ہیں۔ ہمارے آقا
 خیر الدین نے بلایا ہے -

ایسے جملوں میں دونوں اسم ہی حالت میں ہوتے
 ہیں اور ایک دوسرے کے بجائے آتا ہے یا اس کا بدل
 ہوتا ہے -

نہ، فاعل کی علامت ہے۔ یہ علامت فاعل کے ساتھ ہر جگہ
 نہیں آتی۔ اس کے استعمال کے موقعے مخصوص ہیں جن کا
 ذکر آگے کیا جاتا ہے -

”نہ“ علامت فاعل

نہ فاعل کی علامت کے طور پر قدیم ہندی میں کہیں
 استعمال نہیں ہوا۔ اور ہندی کی پوربی شاخوں میں اس کا
 وجود نہیں۔ تلسی داس تک کے کلام میں بھی کہیں اس کا
 استعمال نہیں پایا جاتا۔ اس کا استعمال اس طور پر غالباً
 اس وقت شروع ہوا ہے جب کہ اردو نے اپنا سکھ جمایا۔ البتہ
 مرہٹی میں اس کا استعمال اردو یا ہندی کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن
 پہلے بطور علامت مفعول استعمال ہوتا تھا، جس کا پتا پنجابی اور
 گجراتی سے ملتا ہے۔ گجراتی میں نہ فاعلی اور مفعولی دونوں
 حالتوں کے لیے آتا ہے، مگر اردو میں صرف فاعلی حالت کے لیے
 مخصوص ہے۔ اس کے استعمال کے متعلق ذیل کے موقعوں کا
 خیال رکھنا ضرور ہے -

۱۔ نہ، علامت فاعل صرف فعل متعدی کے ماضی مطلق

تمام، احتمالی اور حال قریب کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے میں نے کھانا کھایا۔ اس نے احمد کو مارا۔ یہ کس نے لکھا؟ میں نے لکھا ہوگا۔ میں نے لکھا ہے۔

اگرچہ لانا، بھولنا، شرمانا، بکھٹنا، بولنا، متعدی افعال ہیں، مگر اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جیسے میں کتاب لایا وہ رقعہ لے گیا۔ میں تمہارا نام نہیں بھولا۔ وہ دیر تک مجھ سے بکھٹا۔ وہ اس حرکت سے شرمایا۔ وہ بولے چل دو رہو۔ لیکن بعض اوقات بولنے کے ساتھ جب کوئی لفظ بطور منعول ہوتا ہے تو ”نے“ لگا دیتے ہیں۔ جیسے اس نے جھوٹ بولا۔ مگر وہ جھوٹ بولا بھی صحیح ہے۔

۲۔ لیکن جب فعل متعدی کے ساتھ کوئی متعدی امدادی فعل آئے تو حسب قاعدہ فاعل کے ساتھ ”نے“ آئے گا، مگر جب فعل امدادی لازم ہوگا تو پھر علامت متعدی فعل کے ساتھ بھی نہیں آئے گی اور پورا فعل لازم خیال کیا جائے گا۔ جیسے —

میں نے رقعہ بھیجا	(فعل متعدی بلا فعل امدادی)
میں نے رقعہ بھیج دیا	(فعل متعدی مع فعل امدادی متعدی)
میں رقعہ بھیج چکا	(فعل متعدی مع فعل امدادی لازم)
میں رقعہ نہ بھیج سکا	(ایضاً)

اسی طرح اس نے مجھ سے دو روپے لیے۔ وہ مجھ سے دو روپے لے گیا۔ اس نے سارے آم کھا لیے۔ وہ سارے آم کھا گیا۔ اس نے ہانس دیا، اور وہ ہانس دیا، اس نے دو دیا اور وہ دو دیا دونوں مستعمل ہیں۔ لیکن بغیر نے کے زیادہ فصیح ہے۔

فعل لازم کے ساتھ اگرچہ فعل امدادی متعدی ہو تو بھی علامت فاعل کا اظہار نہیں کیا جائے گا۔ جیسے وہ آلیا۔ وہ سولیا۔ لیکن آلیا جب مرکب فعل ہو جو خاص

متکا ورے کے معلوم میں آتا ہے تو ”نے“ آئے گا۔ جیسے ’اس نے مجھے آلیا۔‘

لیکن جب امدادی فعل کے آنے سے فعل لازم متعدی بن جائے تو ”نے“ آئے گا جیسے اس نے مجھے آلیا۔ تم نے اسے کہیوں قہر نہ دیا۔ اس نے بیمار کو سونے نہ دیا۔ ایسی حالت میں اصل فعل کے معنوں میں بہت تغیر ہو جاتا ہے اور فعل لازم نہیں رہتا۔

۳۔ بعض متعدی فعل ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ ”نے“ کا استعمال ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی ہوتا جیسے۔

جب بطور لازم استعمال ہوتے ہیں تو ’نے‘ مطابق نہیں آتا۔ جیسے تم چیتے میں ہارا۔	{	میں بازی جیتا؛ میں نے بازی جیتی۔
		میں شرط ہارا؛ میں نے شرط هاری۔

میں بات سمجھا؛ میں نے بات سمجھی۔

میں کام سیکھا؛ میں نے کام سیکھا۔

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری

تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے (غالب)

یہ سبق بھی کوئی پڑھا، کسی نے یہ سبق بھی پڑھا۔

۲۔ بعض افعال لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتے

ہیں۔ متعدی ہونے کی صورت میں ”نے“ علامت فاعل فعل کے

ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ اور لازم کی حالت میں نہیں۔

چیتنے اور ہارنے کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اس کی صورت

مستثنیٰ ہے۔ پکارنا لازم اور متعدی دونوں ہے۔ لازم ہونے کی

صورت میں ”نے“ نہیں آتا مگر متعدی کی حالت میں ”نے“

آتا ہے۔ جیسے۔

پکارنا۔ اس نے مجھے پکارا

متعدی

لازم

”۔ وہ پکارا

لازم

بہرنا - اس کا پیٹ بہرا -

متعدی

” - میں نے پانی بہرا -

پلٹنا - خط میں جب آپ نے تحریر سراسر پلٹی (متعدی) -

پلٹنا - میں نے جانا مری تقدیر سراسر پلٹی (لازم) -

بدلنا - جب سے وہ بدلا ہے ساری دنیا بدل گئی (ظفر) (لازم) -

” - میں نے کپڑے بدلے (متعدی)

’چاہنے‘ کے ساتھ ہمیشہ ’نے‘ آتا ہے جیسے ’ہم نے چاہا تھا کہ

مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا - لیکن جب جی اور دل کے ساتھ

استعمال ہوتا ہے تو نہیں آتا جیسے ’جی چاہا تو آؤں گا - اس

کی کیا پوچھتے ہو‘ دل چاہا گیا دل چاہا نہ گیا -

۵ - تھو کنا، مورتا، ہگنا افعال لازم ہیں، مگر ان کے ساتھ

نے استعمال ہوتا ہے جیسے میں نے تھو کا - اس نے مورتا -

تھو کنا اور مورتا کبھی متعدی بھی ہوتے ہیں - جیسے -

درگنا جان کی بچی نے مورتا مجھے نمازی پر (جان صاحب)

بچے نے نہالچے پر مورتا -

اس نے مجھے پر تھو کا - اس کو ساری دنیا نے تھو کا، مگر

بے غیرت کی بلا دور کچھ بھی اثر نہ ہوا -

۶ - بعض افعال کے ساتھ جو خاص موقع پر متعدی استعمال

ہوتے ہیں ”نے“ علامت فاعل نہیں آتی جیسے میں اسے روپا - وہ

مجھے پر ہلسا - کتا بلی پر جھپٹا - وہ مجھے سے لڑا - (یہ خیال

رہے کہ یہاں ”پر“ اور ”سے“ علامت مفعول ہیں) -

۷ - جب علامت فاعل وہ، جو اور کون کے ساتھ آتی ہے

تو وہ اس سے، جو جس سے اور کون کس سے بدل جاتا ہے -

جیسے اس نے مارا - کس نے مارا - جس نے کہا غلط کہا -

۸ - نے علامت فاعل ہے اور مفعول کے ساتھ کبھی نہیں

آتی - لیکن جب مجھے اور تجھے کے ساتھ کوئی صفت آتی ہے

تو نے استعمال ہوتا ہے - جیسے مجھے کم بخت نے یہ کب کہا تھا -

مجھے خاکسار نے ایسا نہیں کیا۔ تجھے بد بخت نے ایسا کیا۔ اصل یہ ہے کہ مجھے اور تجھے پر اکرت کے ضمائر اضافی متجہا اور تجہا سے نکلے ہیں۔ چنانچہ اسی سے قدیم اردو میں 'مجھے' 'تجھے' بھی بطور ضمائر اضافی کے استعمال ہوتے تھے۔ مثلاً نصرتی ملک الشعراء دربار عادل شاہ اپنی مثنوی گلشن عشقی میں لکھتا ہے —

گہا سن کو یوں اُن کے اے دل کے یار

فدا ہے یہ تجھے بات پر جیو ہزار

یہاں تجھے بات سے مطلب تیری بات ہے۔ فرض "تجھے" حالت اضافی سے حالت مفعولی میں آیا۔ اور صفت کے ساتھ اب بھی استعمال ہے۔ جیسے 'مجھے خاکسار کی حالت - صفت کے بیچ میں حائل ہو جانے سے یہ نظر انداز ہو گیا کہ مجھے کس حالت میں ہے اور 'اس لئے اضافی اور فاعلی حالتوں میں استعمال ہونے لگا۔ متجہا کے میم پر زبر ہے لیکن تجہا کے ساتھ ساتھ آنے سے مجھے کی میم پر پیش آگیا —

فدا گئی حالت

ندائی حالت کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ بعض زبانوں (مثلاً لاتیانی، سنسکرت وغیرہ) میں اس کی ضرورت جدا ہوتی ہے اور اس لیے حالت بھی الگ مقرر کی گئی ہے۔ لیکن اکثر زبانوں میں فاعلی اور ندائی حالتیں یکساں ہوتی ہیں اور الگ نام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ندائی حالت میں 'سم بطور مخاطب کے استعمال ہوتا ہے اور جملے سے الگ تہلک نظر آتا ہے یا بذات خود ایک جملہ ہوتا ہے۔ اس میں اور امر میں بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے 'مثلاً التجا یا حکم کا اظہار - جیسے 'سز سز و غیرہ —

ندائی اور فاعلی حالت کا گہرا تعلق امر کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے - مثلاً ہم کہیں - "تم ادھر آ جاؤ -" اگر تم کی

جگہ احمد ہو تو جملہ یوں ہوگا - ”احمد، تم ادھر آ جاؤ“ -
اس مثال سے ان دونوں حالتوں کا تعلق صاف ظاہر ہوتا ہے -
ندائی حالت اکثر حروف ندا کے ساتھ آتی ہے - جیسے،
اے دوست! اولو کے! او بے رحم! وغیرہ - مگر بعض اوقات
حروف ندا نہیں بھی آتا - جیسے، صاحبو! لوگو! بیٹا!
قبیلہ! وغیرہ -

شعرا اپنی نظموں میں اور خصوصاً مقطع میں اپنا تخلص
لاتے ہیں جو اکثر ندائی حالت میں ہوتا ہے -

ہوت، دور سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے -

ارے، اے، حقارت کے لیے اور ادنیٰ لوگوں کے لیے استعمال

ہوتا ہے، مگر ان کا استعمال فصیح نہیں خیال کیا جاتا -

رے، اللہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی تعجب

کے ہوتے ہیں جیسے، ”اللہ رے تیرا استغنا!“

بے تکلفی میں ”ارے“ کا لفظ میاں کے ساتھ آتا ہے - جیسے،

ارے میاں! یا اضطرار کے موقع پر، جیسے، ارے لوگو! یہ کیا

فصیح ہوا -

بعض مقامات پر ارے صاحب! ارے جناب بھی بولتے ہیں

مگر یہ فصیح نہیں خیال کیا جاتا -

مفعولی حالت

۱ - مفعول وہ ہے جس پر فاعل کے فعل کا اثر پڑے - مفعول

در حقیقت فعل متعدی کے مکملے کا کام دیتا ہے - جیسے، احمد

نے حامد کو مارا - اس نے کھانا کھایا - رام کتاب پڑھتا ہے -

(۱) جب فعل کا ایک ہی مفعول ہو اور ذی عقل ہو تو

مفعول کے ساتھ (کو) آتا ہے، جیسے کہ اوپر کی مثالوں سے

واضح ہے - لیکن اگر مفعول غیر ذی عقل یا بیجان اشیاء میں

سے ہے تو اس کے ساتھ (کو) علامت مفعول نہیں آتا - جیسے،

میں نے کھانا کھایا - بکری پانی پیتی ہے - اُسے تمہاری ملاقات

کی آرزو ہے۔ احمد نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ذیل کی مثالوں سے دونوں طرح کے مفعولوں کے استعمال کی حالت معلوم ہوگی۔

میں نے احمد کو دیکھا میں نے وہ نقشہ دیکھا

میں احمد کو جانتا ہوں میں ریاضی جانتا ہوں

میں نے احمد کو مارا میں نے سائپ مارا

اس نے سائپس کو پیٹتا گدھا سائپ بکل ابالکھڑپیتا کر

(ب) میں نے ایک آدمی دیکھا، صحیح ہے لیکن جب

آدمی کا نام لیں یا کوئی اور تخصیص اشارے یا اضافت

وغیرہ سے پیدا کر دیں تو ”کو“ لانا ضرور ہے۔ جیسے ”میں نے

مسعود کو دیکھا“ میں نے اس آدمی کو دیکھا“ میں نے تمہارے

بھائی کو دیکھا۔ لیکن —

اس کی چالیں میں ہی خوب سمجھتا ہوں اور

اُس کی چالوں کو میں ہی خوب سمجھتا ہوں

دونوں صحیح ہیں۔ یا جیسے ”میری فریاد کو پہنچو“

یہاں کو محاورے کے دو سے بائکل صحیح اور فصیح ہے —

(ج) ضمیر میں فاعلی اور مفعولی حالتیں معین ہیں ان

میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ جیسے ”میں نے اُسے (یا اُسکو)

دیکھا۔ میں نے انہیں (یا انکو) نکال دیا۔ تمہیں کس نے

بلایا تھا؟

(د) مگر متحاورات میں جہاں مفعول مصدر کے ساتھ آتا

ہے ”کو“ لانا غیر فصیح ہی نہیں بلکہ غلط ہے۔ مثلاً ”مٹہ چڑانا“

کان کھولنا، سر اُٹھانا، جان دینا، تلکے چلنا، تارے گلنا،

وغیرہ مثلاً، اُس نے میری تباہی پر کمر باندھ رکھی ہے۔ یہاں

”کمر کو باندھ رکھا ہے“ کہنا صحیح نہ ہوگا —

اسی طرح دوسری بے جان اشیاء اور کیفیات قلبی کے ساتھ

بھی یہی عمل ہوتا ہے۔ جیسے خط لکھا۔ شراب پی۔ پانی پیا۔

خربوزہ کھایا۔ رنج نہ کرو۔ مہربانی رکھو۔

(۵) یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب عمو مہیت ہوتی ہے تو ”کو“ نہیں آتا، لیکن جب خصوصیت کا اظہار کیا جاتا ہے یا توجہ دلانی مقصود ہے تو ”کو“ بولتے یا لکھتے ہیں۔ لیکن یہ غیر ذوی العقول اور بے جان اشیاء کے ساتھ مخصوص ہے، ذوی العقول کے ساتھ بہت کم۔ نیچے لکھی ہوئی مثالوں کو دیکھیے۔

مہری فریاد کو پہنچو۔ اس بوجھ کو اٹھاؤ تو جانوں۔
مایا کو چھوڑ رام کو لے۔ اپنے دل کو دیکھ اور فور کر۔
ذیل کی مثالوں میں عمو مہیت پائی جاتی ہے۔
آخری مثال میں باوجود خصوصیت کے (کو) استعمال نہیں ہوا،
ذوی العقول میں یہ ضرور نہیں۔

میں نے سب پیڑ دیکھے کوئی کام کا نہ نکلا۔ چیتا لڑکی میں
تمہیں دیدوں یہ ممکن نہیں، ہاں لاش کے تم مالک ہو۔ تم نے
کیا بات دیکھی جو اس قدر ریختے ہوئے ہو۔

(و) بعض افعال کے ساتھ دو دو مفعول آتے ہیں۔ ان میں ایک مفعول قریب ہوتا ہے اور دوسرا مفعول بعید۔ قریب وہ ہے جس پر فاعل کے فعل کا اثر بغیر کسی واسطے کے راست پڑتا ہے، یعنی اس کا تعلق فعل سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور دوسرا مفعول بعید ہو گا۔ ایسی صورت میں مفعول قریب کے ساتھ (کو) نہیں لاتے۔ جیسے، میں نے تمہارا بیٹا افضل کو دے دیا۔ سعیدہ جو مقصود سے منسوب ہے، میں تمہارے بیٹے کو کبھی نہ دوں گا۔ ایسے جملوں میں اصل مفعول، مفعول قریب ہوتا ہے اور دوسرا زائد۔ اوپر کی مثالوں میں بیٹا، سعیدہ، مفعول قریب ہیں۔

(ز) بعض افعال کے ساتھ فعل کے اسی مادے کا مفعول قریب استعمال ہوتا ہے۔ اسے عربی میں مفعول مطلق کہتے ہیں جیسے تم کھسی چال چلتے ہو۔ آدمیوں کی سی چال چلو۔ وہ

بڑا بول بولتا ہے - اس کے ساتھ ”کو“ کبھی نہیں آتا —

(ج) بعض افعال کے دو مفعول ہوتے ہیں :-

بعض افعال متعدی یا متعدی متعدی کے دو مفعول ہوتے ہیں، ان میں سے ایک شخص ہوتا ہے دوسرا شے - مفعول شخصی کے ساتھ ہمیشہ ”کو“ آتا ہے - جیسے میں نے فقیر کو روپیہ دیا - اس نے سب کو مٹھائی کھلائی —

(ط) جو افعال بذاتہ مقرر کرنے، بلانے یا نام رکھنے کے معنوں میں ہوں یا جو افعال قلوب ہوں یعنی ان کے معنی سمجھنے، جاننے اور خیال کرنے کے ہوں، تو ان کے ساتھ بھی دو مفعول ہوتے ہیں - مفعول اول کے ساتھ اکثر ”کو“ آتا ہے جیسے تم اس کو کیا خیال کرتے ہو - انہوں نے ہری کو اپنا راجا بنایا، میں اُسے (اُس کو) آدمی سمجھتا تھا مگر وہ تو کچھ اور نکلا - وہ مجھے (مجھے کو) حکیم سمجھا —

(ی) ایسے افعال کے طور میں جن میں دو مفعول ہوتے ہیں ’مفعول قریب‘ فاعل کا قائم مقام ہوتا ہے، مگر حالت اس کی وہی رہتی ہے، یعنی (کو) اُسی کے ساتھ آتا ہے - جیسے فقیروں کو کھانا کھلا دیا جائے - اُس کو تلخوۃ دے دی جائے —

(ک) اگرچہ ”کو“ عام طور پر علامت مفعول ہے لیکن بعض اوقات سے کے اور پر بھی (کو) کی بجائے علامت مفعول کے طور پر استعمال ہوتے ہیں - جیسے :-

میں نے احمد کے تھپڑ مارا -

میں نے احمد کے کاجل لگایا -

احمد سے کہو - میں خالد سے صحبت کرتا ہوں -

مجھے پر خفا مت ہو - اُس پر رحم کرو -

اسی طرح روز مرہ میں بعض اوقات مجھے کو اور اس کو کی جگہ ”میرے“ اور ”اس کے“ استعمال ہوتے ہیں - جیسے اس نے

میرے ہاتھ جڑے - میں نے اس کے ہاتھ جڑے -

(ل) کبھی یہ علامت مفعول غرض اور • ماوضے کو ظاہر

کرتی ہے - جیسے وہ پڑھنے کو آتا ہے - بادشاہ سلامت سیر کو نکلے -

میں کرو کے درشن کو جاتا ہوں - یہ کتاب کتنے کو دو گئے -

میں نے دو سو روپے کو گھوڑا بیچا -

عربی میں اسے مفعول لہ کہتے ہیں - یہاں "کو" واسطے اور

لیے کے معنے میں آیا ہے - عام طور پر یہ معنے زیادہ تر

اضافی صورت میں ادا کیے جاتے ہیں - جیسے وہ پڑھنے کے لیے

آتا ہے وغیرہ -

(م) بعض مصادر اردو میں ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ فاعل

مفعول کی صورت میں آتا ہے - جیسے 'اُسے نظر نہیں آتا - مجھے

دکھائی نہیں دیتا - مجھے جانا پڑا - ہمیں وہاں جانا ہے - اُسے

تن بدن کی سدھ نہیں - ان جملوں میں 'اُسے' مجھے' ہمیں

بظاہر مفعولی حالت میں ہیں' اگرچہ حقیقت میں فاعل ہیں -

یہ زبان کا روزمرہ ہے' اس میں کسی قاعدے کا دخل نہیں -

یہ استعمال عموماً پڑنا اور ہونا کے ساتھ آتا ہے' جہاں ضرورت پنا

مجبوری کا اظہار مقصود ہوتا ہے -

اس موقع پر "ملنا" کا ایک استعمال بھی قابل غور ہے - اس

میں جو شے ملتی ہے وہ فاعلی صورت میں ہوتی ہے اور پانے والا

مفعولی حالت میں ہوتا ہے - جیسے اُسے انعام ملا - ہمیں

کچھ نہ ملا -

بالکل یہی استعمال لازم ہے' مناسب ہے' اور چاہیے وغیرہ کے

ساتھ ہوتا ہے - جیسے 'تم کو کچھ تو فکر کرنی چاہیے - مجھے

یہ بات جلد کہنی مناسب ہے - آدمی کو چاہیے کہ بھلائی کرے -

اس کو لازم ہے کہ دفتر کی باتیں باہر نہ کہے -

(ن) کبھی علامت مفعول (کو) سن ظاہر کرنے کے لیے

آتی ہے جیسے' (ح) 'ہمشکل مصطفیٰ کو تو اتھارواں ہے سال -

یعنے سترہ پورے ہو چکے ہیں ' اور اتھارواں شروع ہے -
(س) کبھی لازم کے معنوں میں آتا ہے جیسے —

مہر و وفا و راحت و آرام کو رقیب

جور و جفا و کاوش و خون جگر کو میں (داغ)

بعض اوقات علامت مفعول متحدہ ہوتی ہے جیسے
وہ صبح سویرے چل دیا - میں گھر گیا - وہ کھانا کھانے گیا ہے -

خبری حالت

جو اسم جملے میں کسی فعل یا واقعے کی خبر دیتا
ہے وہ خبری حالت میں ہوگا - جیسے وہ اس شہر کا حاکم
ہے - وہ یہاں کا کوتوال مقرر ہوا ہے - یہ صاحب افغانستان
کے ایلچی ہیں - کل جو گذریا تھا ' آج بادشاہ ہے - وہ
مجھے صورت سے درزی معلوم ہوتا ہے - ہم نے اُسے اپنا
قائم مقام کیا ہے - وہ گنوار دکھائی دیتا ہے —

اوپر کی مثالوں سے معلوم ہوگا کہ جو لفظ فعل کے ساتھ
خبری حالت میں آئے ہیں وہ فعل کے معنوں کی تکمیل
کرتے ہیں - بعض افعال اپنے مفہوم کے لحاظ سے خبری حالت
کے لیے خاص طور پر موزوں ہوتے ہیں ' ان میں سب
سے بڑھ کر فعل "ہونا" ہے ' جو اس حالت میں کثرت سے
استعمال ہوتا ہے - بعض دوسرے افعال بھی اسی طرح
استعمال ہوتے ہیں ' اگرچہ ان میں وہ کیفیت نہیں
پائی جاتی جو "ہونا" میں ہے - مثلاً پڑنا ' لگنا '
دکھائی دینا ' وغیرہ —

اگرچہ خبری حالت کے اسم کا تعلق جملے میں وہی
ہوتا ہے جو اُس اسم کا ہے جو فاعلی حالت میں ہے ' مگر
اکثر صورتوں میں خبری حالت کا اسم زیادہ عام ہوتا
ہے - مثلاً فاختہ ایک پرندہ ہے - یہاں ظاہر ہے کہ پرندہ
بہ نسبت فاختہ کے زیادہ عام ہے - ہم یہ نہیں کہہ سکتے

کہ پرندہ فاختمہ ہے۔ یعنی فاختمہ تو پرندہ ہے، لیکن ہر پرندہ فاختمہ نہیں ہوتا۔ بعض صورتوں میں دونوں اسم برابر کے یا قریب قریب برابر کے ہوتے ہیں اور یہ کہنا کسی قدر دشوار ہوتا ہے کہ فاعلی حالت میں کون ہے اور خبری حالت میں کون۔ جیسے انسان اشرف المخلوقات ہے۔

(۲)

اضافی حالت

اضافت کے معنی نسبت کے ہیں۔ اور کسی لفظ کی اضافی حالت اس لفظ کے تعلق کو دوسرے لفظ سے ظاہر کرتی ہے۔ اسی لیے جس لفظ کی طرف نسبت کی جاتی ہے اُسے مضاف الیہ کہتے ہیں، اور جو لفظ کہ نسبت کیا جاتا ہے اُسے مضاف کہتے ہیں۔ مثلاً محمود کا گھوڑا۔ یہاں گھوڑا حالت اضافی میں ہے اور اپنا تعلق محمود (یعنی مضاف الیہ) سے ظاہر کرتا ہے۔ درحقیقت اگر دیکھا جائے تو مضاف الیہ ایک قسم کی صفت ہے اور مضاف موصوف، اور یہ دونوں مل کر ایک خیال ظاہر کرتے ہیں۔

اردو میں اضافی حالت مختلف قسم کے تعلقات کو ظاہر کرتی ہے، جس کی تفصیل ذیل میں کی جاتی ہے۔

۱۔ ملک یا قبضہ ظاہر کرنے کے لیے۔ جیسے، وہ راجا کی باندی ہے۔ یہ اس کے گھوڑے ہیں۔ ان جملوں میں کہ ”اس کا کیا بگوتا ہے۔ اس کا کیا جانا ہے“، ”کیا“ کو حالت اضافی میں سمجھنا چاہیے، جو اسم کا قائم مقام ہے اور ملک کے ظاہر کرنے کے لیے آیا ہے۔ یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ”کیا“ کے بعد مال، شیے، بات وغیرہ مضاف ہیں۔ مگر پہلی صورت

زیادہ صاف ہے —

۲۔ رشتے یا قرابت کے اظہار کے لیے - جیسے 'میرا بھتیجا' -

مسعود کا باپ - اس کا چچا —

۳۔ مادی اشیا کا بیان - جیسے 'سو نے کی انگوتھی' -

صلدل کا صلہ و بچہ - بھڑوں کا چھتا —

۴۔ ظرف مکان و زمان کے لیے جیسے 'متھرا کا باشندہ' -

ملک ملک کے بادشاہ - یہ ایک مدت کا کام ہے -

چار دن کی بات ہے - یہ اگلے وقتوں کے لوگ ہیں -

۵۔ کیفیت یا قسم کے ظاہر کرنے کے لیے - جیسے 'قسم قسم

کی باتیں' - بڑے اچلے کی بات ہے - ایک من کا بوجھ -

۶۔ سبب یا علت کے لیے - جیسے 'راستے کا تھکا ماندہ' -

دھوپ کا جلا - نیلے کا ماتا - موذی کے مارنے کا کچھ

گذاہ نہیں —

۷۔ اصل و ماخذ کے اظہار کے لیے - جیسے 'پوتوں کا

امیر - چنبیلی کی خوشبو - باجے کی آواز —

۸۔ وضاحت کے لیے جیسے جمعے کا دن - مئی کا مہینہ -

۹۔ عمر کے لیے - چھ برس کا بچہ - ستر برس کا بوڑھا -

۱۰۔ استعمال کے معنوں میں - جیسے پیٹنے کا پانی - ہاتھی کے

دانٹ کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور - یہ

چاقو کسی کام کا نہیں —

۱۱۔ قیمت کے اظہار کے لیے جیسے ایک روپے کے آم دو -

اس کپڑے کے کیا دام ہیں - دو روپے کا گھی لے آؤ -

۱۲۔ تشبیہ کے لیے - جیسے اس کی کلائی شیر کی کلائی ہے -

۱۳۔ استعارے کے ساتھ - (استعارے کے معنی ہیں مانگے

لینا یعنی کسی شے میں کوئی خاص بات یا صفت

پائی جاتی ہے وہ اس سے مانگ کر کسی دوسرے سے

منسوب کرنا) جیسے اس کے دل کا کنول کھل گیا —

۱۴ - ادنیٰ کے تعلق کے لیے - یعنی ذرا سے تعلق سے سب چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا جیسے ' اس کا ملک - ہمارا شہر وغیرہ -

۱۵ - صفت کے لیے - جیسے غضب کی گرمی - قیامت کی دھوپ ہے - آفت کا پر کالہ -

اسی طرح صفات کے ساتھ بھی مستعمل ہے - قول کا سچا - دھن کا پکا - قسمت کا دھنی -

۱۶ - گل کے جز کے لیے - جیسے ' قصے کا آغاز - پہاڑ کی چوٹی - پانی کی ایک بوند -

۱۷ - کل کے لیے - اس سے کل یا مبالغہ کا اظہار ہوتا ہے - اس کا استعمال عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں ایک ہی لفظ ہوتے ہیں اور اُن کے درمیان اضافت کا حرف ہوتا ہے - جیسے سب کے سب - دھیر کا دھیر - آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے - ایک شعر کیا ' غزل کی غزل مرصع ہے - شہر کا شہر اسی میں مبتلا ہے - قوم کی قوم - خاندان کا خاندان وغیرہ -

اضافت کے ساتھ لفظ کا یہ تکرار اور معنی بھی دیتا ہے جس کا مفصل بیان الفاظ کے تکرار میں آئیگا۔

۱۸ - فاعل یا مفعول کے اظہار کے لیے - جیسے ' اس کے بھاگ جانے کی خبر ہے - میں اس کی تکلیف نہ دیکھ سکا - یہ استعمال اکثر مصدر کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور مصدر اپنے فاعل یا مفعول یا ظرف کا مضاف ہوتا ہے جیسے ' صبح کرنا شام کا ' لانا ہے جوئے شہر کا (غالب) - رات کا آنا قیامت کا آنا ہے - دل کا آنا جان کا جانا ہے - وہاں کا بیٹھنا اچھا نہیں وغیرہ وغیرہ -

۱۹ - بعض صفات اور دوسرے الفاظ ہمیشہ اضافت کے حرف کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں - جیسے ' لائق ' قابل '

برابر ، متعاقب ، موجب ، موافق ، نسبت ، طرف ، مطابق ، بابت ، مشابہ - اسی طرح قبل ، بعد ، پاس ، آگے ، پیچھے ، اوپر ، نیچے ، تئیں ، ہاں ، لیجے ، واسطے ، طرح کے ساتھ بھی اضافت کے حرف آتے ہیں - مگر قبل ، اور ، بعد ، بعض اوقات بغیر اضافت کے بھی مستعمل ہیں جیسے دو ماہ قبل - دو ماہ بعد —

۲۰ - بعض اوقات اضافت کے حرف کے بعد کا اسم (یعنی مضاف الیہ) محذوف بھی ہوتا ہے - جیسے ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا (یعنی ایمان کی بات) - اس نے میری ایک نہ سنی —

دل کی دل ہی میں دہی ایک نہ ہونے پائی —

ملے تھے آج تو ہم بھی جناب آصف سے

عجیب رنگ میں ہیں پوچھتے ہو کیا انکی

ایسی حالتوں میں اکثر بات یا حالت کا لفظ محذوف ہوتا ہے مگر کبھی کبھی دوسرے الفاظ بھی محذوف کر دیے جاتے ہیں یا تو اس لیے کہ ان کا بیان اکثر خلاف تہذیب ہوتا ہے یا یہ کہ ان کا سمجھنا سہل ہوتا ہے مثلاً —

فرض یہ کہ سرکار ہیں پیٹ بھر کے

آج وہ بھر حجام کا آیا تھا - ان کی بھلی کہی —

۲۱ - بعض اوقات اور خاص کر نظم میں مضاف الیہ اور

مضاف کی ترتیب بدل جاتی ہے جیسے —

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے

بہنور میں جہاز آئے جس کا گہرا ہے

یا جیسے ، نام تو ان کا مجھے یاد نہیں البتہ صورت یاد

ہے - یا کوئی مزاج پوچھے تو جواب دیں ، شکر خدا کا - اس

موقع پر ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ

بعض اوقات جب اضافی ترکیب اپنی اصل حالت پر نہیں

ہوتی بلکہ اضافت کا حرف جو عموماً مضاف الیہ اور مضاف کے درمیان واقع ہوتا ہے ' آخر میں واقع ہو ' تو محاورے میں ' کی ' کے بجائے ' کے ' استعمال ہو جاتا ہے جیسے ' مانند شیر کے - یہاں " کے " از روے محاورہ صحیح ہے حالانکہ قاعدے کے رو سے " کی " ہونی چاہیے ' کیونکہ مانند مونث ہے - یا جیسے آتش کا شعر ہے —

معرفت میں اُس خداے پاک کے
آرتے ہیں ہوش و حواسِ إدراک کے

یا میرا نیس فرماتے ہیں - " میدان میں تھا حشر بھا
چال سے اس کے - " اسی طرح میر تقی فرماتے ہیں - " آنکھوں
میں ہیں حقیر جس تس کے - " حالانکہ معرفت ' چال ' آنکھوں
مونث ہیں ' مگر ان کے ساتھ ' کے ' استعمال ہوا ہے - زبان
کا محاورہ یہی ہے اور اس لیے اعتراض کی گنجائش نہیں
اگرچہ عام قاعدہ اس کے خلاف ہے - یہ استعمال اکثر نظم
میں ہوتا ہے —

۲۲ - یہاں ایک اور نکتہ بھی قابل ذکر ہے جس کا تعلق زبان
کے محاورے سے ہے —

ذیل کے فقروں میں ' کے ' کے استعمال پر غور کیجیے —
احمد نے اس کے تھپڑ مارا —
اس کے سرمہ لگایا —

گھوڑے نے اس کے لات ماری —

میں نے اس کے چٹکی لی —

اس کے ابٹلا ملو —

اس کے بیٹا ہوا —

گدھے کے دم نہ تھی —

اس کے چوٹ لگی - وغیرہ وغیرہ -

بعض حضرات کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ ' کے ' کے بعد

کوئی ایک لفظ محذوف ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ ”اس کے تھوڑے مارا“ تو اصل میں ہے اس کے منہ پر تھوڑے مارا۔ اسی طرح اس کے سرمہ لگایا، اس میں آنکھوں کا لفظ محذوف ہے۔ ”اس کے بیٹا ہوا“ اس میں ہاں یا گھر محذوف ہے۔ ”گدھے کے دم نہ تھی“ یہ اصل میں ہے گدھے کے پاس دم نہ تھی۔ ”اس کے چوت لگی“ یعنی اس کے بدن میں یا جسم میں وغیرہ۔

لیکن مجھے اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ ”کے“ اور ”کو“ دونوں کی اصل ایک ہے۔ یعنی یہ سسکرت کے حالیہ ”کرنا“ سے نکلے ہیں۔ قذوچی، میواڑی، گڑھوالی، کماؤنی اور نیپالی میں ”کو“ اضافی حالت کے لیے آتا ہے اور بھوج پوری، ماڈھی اور میتھلی میں ”کے“ اور ”کی“ بھی مفعول کی علامت ہیں۔ موری رائے میں اوپر کی مثالوں میں جو ’کے‘ آیا ہے وہ بجائے ”کو“ کے ہے۔ چنانچہ اب بھی دکن نیز دیگر مقامات میں ایسے موقعوں پر ”کے“ کی بجائے ”کو“ ہی استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ”اس کے بیٹا ہوا“ یا ”اس کے دو بیٹے ہیں“ کے بجائے ”اس کو بیٹا ہوا“ یا ”اس کو دو بیٹے ہیں“ کہتے ہیں، جو اگرچہ اردو محاورے کی رو سے غلط ہیں مگر اصل کا پتا ضرور دیتے ہیں۔

(۳)

طوری حالت

طوری حالت کی کئی قسمیں ہیں۔ اس میں زمان اور مکان (ظرف)، پیمائش، وزن، قیمت، طریقہ، مقابلہ، ذریعہ یا آلہ وغیرہ کی تمام حالتیں آجانی ہیں۔ ۱۔ مکان یا مقام کی حالت عموماً میں، پر، سے کے مساواتہ آتی ہے۔ جیسے ”دنیا جہان میں، شہر میں، گھر

میں وغیرہ - وہ مدرسے سے گھر آیا - نیکل شہر سے راہ جنگل کی لی - مساد سے اٹھا اور پلنگ پر آ بیٹھا - کبھی 'میں' اور 'سے' دونوں مل کر آتے ہیں جیسے گھر میں سے بولا - چھت پردے اُترا -

مستاورے میں اس کا استعمال بہ کثرت ہوتا ہے - جیسے 'کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے ہیں - اس کام میں میرا دل نہیں لگتا - وہ ہوش میں آیا - وہ قدموں پر گر پڑا - کشن لال گدی پر بیٹھا ہے - وہ چھت پر چڑھ گیا - وہ گھوڑے پر سوار ہے - خدا کا دیا سر پر - بھادرس گنگا پر واقع ہے -

کبھی اس صورت میں جز کا تعلق کُل سے ظاہر ہوتا ہے - جیسے خاندان بھر میں یہ ایک ہی شخص ہے - ساری کتاب میں ایک صفحہ بھی پڑھنے کے قابل نہیں - وہ ہمارے دفتر میں منشی ہے - وہ ہم میں نہیں ہے - یہ شخص شرفاء شہر سے ہے - یہ حیوانات کی قسم سے ہے -

کبھی چسپاں یا ملا ہوا ہونا کے معنی پائے جاتے ہیں - جیسے 'انگوتھی میں ہیرا جڑا ہے - ایک تولے سونے میں ماشہ بھر تانبا ہے - جہالدر میں موتی تکے ہیں -

۲ - زمانے کے اظہار کے لیے - جیسے 'یہ کام کتنے دنوں میں ہو جائے گا - وہ ایک مہینے میں واپس آجائے گا - عین وقت پر آیا - پانچ بج کے دس منٹ پر آیا -

۳ - پیمائش کے لیے - جیسے یہ درخت طول میں پانچ فٹ ہے - یہ تختہ چوڑائی میں چار فٹ ہے -

۴ - وزن کے لیے - جیسے 'تول میں کم ہے - سیر میں چار چڑھتے ہیں -

۵ - قیمت کے اظہار کے لیے 'جیسے' یہ کتاب کتنے

میں پڑی -

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مال کتنے کا ہے؟ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اصلی اور قطعی قیمت کیا ہے۔ جب یہ پوچھتے ہیں کہ ”یہ کتنے کو یا کتنے میں دوگے“ یا ”یہ کتنے کو لیا یا کتنے میں لیا“؟ تو اس کے معنی ہیں وہ قیمت جتنے میں یہ شے بکتی ہے۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ”میں نے یہ لیمنپ چار روپے میں لیا“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قیمت خرید ہے یا اتنے میں پڑا ہے، ممکن ہے کہ اصلی قیمت یا قیمت فروخت کم و بیش ہو۔

۶۔ طریقہ - جیسے، اس نے بڑی محنت سے کام کیا۔ وہ بڑی محنت سے ملا۔ فور سے ملاحظہ فرمائیں وہ بہت خاطر مدارات سے پیش آیا۔

۷۔ مقابلہ یا فوقیت - جیسے، وہ مجھ سے اچھا ہے۔ میں اس سے کس چیز میں کم ہوں، ایساقت میں، عزت میں مال دولت میں - ان دونوں میں کون بہتر ہے۔ مجھ میں اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ مجھ سے عمر میں بڑا ہے۔ لاکھ میں ایک ہے۔ وہ حسن میں یکساں ہے۔ وہ سب سے پہلے جا پہنچا۔ کوئی مجھ سے نہ جیتا۔ سختی سے شوم بھلا۔ اُسے مجھ پر ترجیح ہے۔ اُسے تم پر تقدم حاصل ہے۔ اس پر بس نہیں چلتا۔

۸۔ ذریعہ یا آلہ - جیسے، یہ قفل دوسری کنجی سے نہیں کھلنے کا۔ میں نے اسے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ ایک ہی ہاتھ میں کام تمام کر دیا۔ دوسری باتوں میں پر چالیا۔ دوسری کشوں میں حقہ جلا دیا۔

۹۔ معیت - جیسے، وہ بڑے ساز و سامان سے آیا۔ میں نے دو تری سالن سے کھائی۔

۱۰۔ جدائی یا علیحدگی، مادی ہو یا خیالی - جیسے،

وہ مجھ سے جدا ہو گیا - میں نے اُسے غلامی سے آزاد کر دیا -
اس نے مجھ آگ سے بچایا - تم مجھ و ہاں جانے سے
کیوں منع کرتے ہو - وہ کام سے جی چراتا ہے - یہ عقل
سے بعید ہے —

۱۱ - مصروفیت - جیسے دن رات مطالعے میں رہتا ہے ،
اُسے فرصت کہاں - وہ تو شب و روز ناچ رنگ میں مشغول
رہتا ہے - اپنے کام میں ہے —

۱۲ - حالت یا کیفیت - جیسے ، اسی سوچ میں آنکھ لگ
گئی - پیڈک میں ہے - نشے میں ہے - وہ اپنے ہوش حواس میں
نہیں - وہ نیند میں ہے - مصیبت میں ہے - کس عذاب میں
جان ہے - ہاتھ میں شفا ہے - زبان میں اثر ہے —

۱۳ - علت و سبب - جیسے ، وہ اپنے کئے سے (یا کئے پر)
بہت نادم ہے - آپ کے خوف سے پڑھتا ہے - فساد سے ضرر
پیدا ہوتا ہے - اتنی ہی بات پر آگ بگولا ہو گیا —

۱۴ - واسطے اور خاطر کے لیے - جیسے ، کام پر گھاہے -
نام پر مورتا ہے - روٹی پر جان دیتا ہے —

۱۵ - تعلق خاطر - جیسے ، ہمارے حال پر رحم کرو - اس
بات پر غور کرو - میرا دل اُس پر آگیا —

۱۶ - انحصار - جیسے ، میری زندگی اسی پر ہے - ایک
مجھ پر کیا سب گاہی حال ہے - میرا جانا ان پر موقوف ہے -
۱۷ - طرف یا جانب - جیسے ، اس کی باتوں پر نہ جانا -

اس پر نہ جانا یہ سب دیکھنے کے ہیں —

تر دامنی یہ شیخ ہماری نہ جائیو

دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

اس پر کوئی خیال نہیں کرنا چاہیے - ہر چیز اپنی

اصل پر جاتی ہے —

فرض اس قسم کے جملے تعلقات درپردہ کے ذریعے سے

ظاہر نکلیے جاتے اور جن میں کام کا کسی خاص طور سے واقع ہونا پایا جاتا ہے، تو ایسے اسما جو اس طرح استعمال ہوتے ہیں وہ طوری حالت میں ہوں گے۔ اُن مثالوں کے علاوہ جو اوپر بیان کی گئی ہیں اور بھی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں جن سے کام کا طور معلوم ہوتا ہے۔ جیسے نکہہ سکھ سے درست۔ آنکھوں سے اندھا کانوں سے بہرا۔ لیکن دین میں ہوشیار۔ باتوں میں تیز، کام میں سست۔ اس نے دشمن پر حملہ کیا۔ شیر پر جھپٹا۔ وہ مجھ پر غصے ہوا۔ اس کے مال پر قبضہ کر لیا۔ وہ اپنے طریقے پر ہے میں اپنے طریقے پر ہوں۔ ان قواعد کی پابندی مجھ پر لازم نہیں۔ خدا کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ وہ اپنے قول و قرار پر قائم نہیں۔ یہ سب مثالیں طور کو بتاتی ہیں اور اسی لیے ہم نے اس قسم کے تمام اسما کو طوری حالت میں رکھا ہے۔

صفت

صفات کی ساخت اور تغیر و تبدل کے متعلق پہلے حصے میں کافی طور سے بیان ہو چکا ہے لہذا یہاں اس کا اعادہ غیر ضروری ہے۔

۱۔ صفت جب کبھی اسم کی کیفیت یا حالت بیان کرتی ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔
(۱) توصیفی اور (۲) خبری۔

توصیفی جیسے خوبصورت جوان۔ نازک کلائی۔ نیلا آسمان وغیرہ۔

خبری جیسے وہ گھوڑا خوبصورت ہے۔ یہ پانی تو گرم ہے۔ میں نے اُسے ہوشیار پایا وغیرہ۔

۲۔ اردو میں صفات اکثر اسما کی طرح استعمال ہوتی ہیں اور جس طرح اسما کی آخری علامت میں تبدیلی واقع

ہوتی ہیں ان میں بھی ہوتی ہے جیسے -
تم کیا اچھے اچھے مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی
نہیں پوچھتا -

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے

وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

ہروں کی صحبت سے بچو - بے حیا کی بلا دور - یہاں سب
طرح کے لوگ موجود ہیں اچھے سے اچھا اور برے سے برا -
عقل مندوں کی صحبت میں بیٹھو جاہلوں سے احتراز کرو - بڑوں
کا ادب کرو اور چھوٹوں پر شفقت -

۳ - کبھی کبھی بعض اسم بھی صفت کے معنوں میں استعمال
ہوتے ہیں جیسے -

آگے جاتا نہیں ہے اب بولا

ہو گئی ہے زبان بھی اولا

یہاں اولے کے معنی تھنڈے کے ہیں - یا مثلاً یوں کہیں،
اس کے ہاتھ پاؤں برف ہو رہے ہیں - اسے اس زور کا بخار
چڑھا کہ سارا جسم آگ تھا - یا مثلاً خفا ہو کر کہیں، تم بڑے
الو ہو یا بڑے گدھے ہو - یہاں الو اور گدھے کے معنی بیوقوف
اور احمق کے ہیں - یا، وہ تو نرا بیل ہے -

۴ - صفات بعض اوقات تمیز کا کام دیتی ہیں جیسے، وہ
خوب بولتا ہے - اسے کچھ نہیں آتا -

۵ - بعض اوقات تکرار صفت سے صفت میں ترقی ہو جاتی
ہے - جیسے دور دور کے لوگ - مشہور مشہور شخص - میٹھے میٹھے
پہل - اونچے اونچے مکان - گرم گرم چائے - مگر خاص خاص
حالتوں میں اس کے خلاف کمی ظاہر ہوتی ہے - مثلاً دال
میں کچھ کالا کالا نظر آتا ہے (یعنی کوئی چیز جو کالی سی ہے)
یہ سالن مہنگا مہنگا معلوم ہوتا ہے (یعنی کسی قدر مہنگا)
لیکن اس کی آخری صورت میں صفت تمیز کا کام دیتی ہے -

جب اس میں 'و' ترقی یا مبالغہ مقصود ہوتا ہے تو دونوں کے درمیان "ے" بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے بڑے سے بڑا کام۔ اونچے سے اونچا پہاڑ۔ بہاری سے بہاری بوجہ۔ اچھے سے اچھا کام۔ وغیرہ۔

۷۔ سا کالفظ بھی صفات کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اس سے مشابہت پائی جاتی ہے، مگر ساتھ ہی صفت میں کسی کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ جیسے لال سا کپڑا، کالا سا رنگ، وہ تو مجھے بیوقوف سا معلوم ہوتا ہے۔

یہی حرف بعض اوقات اسم یا ضمیر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس سے مل کر صفت کا کام دیتا ہے، اور اس سے مشابہت ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے بادل سا ساٹبان۔ مجھے سا گنہگار۔ تم سا عقل مند۔

بعض اوقات یہ حرف اسم اور ضمیر کی اضافی حالت کے ساتھ بھی آتا ہے۔ اس وقت خود شخص یا شے سے مشابہت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ کسی ایسی بات سے مشابہت ہوتی ہے جو اس شخص یا شے میں پائی جاتی ہے۔ جیسے آدمی کی سی بولی۔ ہاتھی کی سی سوند۔ گھوڑے کا سا منہ۔ شیر کے سے دانت۔ بکرے کی سی تارہی۔

(یہاں حرف اضافت کے بعد اسم متحذف سمجھا گیا ہے۔ یعنی آدمی کی بولی سی بولی۔ ہاتھی کی سوند سی سوند)۔

بعض اوقات موصوف متحذف ہوتا ہے۔ جیسے پھول سا نظر آتا ہے۔ پہاڑ کی چوٹی سی معلوم ہوتی ہے۔ یہاں وہ شے (جسے ہم دیکھ رہے ہیں) متحذف ہے۔

جس طرح یہ صفت کے ساتھ آکر اسم کی تعریف کرتا ہے جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے (لال سا کپڑا)، اسی طرح یہ اسم کے ساتھ آکر صفت کی مشابہت ظاہر کرتا ہے، جیسے پھول

سا. ہلکا، پتھر سا سخت —

اس قسم کی ترکیب میں سے کبھی (سا) ازا کو بہت پاکیزہ مبالغہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے ہلکا پھول، میٹھا شہد۔ اگرچہ بظاہر اس کی یہ ترکیب ہوگی کہ پھول سا ہلکا یا شہد سا میٹھا، لیکن اس کے معنی بہت ہلکے اور بہت میٹھے کے لیے جاتے ہیں۔ اس قسم کی ترکیبی صفات کی چند مثالیں دی جاتی ہیں —

ہلکا پھول، میٹھا شہد، لال انگارا، لال بھدو کا، کالا بھجنگ، کہتا چوک، کہتا چوننا، کروا زہر، کروا نیم، کروا کرپلا، سوکھا کھڑنک، پھیکا پانی، موٹا پھپس، لمبا اونٹ، سوکھا کانٹا، دبلا قاتی، سیدھا تک، سیدھا تیر، سفید جھک، سفید براق، گرم آگ، تھلا برف، تھلا آلا، اندھیرا گھپ، نیلا کانچ، میلا چیکٹ، بدھا پھوس —

(۸) سا کا استعمال صفت کی زیادتی کے لیے اس طرح بھی آتا ہے جیسے بہت سا آقا، بڑا سا گھر، تھوڑی سی رات، اونچا سا پہاڑ —

’سا‘ ان معنوں میں سنسکرت کے لفظ شس سے نکلا ہے جس کے معنی گنا کے ہیں (برج بھاشا سو)۔ سا، جس کے معنی مشابہت کے ہیں وہ سنسکرت کے لفظ سما (مانند) سے آیا ہے (برج بھاشا، سوں)۔

۹۔ ’ہر‘ حرف تخصیص ہے اور ہمیشہ واحد کے ساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن ’ایک‘ اور ’کوئی‘ کے ساتھ مرکب ہو کر بھی آتا ہے جیسے، ہر ایک آدمی کا یہ کام نہیں ہے۔ ہر کوئی اسے کر لے یہ دشوار ہے۔

۱۰۔ ’بھر‘ اگرچہ صفت ہے لیکن کبھی تلہا استعمال نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی اسم کے بعد مل کر آتا ہے (یہ بھرنے سے ہے اور اسکے معنی پورے یا تمام کے ہیں) اسمائے مقدر

وغیرہ کے ساتھ - جیسے 'چلو بھر'، 'متھی بھر'، 'پاؤ بھر'، 'گز بھر'،
ہاتھ بھر -

اسماے مسافت کے ساتھ - جیسے 'کوس بھر' -
اسماے زمان کے ساتھ جیسے 'عمر بھر'، 'دن بھر'، 'سال بھر' -
اس کے علاوہ 'مقدور بھر'، 'بھی استعمال ہوتا ہے -
بعض اوقات 'بھر برس'، 'یا' 'بھر نیند سونا'، 'یا بھر نظر
دیکھنا'، 'بھی بول جاتے ہیں ورنہ یہ لفظ ہمیشہ اسم کے بعد
آتا ہے -

صفات عددی

۱ - قدیم اردو (دکنی) میں ایک کی جمع ایکاں آتی
ہے، جس کے معنی کچھ اور بعض کے ہوتے ہیں -
۲ - کبھی ایک "کسی" کے معنوں میں آتا ہے - جیسے '
ایک دن ایسا واقع ہوا - ایک شخص نے مجھ سے یہ کہا - ایک
نے بھی میرا ساتھ نہ دیا - ان فقرہوں میں ایک شمار کے لیے
نہیں آیا بلکہ اس کے معنی کسی دن اور کسی شخص کے ہیں -
اسی طرح ایک معین اعداد کے ساتھ آکر غیر معین کے
معنی دیتا ہے، جیسے 'بیس ایک آدمی بیٹھے تھے - یعنی تخمیناً
بیس - اس کا ذکر صرف میں ہو چکا ہے -
جب یہ تکرار آتا ہے تو اس کے معنی فرد آ فرد آ کے ہوتے
ہیں لیکن ایسے موقعوں پر تمیز 'اسم یا ضمیر کا کام دیتا ہے -
جیسے ایک ایک آو - ایک ایک دو -

ہر ایک کے معنوں میں، جیسے اس نے آپ کا پیغام ایک
ایک کو پہنچا دیا - قریب قریب انہیں معنوں میں 'ایک
ایک کر کے'، 'بھی استعمال ہوتا ہے -

لیکن جب پہلا ایک فاعلی حالت میں ہوتا ہے اور دوسرا
مفعولی یا اضافی حالت میں تو وہاں باہم یا ایک دوسرے
کے معنی ہوتے ہیں - جیسے ایک ایک سے لڑ رہا تھا - ایک ایک

سے جت گیا۔ ایک ایک کے خون کا پیا سا ہو رہا تھا۔ ایک ایک کا دشمن ہے۔

جب ایک ہی جملے کے دونوں فقروں میں آتا ہے تو دوسرے ایک کے معنی دوسرے کے ہوتے ہیں۔ جیسے 'ایک کو سائی ایک کو بدھائی'۔

ایک سب آگ ایک سب پانی

دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

اور اکثر ایک کے جواب میں دوسرا یا اُس پر آتا ہے۔

جیسے 'ایک تو بیوقوف دوسرے مفلس'۔ ایک تو میں غم زدہ اُس پر آپ کی غفلت غضب ہے۔

کبھی تحسین کلام کے لیے آتا ہے۔ جیسے 'ایک تمہارا ہی

فکر کیا کم ہے'۔ ایک درد سادل میں رہتا ہے۔

یہ صدا جب کہ کان میں آئی

جان اک میری جان میں آئی

کبھی کُل یا سارے کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے 'ایک

زمانہ یہی کہتا ہے'۔ ایک عالم میں یہی چرچا ہے۔

کبھی یکساں کے معنی دیتا ہے۔ جیسے 'وہ بھائی بہن ایک ہیں'۔

ایک ہے تیری نگہ میری آہ

کہیں ایسوں سے رہا جاتا ہے (داغ)

کبھی متالغے کے لیے۔ جیسے 'وہ ایک چھٹا ہوا ہے'۔

کبھی بے نظیر کے معنوں میں جیسے 'سارے خاندان میں

ایک ہے'۔ اپنے رنگ میں ایک ہے۔

کبھی اکیلے اور تلہا کے معنوں میں جیسے 'کیا تمہارے ستانے

کو ایک میں ہی رہ گیا ہوں'۔

کبھی ذرا یا ادنیٰ کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے۔

اک کھیل ہے اور نگ سلیمان مرے نزدیک

اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

’ایک نہ ایک‘ متکا ورے میں کوئی نہ کوئی کے معنوں میں آتا ہے جیسے اُنے دن ایک نہ ایک فکر لگا رہتا ہے۔ جب کبھی میں وہاں جاتا ہوں وہ ایک نہ ایک فرمائش ضرور کر دیتے ہیں —

۳۔ صرف میں بیان ہو چکا ہے کہ گُلیمت کے اظہار کے لیے اعداد معین کے آگے (وں) بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے ’آتھوں‘ پھر وہیں بیٹھا رہتا ہے۔ دونوں جہان میں بھلا ہوگا۔ اور جب زور دینا مقصود ہوتا ہے تو عدد حرف اضافت کے ساتھ بہ تکرار استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ’آتھوں کے آتھوں آگئے‘ دسوں کے دسوں دے دیے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس آخری صورت میں عدد کے ساتھ اسم اکثر معذوف ہوتا ہے۔
ضمائرو

۱۔ ضمیر جنس و تعداد میں اس اسم سے مطابق ہوتی ہے جس کے لیے وہ استعمال کی گئی ہے۔ جیسے میں نے کریم کو ہر چند سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا۔ وہ شخص جو کل آپ سے ملا تھا چلا گیا —

لیکن تعظیم کے موقع پر اگر چہ اسم واحد ہوتا ہے لیکن جو ضمیر کہ اس کی بجائے استعمال ہوتی ہے جمع آتی ہے۔ جیسے آپ کے بلانے پر مولوی صاحب آئے تو سہی مگر انہوں نے اس مسئلے کے متعلق کچھ نہ فرمایا۔ وہ صاحب جلسہ میں آپ نے بلایا تھا تشریف لائے ہیں۔

۲۔ جب ضائر شخصی فعل کی فاعل ہوتی ہیں تو بعض اوقات معذوف ہوتی ہیں جیسے ’کل آؤں گا۔ یہاں میں معذوف ہے۔ امر کے ساتھ خصوصاً ضمیر فاعلی ظاہر نہیں کی جاتی۔ جیسے فوراً چلے جاؤ۔

۳۔ جب ایک ہی جملے میں ایک مفعول شے دوسرا مفعول شخصی ہو یعنی قریب و بعید اور دونوں ضمیریں ہوں تو

(کو) مفعول شخصی کے ساتھ آئے گا جیسے وہ تو میں اس کو دے گا۔
۴۔ مجھے اور تجھے کے ساتھ جب کوئی صفت آتی ہے تو اس کی صورت تو مفعولی ہوتی ہے لیکن وہ فاعلی 'مفعولی' اضافی 'طوری حالتوں' میں برابر استعمال ہوتی ہے۔ اور ایسی صورت میں علامات فاعل و مفعول و اضافی و طوری صفت کے بعد آتی ہیں - جیسے 'مجھے کمبخت نے کہا تھا - مجھے خاکسار کو یہ واقعہ پیش آیا - مجھے عاجز سے یہ خطا ہوئی - تجھے بد بخت کی یہ حالت ہے -' یہ عموماً تجھے اور مجھے ہی کے ساتھ مخصوص ہے -

۵۔ اسی طرح جب ضمیر شخصی کے بعد 'ہی' آتا ہے تو علامات فاعل و مفعول و اضافی و طوری عموماً 'ہی' کے بعد آتی ہیں جیسے مجھے سے مانگا تھا - ہمیں نے دیا تھا - اسی کا ہے - میں نے ہی کہا - البتہ علامت فاعلی مستثنیٰ ہے 'وہ دونوں طرح استعمال ہوتی ہے - مگر واحد متکلم میں 'ہی' ہمیشہ 'نے' کے بعد آتا ہے -

۶۔ بعض ضمایر شخصی و دیگر ضمایر کے ساتھ 'پاس' کا استعمال بلا اضافت بھی آتا ہے جیسے 'اُس پاس - مجھے پاس - جس پاس - کس پاس -

جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو
روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کھا کرے (غالب)
کون آتا ہے برے وقت کسی پاس اے داغ
لوگ دیوانہ بناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

لیکن یہ استعمال اب متروک ہوتا جاتا ہے -

۷۔ 'آپ' بجائے ضمیر مخاطب تعظیماً آتا ہے اور کبھی تعظیماً کے خیال سے فائب کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کا ذکر حصہ صرف میں ہو چکا ہے - لیکن آپ مخاطب کے لئے آئے یا فائب کے لئے فعل اس کے لئے ہمیشہ جمع فائب آتا۔

آتا ہے۔ جیسے، 'آپ تشریف لے چلیں۔ آپ آئے تھے۔ آپ کب جائیں گے۔'

۸۔ اپنا ضمیر کے موقع پر جس جس طرح استعمال ہوتا ہے اس کا ذکر صرف میں ہو چکا ہے۔ علاوہ اس کے وہ بلا تعلق مرجع اور بھی کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بعض وقت ضمیر متکلم کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے اپنا الو کہیں نہیں گیا۔

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

ناصحوں سے کلام کون کرے

اپنی ایسوں سے گفتگو ہی نہیں (داغ)

(ب) بعض اوقات صفت کے معنی دیتا ہے۔ جیسے، 'اپنی

گردہ سے دینا۔ اپنی نیند سونا اور اپنی بھوک کھانا۔

(ج) جب مکرر آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں ہر ایک کا

الگ الگ۔ جیسے اپنا اپنا کمانا اپنا اپنا کھانا۔ 'اپنا اپنا کام

کرو۔ اپنے اپنے گھر جاؤ۔ وہ سب چھہ بچے آتے اور اپنا اپنا

کام کرنے لگے۔

(د) کبھی بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ جیسے، 'اپنا اپنا

ہے پرایا پرایا۔ مجھے اپنا پرایا سب ایک ہے۔ جب وہ اپنوں

سے یہ سلوک کرتا ہے تو غیروں سے کیا کچھ نہ کرے گا (یہاں

اپنے کے معنی عزیز اور رشتہ دار کے ہیں اور ان معنوں میں

یہ لفظ عموماً جمع میں استعمال ہوتا ہے)۔ اسی سے اپنایت

اسم کیفیت ہے جسکے معنی یگانگت کے ہیں۔

(۲) کبھی خصوصیت کے لیے جیسے، 'اپنی گلی میں کتا

بھی شہر ہے۔ دوسرے کاموں سے فرصت ملے تو اپنا کام بھی کروں۔

(۳) اس متحاورے میں کہ "ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی

لے" اس متحاورے کے اسی طرح ان متحاورات میں اپنی

گانا، اپنی کہنا، اُسے اپنی پڑی ہے، جب دیکھو وہ اپنی ہی گاتا ہے، اسم متکذوف ہے اور اس لیے بجائے اسم سمجھا جائے گا۔
(ز) کبھی آپ بھی اپنے یا اپنی کے بجائے آتا ہے جیسے
آپ بیٹی۔ آپ کا ج مہا کا ج۔
(ج) آپ سے آپ اور آپ ہی آپ اور آپ سے خود بخود
کے معنوں میں آتے ہیں۔

تبیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
(ط) کبھی آپ کے بجائے آپے کا لفظ بھی متکاوردے میں
استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آپے سے باہر ہو جانا، آپے میں آنا۔
۹ بعض اوقات ہم تم اور آپ کے ساتھ دوسرے اسم جمع
مثلاً لوگ، صاحب اور حضرات کے استعمال ہوتے ہیں۔
جیسے ہم لوگ، تم لوگ، آپ صاحب، آپ حضرات وغیرہ۔
۱۰- 'ہی' حرف تخصیص ہے جب وہ ہم، تم اور وہ کے ساتھ
آتا ہے تو ان کی صورت وہی، یہی (جمع میں) نہیں،
'انہیں' ہمیں، تمہیں (ہو جاتی ہے۔ جیسے وہی آئے گا تو
دوں گا۔ یہ غلطی ہمیں سے ہوئی۔ یہ تمہیں تو تھے۔
۱۱- ضمیر کبھی اسم سے پہلے بھی آجاتی ہے مگر یہ اکثر نظم
میں ہوتا ہے۔

۱۲- یہ بہان ہو چکا ہے کہ "یہ" ضمیر اشارۃ قریب کے لیے اور "وہ"
بعید کے لیے ہے لیکن بعض اوقات "یہ" کا اشارۃ پورے جملے
کی طرف ہوتا ہے جو اس کے بعد آتا ہے جیسے۔

یہ میں نے مانا کہ آج خلیجبر! مرا گلر بھی نہیں رہے گا
کمر میں ظالم کے اوستمگر! ہمیشہ تو بھی نہیں رہے گا
۱۳- یہ اور وہ کبھی ایسا کے معنوں میں بطور صفت کے آتے ہیں۔
جیسے، روشنی کا یہ عالم تھا کہ اس کے سامنے چاندنی
گرد تھی۔

۱۴۔ حروف ربط کے اثر سے یہ اس سے اور وہ اُس سے بدل جاتا ہے جیسے اُس میں ، اُس پر وغیرہ -

علاوہ حروف ربط کے پاس ، جگہ ، گھر ، طرف ، سمت ، جانب ، رات ، دن ، مہینہ ، سال ، گھڑی ، طرح ، قدر ، وغیرہ کے ساتھ آنے سے بھی یہی تبدیلی ہو جاتی ہے -

۱۵۔ جمع میں یہ اُن اور وہ اُن ہو جاتا ہے -

۱۶۔ کبھی ”یوں“ بھی ضمیر اشارہ (قریب) کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسے -

مہلندی ملنے کے بہانے ہیں عبث یوں کہتے

آج اغیار سے پیمان کیے بیٹھے ہیں (داغ)

۱۷۔ ضمائر استفہامیہ دو ہیں - ’کیا‘ اشیا کے لیے اور ’کون‘ اشخاص کے لیے - ان کا مفصل ذکر صرف میں آچکا ہے -

کیا، حالت فاعلی اور مفعولی میں یکساں طور سے استعمال

ہوتا ہے ، مثلاً تمہیں کیا چاہیے - تم کیا کر رہے ہو لیکن - کیا ، جب تعجب اور حیرت کے لیے آتا ہے تو اشخاص کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے ’وہ بھی کیا آدمی ہے - کیا بھوقوف ہے (لیکن ان موقعوں پر یا تو وہ صفت کا کام دیتا ہے یا تمیز کا) -

۱۸۔ استفہام کی مختلف قسمیں ہیں اور وہ مختلف معنوں کا اظہار کرتا ہے مثلاً :-

(ا) محض استفہام کے لیے = جیسے یہ کون ہے ؟ یہ کیا

ہے ؟ اسے استخباری بھی کہتے ہیں جیسے اس شعر کے دوسرے مصرع میں -

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے ؟

آخر اس درد کی دوا کیا ہے ؟

(ب) اقرا دی جیسے یہ تمہارا قصور نہیں تو اور کس کا

ہے ؟ (یعنی تمہارا ہی ہے) - یہ حساسیت نہیں تو

اور کیا ہے ؟ -

(ج) انکاری جیسے -

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی
یہ جلموں عشق کے انداز چھت جائیں گے کیا ؟ (غالب)
کیا یہ انداز چھت جائیں گے ؟ یعنی نہیں چھتوں گے
یا اس شعر کے دوسرے مصرع میں -

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا ؟
(د) تجاہل ' یعنی جان بوجھ کر پوچھنا جیسے کسی کو
لکھتے ہوئے دیکھ کر پوچھنا کہ کیا کر رہے ہو ؟
پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے ؟
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

یا شاعر ممدوح کے متعلق تجاہل سے سوال پر سوال
کرتا ہے حالانکہ خوب جانتا ہے کہ وہ کون ہے -
کون ہے جس کے در پہ ناصیہ سا ہیں مہ و مہر و زہرہ و بہرام
اور پھر خود ہی اس کا جواب دیتا ہے -

تو نہیں جانتا تو مجھ سے سن نام شاہنشہ بلند مقام
قبلہ چشم و دل بہادر شاہ مظہر ذوالجلال والا کرام
یا اسی طرح ایک مقرر زور دینے کے لیے سوال پہ سوال کرتا
ہے حالانکہ خود بھی جانتا ہے اور دوسرے بھی جانتے ہیں -

(ہ) زجر و ملامت کے لیے - جیسے اس شعر کے پہلے مصرع میں
دل نادان تجھے ہوا کیا ہے ؟ آخر اس درد کی دوا کیا ہے ؟
یا ہم بگڑ کر کسی سے کہیں " کیا کرتے ہو " ؟

(و) تحقیر و توہین کے لیے جیسے '

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ؟

تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے ؟

(ز) حیرت و استعجاب کے لیے جیسے ' ایں ! یہ کیا ہوا !

جب کہ تجھے بن نہیں کوئی موجود

پھر یہ ہلکا مہ اے خدا کیا ہے ؟

(ح) انکسار کے لیے - جیسے ' ہم کیا ہیں کوئی کام جو ہم سے ہوگا ؟

(ط) نفی کے لیے - جیسے ' میں کیا جانوں ؟

(ی) استغنا کے لیے - جیسے ' اسے لے کر کیا کروں گا ؟

۱۹ - اس کے علاوہ " کہا " بطور صفت بھی آتا ہے جس کا ذکر

دوسرے موقع پر کیا جائے گا —

۲۰ - " کہا کیا " بد تکرار بھی آتا ہے جس کے معنی کثرت کے ہوتے ہیں

جیسے ' کہا کیا کہوں ؟ کیا کیا لکھوں ؟ کہا کیا سوں ؟

۲۱ - کون اور کونسا کا فرق پہلے بیان ہو چکا ہے - کونسا ہمیشہ

ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں کئی میں سے ایک مقصود

ہو - مثلاً کئی کتابیں ہوں اور پوچھیں کونسی چاہیے —

۲۲ - کون اور کیا بعض اوقات تلکیری معنوں میں آتے ہیں -

جیسے ' مجھے معلوم نہیں کہ کون آیا اور کون گیا - یہاں

استفہامی معنی نہیں ہیں - اسی طرح کچھ معلوم نہیں

اس نے مجھ کیا کہا تھا - میں کیوں کرو وعدہ کر لوں خدا

جانے وہ کیا مانگ بیٹھے - اُسے معلوم نہ تھا کہ اس مکان

میں کون رہتا ہے —

۲۳ - ضمائر تلکیری کچھ اور کوئی ہیں - ان کا معمولی استعمال

اور فرق کا بیان صرف میں ہو چکا ہے —

۲۴ - کوئی بطور ضمیر ہمیشہ جان دار کے لیے استعمال ہوتا ہے اور

واحد آتا ہے ' جمع میں نہیں آتا - بعض اوقات ' کچھ ' جانداروں کے لیے بھی آتا ہے - جیسے ' وہاں بہت سے

لوگ بیٹھے تھے ' کچھ یہاں ' کچھ وہاں - یہ استعمال مخصوص

ہے اور صرف اس وقت آتا ہے جب مجموعی تعداد ہو -

۲۵ - ایک ہی جملے کے دو حصوں میں کوئی اور کچھ الگ

الگ بطور جواب کے استعمال ہوتے ہیں - کرے کوئی بھرے

کوئی - کوئی کچھہ کہتا ہے کوئی کچھہ - کوئی مرے کوئی
ماہار گئے - کچھہ ہم سمجھہ کچھہ تم سمجھہ - ایسے جملوں
میں کوئی اور کچھہ کے معنے ایک جگہ ایک اور دوسری
جگہ دوسرے کے ہیں -

۲۶ - کوئی اور کچھہ تکرار کے ساتھ قلت کے معنوں میں
آتے ہیں - جیسے 'کوئی کوئی اب بھی مل جاتا ہے - کچھہ
کچھہ باقی ہے -

۲۷ - کوئی نہ کوئی اور کچھہ نہ کچھہ بھی قامت کے معنوں میں
آتے ہیں اور اس میں زیادہ زور ہوتا ہے - کوئی نہ کوئی اب
بھی نظر آ جاتا ہے - اچھوں کی صحبت میں کچھہ نہ کچھہ
ضرور حاصل ہوتا ہے -

۲۸ - کوئی کا استعمال استفہام کے ساتھ روزمرہ میں بڑے لطف سے
ہوتا ہے - جیسے '

عمر دو روزہ عیش دو روزہ نہیں ہے تو

میں چھوڑتا ہوں کوئی غم جاوداں تجھ (داخل)

کارش دل دور ہو میرے دل ویراں سے کیا

خار جاتے ہیں کوئی صحران کا دامن چھوڑ کر

۲۹ - کچھہ کا کچھہ اور کچھہ سے کچھہ ایسے موقع پر بولتے

ہیں جہاں ایک حالت سے دوسری حالت ہو جائے اور

تغیر یا انقلاب پیدا ہو جائے - جیسے 'کچھہ کا کچھہ ہو گیا یا

کچھہ سے کچھہ ہو گیا - لیکن بعض اوقات کچھہ کا کچھہ

اصل کے خلاف معنوں میں بھی آتا ہے جیسے 'کچھہ کا کچھہ

کہہ دیا یا کچھہ کا کچھہ سمجھا دیا - یہاں بھی وہی

معنے تغیر کے ہیں یعنی اصل کے خلاف یا اسے بدل کر

کچھہ اور کہنا -

۳۰ - کوئی کے بعد بعض اوقات سا بھی استعمال ہوتا ہے -

جیسے 'کوئی سا دے دو - کوئی سا لے لو - یہ عموماً اس وقت

استعمال ہوتا ہے جب کئی میں سے ایک مقصود ہو۔ یہ استعمال بیجان اور جاندار دونوں کے لیے یکساں ہوتا ہے۔
 بظہر (سا) کے بھی کوئی ان معنوں میں آتا ہے۔ کوئی دے دو۔ کوئی بھی دے دو۔

۳۱۔ بعض اوقات کچھ، جیسا اور جو ضمائر موصولہ کے ساتھ مل کر بھی آتا ہے اور اس میں زیادہ تر تذکیر پائی جاتی ہے۔ جیسے، جیسا کچھ ہوگا دیکھا جائے گا اور جو کچھ کہو گے کروں گا۔

۳۲۔ اسی طرح کوئی کے ساتھ کیسا مل کر تذکیر معنوں میں اور زور پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے، کوئی کیسا ہی ہو۔ نفی میں زور اور تاکید ہوتی ہے۔ جیسے، کوئی کیسا ہی کہوں نہ ہو۔

۳۳۔ جتنا، اتنا، ایسا، جیسا، ویسا، کیسا جو الفاظ ضمیری ہیں اور بطور صفت مستعمل ہیں تمیز بھی واقع ہوتے ہیں۔ لہذا ان کا ذکر تمیز فعل میں کیا جائے گا۔

۳۴۔ ضمائر موصولہ، استفہامیہ، تذکیری، جب بہ تکرار آتی ہیں تو معنی کثرت کے دیتی ہیں مگر ان معنوں کا اطلاق کل پر فرداً فرداً ہوتا ہے، سوائے ضمائر تذکیری کے جو قلت کے معنی دیتی ہیں۔ جیسے، اس نے جو جو کہا میں نے مان لیا۔ جس جس کے پاس گیا اس نے یہی جواب دیا۔ جن جن سے تعلق تھا۔ کون کون اُنے ہیں؟ کس کس سے کہوں؟ کس کس کے پاس جاؤں؟ کیا کیا کہا؟ کوئی کوئی اب بھی ہے۔ کچھ کچھ اب بھی نظر آجاتے ہیں۔

۳۵۔ ضمائر موصولہ، استفہامیہ اور تذکیری جب اسما کے ساتھ آتی ہیں تو صفت کا کام دیتی ہیں۔ جیسے، جو شخص اُنے فوراً میرے پاس بھیج دو۔ جس شخص

کو کہو بھبیج دوں - جن لوگوں نے ایسا کہا غلطی کی۔
 یہ کون آدمی ہے؟ یہ کس شخص کی ملک ہے؟ کیا
 چیز چاہیے؟ کوئی آدمی کام کا نہیں تھا۔ کچھ
 لوگ وہاں بیٹھے تھے۔

جونسا (جونسی، جونسی) اور کونسا (کونسی، کونسی)
 بھی بطور صفت استعمال ہوتے ہیں، 'جونسی کتاب کہو
 دلوا دوں - کونسے کام پر جا رہے ہو - آج کونسی تاریخ ہے -
 مضامین شخص کبھی کبھی صفت کا کام دیتی ہیں خصوصاً جب
 "ہی" کے ساتھ مل کر آتی ہیں - جیسے، 'یہ وہی شخص
 ہے - یہی بات میں نے کہی تھی -

کوئی نہ کوئی اور کچھ نہ کچھ بھی کبھی کبھی بطور
 صفت استعمال ہوتے ہیں - جیسے، 'کچھ نہ کچھ کام ضرور
 کرتے رہا کرو - روز کوئی نہ کوئی مہمان آجائے -



فعل

فعل زبان کی جان ہے اور جملے کے بنانے میں بہت کار آمد ہوتا ہے۔ تقریباً ہر جملے میں فعل آتا ہے اور ایسی صورتیں شاذ ہوتی ہیں جہاں جملہ بغیر فعل کے پورا ہوتا ہے۔ البتہ کہاوتوں اور نظم میں یا اخبارات اور مضامین کے عنوانات میں جملے بغیر فعل کے بھی آتے ہیں جیسے 'کہاں راجا بھوج کہاں گلکا تھلی۔ ناگہر مہرا ناگہر تھرا چڑیا رین بسورا دے وغیرہ وغیرہ۔'

مصدر اور حالیہ کا شمار بھی افعال میں ہے لیکن یہ تکمیل فعل کا کام نہیں دیتے۔ مصدر اکثر اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور حالیہ بطور صفت۔

مصدر کے استعمال مختلف ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ اکثر بطور اسم کے جس کی تفصیل یہ ہے۔
(ا) فاعل - جیسے 'کہیلنا ناگوار نہیں گزرتا پڑھنا ناگوار ہوتا ہے۔'

(ب) مفعول جیسے وہ کہیلنا پسند کرتا ہے۔

(ج) ضرورت اور مجبوری کے معنوں میں - جیسے 'ہم سب کو ایک روز مرنا ہے۔ انہوں نے معنوں اور ایسی فاعلی حالت میں پڑنا کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے 'آخر مجھے وہاں جانا پڑا۔'

دل اب صحبت سے کوسوں بھاگتا ہے
ہمیں یاروں سے شرمنا پڑے گا (حالی)

بعض اوقات اسی طرح مجبوری کے معلوں میں مصدر کے ساتھ ”ہوگا“ کا استعمال ہوتا ہے جیسے ”انہیں جانا ہوگا۔ اُسے کھانا ہوگا۔“

کیونکہ اب اُس نغمہ ناز سے جھٹکا ہوگا
 زہر دے اُس یہ یہ تاکہ کہ پیٹنا ہوگا
 (د) حرف اضافت ’کا‘ کے ساتھ نفی کی صورت میں مستقبل کے معلیٰ دیتا ہے اور اس میں عزم اور یقین پایا جاتا ہے۔ جیسے ’میں نہیں جانے گا۔‘

یہ ”کا“ مونث میں کی اور جمع میں کے ہو جاتا ہے۔
 (۴) ”کو“ کے ساتھ جب کہ فعل ہے ’ہیں‘ تھا یا تھے ہوں‘ ایسے کام کو ظاہر کرتا ہے جو اب فوراً ہونے والا ہے جیسے، وہ جانے کو ہے۔ ہم کچھ کہنے کو تھے۔

(و) بعض اوقات ایک فعل کا دوسرے فعل کے ساتھ ایک ہی وقت میں واقع ہونا ظاہر کرتا ہے جیسے ’اس کا نظر بھر دیکھتا تھا کہ وہ فحش کہا کر گریز آ۔ اس کا چوکی پر پاؤں دھرنا تھا کہ تختہ نکل گیا۔‘

(۲) امر کے معلوں میں بھی آتا ہے اور معمولی امر سے اس میں کسی قدر زور اور تاکید پائی جاتی ہے۔ جیسے ’دیکھو بھول نہ جانا‘ کل ضرور آنا۔ (یہ استعمال یا تو بے تکلفی کے موقع پر ہوتا ہے یا ملازمین وغیرہ کے ساتھ۔ تعظیمی موقع پر کبھی استعمال نہیں ہوتا)۔

(۳) مصدر کی تذکیر و تانیث اُس اسم اس کے لحاظ سے ہوتی ہے جس سے اس کا تعلق ہے۔ جیسے‘

بات کرنی مجھے مشکل گہی ایسی تو نہ تھی۔
 بات کرنی اور بات کرنا دونوں درست ہیں لیکن اہل لکھنؤ اکثر مذکر ہی لکھنا بولنا پسند کرتے ہیں۔

لیکن جب اسم اور مصدر کے درمیان ”کا“ واقع ہوتا ہے

تو مصدر ہمیشہ مذکر ہو گا۔ جیسے خط کا لکھنا۔ ہل کا چلنا۔
قرل کا کھلنا وغیرہ۔ —

حالیہ

۱۔ حالیہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تمام دوسری ناتمام
تیسری حالیہ معطوفہ۔ —

تمام سے فعل کا ختم ہونا پایا جاتا ہے جیسے 'مرا ہوا'
جانور۔ ناتمام میں فعل ختم نہیں ہوتا جیسے 'دوتی
ہوئی صورت'۔ بہتا ہوا پانی۔

۲۔ بلحاظ استعمال کے بھی اس کی دو قسمیں ہوتی
ہیں۔ ایک تو بطور صفت دوسری بطور خبر۔ صفت کی مثالیں
اڑیڑ لکھی گئی ہیں، لیکن بعض اوقات 'ہوا' متحذوف بھی
ہوتا ہے۔ جیسے 'اُجڑا گاؤں' 'دوتی صورت وغیرہ'۔

۳۔ اب ہم دوسری قسم کا ذکر کرتے ہیں جو بطور خبر کے
استعمال ہوتی ہے۔ یہ بھی صفت ہے، لیکن اسم کے ساتھ
ساتھ نہیں آتی۔ جیسے 'وہ ہلستا ہوا آیا'۔ میں نے اُسے
مرا ہوا پایا۔ —

جبکہ میں استعمال کے وقت اس کی صورت میں جو
تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں اس کی تفصیل یہ ہے۔ —

(ا) جب اصل فعل لازم یا متعدی بطور مجہول ہو تو
حالیہ جلس و تعداد میں فاعل کے مطابق ہو گا۔
جیسے 'وہ اکڑتا ہوا چلا'۔ 'وہ دوتی ہوئی آئی'۔
'وہ دوتے ہوئے آئے'۔ 'وہ دوتی ہوئی پکڑی گئی'۔ 'وہ
ہلستا ہوا چلا گیا'۔ 'وہ لٹا ہوا آیا'۔ 'وہ لٹی ہوئی آئی'۔

(ب) اگر اصل فعل متعدی بطور معروف میں ہے تو حالیہ
ناتمام یا مجہول کے ساتھ آئے گا، خواہ تعداد
و جلس کچھ بھی ہو۔ جیسے 'ہم نے اُسے ناپچتے ہوئے
دیکھا'۔ 'اُس نے ہمیں کھیلنے ہوئے پکڑا'۔ میں نے سیتا

کو روئے ہوئے پکڑا - لیکن حالیہ نا تمام جب کہ اس کا تعلق اشیاء سے ہو جنس و تعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسے 'میں نے روٹی جلی ہوئی دیکھی' - میں نے کپڑا دھویا ہوا دیکھا - مگر اشخاص کی حالت میں یا بے معقول یا الف کے ساتھ آئے گا - جیسے 'میں نے سیتا کو سوئے ہوئے یا سویا ہوا دیکھا تھا - میں نے اُن کو سویا ہوا یا سوئے ہوئے پایا -

(ج) اگر وہ فعل جس سے حالیہ بنا ہے، متعدی ہے اور اس کے ساتھ کوئی اسم مفعول کی حالت میں ہے تو حالیہ تمام بلا لحاظ جنس و تعداد یا بے معقول کے ساتھ آئے گا - جیسے 'ملکہ سر پکڑے کھڑی ہے - وہ سر جھکائے ہوئے آیا -

(د) جب حالیہ دوہرایا جائے یا اس کا تابع دوسرا حالیہ اس کے ساتھ آئے تو فعل لازم کی صورت میں الف اور ے دونوں کے ساتھ آسکتا ہے - (ے کے ساتھ زیادہ فصیح ہے) مگر فعل متعدی کے ساتھ بغیر تبدیلی صرف ے کے ساتھ آئے گا - جیسے 'وہ درتے درتے یہاں آیا (یا وہ درتا درتا یہاں آیا یا قدرتی قدرتی آئی) - میں کہتے کہتے بیزار ہو گیا یا ہو گئی (یا میں کہتا کہتا بیزار ہو گیا یا میں کہتی کہتی بیزار ہو گئی) - وہ پڑے پڑے بیمار ہو گیا (یا پڑا پڑا بیمار ہو گیا) - وہ لڑتے جھگڑتے یہاں تک پہنچ گیا (یا وہ لڑتا جھگڑتا یہاں تک پہنچ گیا یا وہ لڑتی جھگڑتی یہاں تک پہنچ گئی) - وہ بیٹھے بیٹھے بیکار ہو گیا (یا وہ بیٹھا بیٹھا بیکار ہو گیا) - اس نے بیٹھے بیٹھے بدنام کر دیا - اس نے لکھتے لکھتے کاغذ پھینک دیا -

دن گزارے عمر کے انسان ہنستے بولتے
تکرار حالیہ سے فعل کی کثرت ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے 'پڑے
پڑے بیمار ہو گیا' یعنی زیادہ تر پڑے رہنے سے۔ کہتے کہتے
بیزار ہو گیا، یعنی بار بار کہنے سے۔

کبھی بتدریج کے معنے بھی دیتا ہے۔ جیسے "کہ آتی ہے
اردو زبان آتے آتے"۔ یا جیسے "سیکھتے سیکھتے ہی سیکھے گا"۔
کوئی دن طبیعت کو ہو گا قلق
سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گی

بعض اوقات اس قسم کا حالیہ بغیر اسم کے آتا ہے۔ جیسے
ہنستے ہنستے پیت میں بل پڑ گئے، روتے روتے ہچکی بلند ہو گئی۔
چلاتے چلاتے گلا بیٹھ گیا۔

یہاں ہنستے ہنستے اور روتے روتے تمیز فعل ہیں۔

(ج) بعض اوقات حالیہ مطلقاً استعمال ہوتا ہے یعنی اصل
فعل کا فاعل ایک اسم ہوتا ہے اور حالیہ کا دوسرا
اور گوندوں اسم ایک جملے میں ہوتے ہیں مگر
بالفاظ فعل ایک دوسرے سے تعلق نہیں رکھتے۔ جیسے
صبح ہوتے چل دیا۔ رات گھر آیا دن نکلتے ہی اٹھ
کھڑا ہوا۔ دن چڑھ اٹھا۔ اس قسم کے حالیہ مع اپنے
اسم کے تمیز فعل (یا متعلق فعل) ہوتے ہیں۔

۴۔ بعض اوقات حالیہ بالکل بطور اسم کے استعمال ہوتا ہے۔
جیسے 'سوتے کو جگانا آسان ہے مگر جاگتے کو جگانا مشکل
ہے۔ تو بتے کو تلکے کا سہارا بہت ہے۔ اپنے کیسے کی سزا پائی۔
میرا کہا نہ مانا۔ آزمائے ہوئے کو کیا آزمانا۔ وہ بے کہے
چل دیا۔ اسے سوتے سے کیوں جگایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

۵۔ بعض اوقات حالیہ بطور تمیز فعل کے استعمال ہوتے ہیں۔
جیسے 'ساری رات جاگتے کتی۔ وہ سلتے ہی چل دیا۔
اس کا ذکر تمیز فعل میں کیا جائے گا۔

۶ - اس جگہ حالیہ کے استعمال میں ایک نازک فرق کا بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ میں نے اُسے تیرے دیکھا - تو اس کے کیا معنی ہیں؟ آیا جس وقت میں تیرا تھا میں نے اُسے دیکھا یا میں نے اُس حالت میں دیکھا جب وہ تیرا تھا تھا - عام بول چال میں اس قسم کے فقرہ میں کچھ فرق نہیں کیا جاتا اور حسب موقع کوئی ایک معنی لے لیے جاتے ہیں - ہماری رائے میں اس میں یوں فرق کرنا چاہیے کہ جب حالیہ فاعل کے متصل ہو تو فاعل کے متعلق سمجھا جائے اور مفعول سے متصل ہو تو مفعول کے متعلق - مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ ”میں نے تیرے ہوئے اُسے دیکھا“ تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تو میں تیرا تھا تھا - اور جب یہ کہیں کہ ”میں نے اُسے تیرے ہوئے دیکھا“ تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ تیرا تھا تھا - اسی طرح سے میں نے آتے ہوئے اُسے دیکھا - اور میں نے اُسے آتے ہوئے دیکھا وغیرہ وغیرہ -

حالیہ معطوفہ

اردو میں حالیہ معطوفہ کا استعمال بکثرت ہوتا ہے - اس کا تعلق ہمیشہ جملے کے اصل فعل سے ہوتا ہے - چونکہ اس میں حرف عطف کا بچاؤ ہے اور حرف عطف کے معنی اس میں شریک ہوتے ہیں اس لیے حالیہ معطوفہ کہلاتا ہے -

(۱) یہ ہمیشہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جملے کے اصل فعل سے جس کام کا اظہار ہوتا ہے اس سے پہلے ایک کام ہو چکا ہے - مادہ فعل کے ساتھ کر، یا کے کے زیادہ کرنے سے بنتا ہے - جیسے وہ نہا کر سو گیا - کان دھر کر سنو وغیرہ -

ایسے جملوں میں دو فعل ہوتے ہیں ایک نقدیمی دوسرا خاص -

(۲) ان جملوں کے اگر دو حصے کیے جائیں تو اس میں اکثر حرف عطف واقع ہوگا۔ مثلاً وہ نہا کر سو گیا یعنی وہ نہایا اور سو گیا مگر ایسی صورتوں میں فعل معطوف کا استعمال زیادہ فصیح ہے کیونکہ پہلا فعل دو سرے فعل کا مقدمہ ہے۔ لیکن ہر ایسے جملے کے جس میں فعل معطوف ہوتا ہے دو حصے نہیں ہو سکتے، کیوں کہ بعض اوقات تقدیمی فعل بطور تمیز کے آتا ہے۔ جیسے، 'کان دھر کے سنو۔ جہاں ہر دو فعل ایک رتبے کے اور آزادانہ حیثیت رکھتے ہوں' وہاں حرف عطف لانا ضروری اور فصیح ہے جیسے۔

خیر کفارۃ عصیاں ہے پیو اور پلاؤ

ایسے موقع پر کبھی حرف عطف حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے، وہ لکھتا پڑھتا ہے۔ بعض اوقات متعاورے میں کر، یا کے، بھی حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے، 'وہ اُسے بلا لایا۔ برج بہاشا میں بلا لایا کہیں گے (یہاں ے بجائے کے یا کر کے آیا ہے) اُسے بھاگتے دیکھہ وہ بھی بھاگ گیا۔'

(۳) کبھی فعل تقدیمی سے فعل خاص کا سبب ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے، 'پولیس سے تڑ کر بھاگ گیا۔ شہر کو جلتا دیکھہ کر بھاگ نکلا۔ لڑ کر چلا گیا۔'

(۴) کبھی ذریعہ ظاہر کرتا ہے۔ جیسے دیکھہ کر فریختہ ہو گیا درود پڑھ کر پاک کر دیا۔

کچھ کہہ کے اُس نے پھر مجھے دیوانہ کر دیا
اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

(۵) کبھی اعتراف یا فرضی صورت ظاہر کرتا ہے، لیکن یہ عموماً "ہو کر"، کی صورت میں آتا ہے۔ جیسے، 'شرم نہیں آتی ایسے بڑے سورما ہو کر عورت ذات پر ہاتھ اُٹھاتے ہو۔'

(۶) 'راہ سے' کے معنوں میں - جیسے 'یہ نالی چوک سے ہو کر گئی ہے - میں لکھنؤ سے ہو کر دہلی جاؤں گا - (یہ استعمال بھی عموماً ہو کر کے ساتھ ہوتا ہے) -

(۷) متبادرے میں اعداد کے ساتھ یہ استعمال صرف 'کر کے' سے مخصوص ہے - ایک ایک کر کے آؤ - چار چار کر کے گلو (ایسی صورت میں اعداد تکرار کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں) -

(۸) بعض اوقات صفت کے معنوں میں آتا ہے - جیسے 'یہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے -

کبھی حرف جار (ربط) کا کام دیتا ہے - جیسے 'وہ مقام اس سے آگے بڑھ کر ہے -

(۹) یہاں اس امر کا بیان کرنا ضروری ہے کہ بعض اوقات حالیہ ناتمام اور حالیہ معطوفہ کے معنوں میں ذرا ذرا سا فرق ہوتا ہے جو قابل لحاظ ہے - جیسے

۱ - وہ گھر میں سے شراب پئے (یا پیے ہوئے) نکلا -

۲ - وہ گھر میں سے شراب پیتا (یا پیتا ہوا) نکلا -

۳ - وہ گھر میں سے شراب پی کر نکلا -

پہلے جملے کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت وہ گھر سے باہر آیا

تو وہ حالت نشہ میں تھا -

دوسرے جملے کے یہ معنی ہیں کہ شراب پھنی شروع کی اور

باہر آتے وقت بھی پی رہا تھا -

تیسرے جملے کے یہ معنی ہیں کہ پہلے اس نے گھر میں

شراب پی اور اس کے بعد باہر نکلا -

(۱۰) اسی طرح ان دو جملوں میں بھی باریک فرق ہے -

۱ - جا کر کہو - ۲ - کہہ کر آؤ -

۱ - وہ لاہور ہو کر آیا ہے - یعنی لاہور گیا اور واپس آیا -

۲ - وہ لاہور سے ہوتا (ہوا) آیا ہے - یعنی کسی اور جگہ سے

آیا اور لاہور ٹھہر کر آیا ہے۔

(۱۱) عموماً حالیہ معطوفہ کا تعلق فاعل سے ہوتا ہے اور بطور صفت کے آتا ہے لیکن بعض اوقات تمیز فعل بھی ہوتا ہے، جس کا ذکر مع استعمال کے تمیز کے بیان میں آئے گا۔

(۱۲) کر اور کے حالیہ معطوفہ کے لیے جدید فصیح ہندی اور اردو دونوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ قدیم ہندی میں ان کا استعمال نہیں ہوا۔ وہاں صرف سادہ فعل یہ کام دیتا تھا جس کا استعمال اب بھی باقی ہے جیسے، وہ یہ دیکھ - بھاگ نکلا - نظم میں یہ استعمال اب بھی ہے۔ —

ان دونوں میں (یعنی کر اور کے میں) کچھ فرق نہیں ہے اب دھائیہ امر کہ کر کہاں استعمال کرنا چاہیے اور کے کہاں، اس کا انتصار حسن صوت یا حسن سماعت پر ہے۔ —

اسم فاعل

یہ وہ اسم ہے جو فعل سے بنتا ہے اور اس کے معنی کام کرنے والے کے ہوتے ہیں۔

عموماً مصدر کے بعد والا یا ہار (ہارا) بڑھانے سے بنتا ہے۔ والا کے ساتھ ہمیشہ مصدر کا الف یاے مجہول سے بدل جاتا ہے۔ ہار کے ساتھ مصدر کا الف گر جاتا ہے۔ جیسے مرنے والا - ڈرنے والا - جانے والا۔ مگر مؤنث میں اس کا الف یاے معروف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے مرنے والی وغیرہ۔ —

چلن ہار، ہون ہار۔

پنسہارا (مذکر) پنسہاری (مؤنث) - اسی طرح پنہارا، پنہاری۔

بعض اوقات صرف اسم کے ساتھ والا آتا ہے اور فعل محذوف ہوتا ہے۔ جیسے، محبت والا - دولت والا - یعنی محبت کرنے والا اور دولت رکھنے والا۔

عموماً یہ ایسے اسم کے ساتھ آتا ہے جو اضافی یا مفعولی حالت میں ہوتا ہے جیسے دلوں کا پھیرنے والا - اپنے پرانے کا قم کھانے والا - رحم کرنے والا - وغیرہ -

کبھی یہ صورت زمانہ مستقبل کے ظاہر کرنے کے لیے بھی آتی ہے - جیسے وہ آئندہ سال ولایت جانے والا ہے - میں بھی جانے والا ہوں -

کبھی زمانہ ماضی کے ساتھ مستقبل کے ذکر کے لیے بھی آتا ہے - جیسے 'میں تمہیں خط لکھنے والا ہی تھا کہ اتنے میں تم آگئے -

زمانہ

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ زمانے تین ہیں - گزشتہ جسے ماضی کہتے ہیں، موجودہ جو حال کہلاتا ہے، آئندہ جس کا نام مستقبل ہے - ہر فعل کے لیے ضروری ہے کہ ان تینوں میں سے کسی ایک زمانے میں واقع ہو - لیکن یہ لحاظ معانی و نکوین فعل کے تین حالتیں ہوں گی -

(۱) کام جو ابھی شروع نہیں ہوا یعنی مستقبل -

(۲) کام جو شروع ہو گیا لیکن ختم نہیں ہوا - یعنی افعال ناتمام -

(۳) کام جو ختم ہو چکا یعنی افعال تمام -

اس تقسیم کے لحاظ سے ایک قواعد نویس جو فلسفی دماغ رکھتا ہے مضارع اور امر کو شق اول یعنی مستقبل کے تحت میں رکھے گا - کیوں کہ ان دونوں میں فعل زمانہ حال میں شروع نہیں ہوتا بلکہ زمانہ آئندہ میں ہوتا ہے - لیکن جب زبان کی ساخت اور نشو و نما پر نظر کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فعل کی دو بلکہ تین قسمیں ہیں - اول سادہ، دوم وہ جو متعص ص الحالیہ سے بنتے ہیں یا حالیکہ کے ساتھ کسی قدیم فعل کا کوئی جز لگا ہوتا ہے جو مل کر جزو فعل ہو جاتا ہے، سوم مرکب افعال --

مضارع

یہ تقسیم زیادہ مستقیم اور نیچرل ہے اور اس لحاظ سے سادہ افعال میں سب سے پہلا نمبر سنسکرت کے قدیم فعل حال کا ہے جس میں اب تک اصل کی جھلک پائی جاتی ہے۔ موجودہ حالت میں وہ صریح طور سے حال کے معنی نہیں دیتا بلکہ اس کے معنوں میں کئی قسم کا ابہام پایا جاتا ہے اور خاص کر زمانہ مستقبل شرطیہ کے لیے مخصوص ہے 'یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسے عربی نام مضارع دیا ہے' بنو ان معنوں کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہے۔ قدیم ہندی میں نہ صرف شرط و استقبال بلکہ حال کے معنی دیتا ہے جو ہندی ضرب الامثال اور بے تکلف بول چال کے فقروں سے صاف ظاہر ہے۔ یہ حال ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے ہم نے سادہ افعال میں اسے سب سے اول رکھا ہے۔ اب ہم اس کے مختلف استعمالوں کا ذکر کریں گے۔

مضارع کا استعمال دو قسم کا ہے ایک تو شرطیہ اور احتمالی جو اکثر مستقبل کے معنی دیتا ہے اور دوسرا خبریہ۔

- ۱۔ معروف امثال اور روزمرہ کے فقروں میں عموماً حال کے معنی دیتا ہے۔ جیسے 'کرے کوئی اور بھرے کوئی'۔ کرے موچھوں والا پکڑا جائے دارھی والا۔ کچھ ہم سمجھے کچھ تم سمجھے۔ خدا جانے کیا ہوا۔ کیا جانے کیا ہے۔

یہ استعمال مضارع کا اصل استعمال ہے۔

- ۲۔ امکان - جیسے 'کوئی پوچھے کہ آپ کو اس سے کیا غرض'۔
- ۳۔ اجازت - جیسے 'آپ فرمائیں تو آؤں'۔ اجازت ہو تو عرض کروں۔ کیا وہ جانے؟

- ۴۔ اگر شرط اور جزا دونوں کے جملوں میں شک 'امکان یا ابہام پایا جائے تو مضارع دونوں میں استعمال

ہوتا ہے - جیسے ، میلہ برسے تو کھیتی ہری ہو - اگر وہ آئے تو میں جاؤں - اگر وہ فرمائیں تو دھوندہ نکالوں - ہم پکاریں اور گھلے یوں کون جائے یار کا دروازہ گر پائیں کھلا

بعض اوقات جب احتمال یا امکان صرف جملہ شرط میں ہوتا ہے تو مضارع شرط کے ساتھ آتا ہے اور جزا میں فعل مستقبل یا حال ہوتا ہے - جیسے اگر وہ نہ آئے تو میں چلا جاتا ہوں (یا چلا جاؤں) - اگر مل جائے تو بڑی بات ہے - اگر وہ یہ قبول کرے تو میرا ہزاروں کا فائدہ ہو جائے گا -

۵ - جب جملہ تابع کاف بیانیہ ، بشرطیکہ ، شاید وغیرہ کے ساتھ شروع ہوتا اور مقصد یا غرض و غایت ، نتیجہ ، ارادہ ، خواہش ، ضرورت ، مشورہ ، حکم وغیرہ ظاہر کرتا ہے یا کبھی چاہیے اور لازم ہے وغیرہ کے ساتھ آکر ان معنوں کا اظہار کرے تو اس میں اکثر مضارع استعمال کیا جاتا ہے - جیسے ، میں نے کہا کہ وہ نہ آئے تو بہتر ہے - میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس آؤں - مناسب یہ ہے کہ وہاں نہ جائے - بادشاہ کو چاہیے کہ رعایا سے ایسا برا برتاؤ نہ کرے - مجھے قدر ہے کہ کہیں گرنہ پڑے - میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ اس میں جھوٹ نہ ہو - شاید اس کا کہا سچ نکلے - بہتر تو یہ ہے کہ ہم سب ساتھ چلیں - میں نے یہ اس غرض سے کہا کہ اس کا شبہ جاتا رہے -

۶ - دعا یا تمنا کے لیے - جیسے ، خدا تجھے برکت دے - عمر دراز ہو - عمر و اقبال بڑھے - خدا کرے کہ وہ کامیاب ہو جائے - جو ایسا کرے وہ ہمیں پیٹے یا ہمارا حلوا کھائے -

۷ - شبہے اور اضطراب کے لیے جیسے 'کیا کروں کیا نہ کروں - کہوں یا نہ کہوں -

ہاے میں کیا کروں کہاں جاؤں
یہ خط کسے دوں -

۸ - کبھی مستقبل کا ایسا زمانہ ظاہر کرتا ہے جو غیر محدود ہوتا ہے - جیسے جب بلا نہیں تب آنا - جب کہیں تولانا -

۹ - تعجب اور افسوس کے لیے - جیسے '

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
افسوس وہ اتنی دور آئے اور ناکام واپس چلا جائے -
وہ اور ایسا کرے - میں اور شراب پیوں -

یوں پھریں اہل کمال آشفستہ حال افسوس ہے
اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

۱۰ - تشبیہ و مقابلہ کے لیے ' جب کہ وہ تشبیہ حقیقی

نہ ہو بلکہ احتمالی یا فرضی ہو .. جیسے اُس نے اپنے
حریف کو اس طرح پھینک دیا جیسے کوئی تلکا

توڑ موڑ کے پھینک دے - وہ اس طرح وحشت زدہ کھڑا
تھا جیسے کوئی بھرے مجمع میں ہرن کو کھڑا کر دے -

۱۱ - اظہار توقع کے لیے - جیسے ' اگر آپ آئیں تو عین

عذایت ہوگی - آپ کل تک آجائیں تو میں بھی
ہمراہ ہوں - وہ آئے تو میں بھی ساتھ چلوں -

۱۲ - کیسا ' کتنا وغیرہ الفاظ (تمیز) کے ساتھ جب کہ یہ

الفاظ تاکید معنوں میں ہوں ' ایسی صورت میں
جملہ اکثر منفی ہوتا ہے - جیسے ' کوئی کتنا ہی شور

مچائے اُسے خبر بھی نہیں ہوتی - کوئی کبھی ہی
عقلمدی کرے وہ خاطر ہی میں نہیں لاتا - آپ ہزار

کہیں وہ سنتا ہی نہیں -

- ۱۳ - ایک صورت اپنی حالت کے اعتراف کی ہے - جیسے ، نہ میں شعر کہوں نہ شاعر کہلاؤں - نہ مجھے نوکری کی خواہش ہو نہ خوشامدی کہلاؤں - نہ وہ آئیں اور نہ میں اُن سے اظہار مطلب کر سکوں —
- ۱۴ - مضارع کا ایک اور استعمال ہے ، جس میں ایک قسم کا مشورہ اپنے دل سے ہوتا ہے —

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو

- ۱۵ - چاہیے بھی مضارع ہے جس کے معنی ملا سب ہے یا لازم ہے کے ہیں اس میں کبھی اخلاقی فرض کے ادا کرنے کی تاکید ہوتی ہے - جیسے ، ہمیں اس سے ملنا چاہیے - ان سے ادب کے ساتھ پیش آنا چاہیے وغیرہ —

امر

- مضارع کے بعد دوسرا فعل جو دراصل مادۂ فعل ہے وہ امر ہے ، اور یوں بھی مضارع سے بہت مشابہ ہے - کیونکہ سوائے حاضر کے صیغوں کے باقی تمام صیغے وہی ہیں جو مضارع کے ہیں -
- ۱ - حکم اور ممانعت کے لیے عام طور پر استعمال ہوتا ہے -
 - ۲ - امتناعی صورت میں امر کے ساتھ نہ اور مت آتا ہے - نہ میں نفی اور کبھی امتناع بھی پایا جاتا ہے ، لیکن مت سے ہمیشہ نفی یا امتناع تاکید ظاہر ہوتا ہے - یہ لفظ خاص اسی لیے مخصوص ہے - اور اس میں نہ سے زیادہ زور ہوتا ہے - ”نہیں“ یوں تو امر کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی آخر میں استعمال ہوتا ہے - جیسے درو نہیں - گھبراؤ نہیں —

- ۳ - غائب اور متکلم کے صیغے صرف مشورے اور اجازت کے لیے آتے ہیں - جیسے ہم جائیں اور وہ جائے - اور یہ حالت مضارع کی ہے - جیسے ، ذرا میں بھی تو سنوں - کوئی میرے پاس نہ آئے - وہ اپنی بات پر قائم رہے —

۴۔ ادب اور تعظیم کے لحاظ سے امر کی کئی صورتیں ہیں -
 علاوہ معمولی صورت کے ایک یہ ہے جائیو، آئیو - مگر یہ
 صورت معمولی درجے کے لوگوں یا خدمت گاروں وغیرہ سے
 گفتگو کرنے میں استعمال کی جاتی ہے۔ البتہ ہرجیو - رہیو وغیرہ
 دعا کے لیے استعمال ہوتے ہیں - جیسے دولت و اقبال میں
 ترقی ہو جیو - مگر اس کا استعمال بھی اب کم ہونا جاتا ہے -
 دوسری صورت ہے آئیے، جائیے، لائیے - یہ ادب اور تعظیم

کے لیے بڑے لوگوں سے گفتگو کرتے وقت استعمال ہوتی ہے -
 بظاہر یہی صورت بعض اوقات خصوصاً نظم میں مضارع کے
 لیے استعمال ہوتی ہے، اسے امر نہ سمجھا جائے - جیسے، رہیے
 اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو -

(نوٹ - امر میں جو 'ئے' کا استعمال ہوا ہے اس کی اصل
 یہ بتائی گئی ہے کہ پراکرت میں "جا" نہ صرف امر میں بلکہ
 حال و مستقبل کے بذانے کے لیے بھی اضافہ کیا جاتا تھا - اور
 یہی جا بعد میں 'ئے' سے بدل گیا) -

حاضر کے ساتھ غائب کا صیغہ استعمال کرنے سے بھی تعظیم
 کا پہلو نکلتا ہے جیسے، آپ جائیں - آپ فرمائیں -

۵۔ حالیہ ناتمام کے بعد (رہ) کے آنے سے امر مدا می کی
 صورت پیدا ہوتی ہے، یعنی اس میں فعل کے ہمیشہ جاری
 رہنے کے معنی ہوتے ہیں - جیسے، جیتا رہ - کھاتا رہ - پھولتا
 پہلتا رہ -

۶۔ امر کے بعد کبھی نہ، آتا ہے جس میں نفی کے معنی نہیں
 ہوتے بلکہ بخلاف اس کے اثبات میں اور تاکید ہوتی ہے -
 آؤ نہ ہم بھی چلیں - بیٹھو نہ -

کہا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
 آؤ نہ، ہم بھی سہر کریں کوہ طور کی
 کبھی 'تو' بھی انہیں تاکید میں معلوم استعمال ہوتا

ہے - جیسے 'سڈو تو' بھتھو تو وغیرہ -

مستقبل

۱ - مستقبل مطلق میں زمانہ آئندہ کا علم تحقیقی ہوتا ہے یا ایسا سمجھ لیا جاتا ہے 'حالانکہ مضارع میں احتمالی یا شرطی ہوتا ہے اور امر میں امکانی -

۲ - تمہیں پھر ایسا آدمی نہیں ملے گا - جہاں جاؤ گے میں تمہارے ساتھ رہوں گا - یہ مثالیں ایسی ہیں جن میں تحقیقی اردو یقینی طور پر ایک امر کا بیان کیا گیا ہے مگر بعض اوقات صرف ایسا سمجھ لیا جاتا ہے گو حقیقت میں نہ ہو - مثلاً اگر میں نے وعدہ پورا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ وہ نہ آیا تو بڑی مشکل پڑے گی - تم امتحان میں کامیاب نہ ہوئے تو نوکری مشکل سے ملے گی -

۳ - بعض اوقات مصدر 'ہونا' کا مستقبل مطلق 'ہوگا' متحاورے میں اس طرح مستعمل ہوتا ہے کہ وہ تمیز فعل کے معنی دیتا ہے 'مگر یہ ہمیشہ سوال کے جواب میں آتا ہے - جیسے 'وہ مکان بہت قدیم معلوم ہوتا ہوگا؟ - جس کے معنی شاید یا غالباً کے ہیں - مستقبل کے متعلق باقی حال صرف میں بیان ہو چکا ہے - فعل حال

(۱) حال مطلق - اصل میں تو یہ فعل حالات موجودہ کو ظاہر کرتا ہے یا کسی ایسے کام کو جو اس وقت ہو رہا ہے 'لیکن ضمناً زمانہ حال کے متعلق دوسرے معانی بھی پیدا ہوتے ہیں مثلاً -

(۱) عادت یا تکرار فعل - جیسے 'جب وہ آتا ہے یہی شکایت کرتا ہے - شام کے کھانے کے بعد وہ روزانہ باغ کی سیر کو جاتا ہے - یہ دونوں بھائی ہر جگہ ساتھ آتے اور ساتھ جاتے ہیں -

(۲) عام امور صداقت جو کبھی باطل نہ ہوں گے یا جن کی نسبت ایسا خہال کیا جانا ہے - جیسے 'دو اور دو چار ہوتے ہیں - جو خلق اللہ کی خدمت کرتا ہے خدا کے نزدیک بڑا وہی ہوتا ہے' ہزار جتن کرو قسمت کا لکھا پورا ہوتا ہے —

(۳) مستقبل قریب بلکہ اقرب کے لیے جیسے 'میں ابھی جاتا ہوں - ابھی حاضر ہوتا ہوں - حال نا تمام بھی بعض اوقات ان معنوں میں آتا ہے - جیسے 'میں شہر جا رہا ہوں -

(۴) زمانہ گزشتہ کے لیے جسے حال حکائی کہتے ہیں - جیسے 'بابر ہندوستان پر حملہ کرتا اور افغانوں اور راجپوتوں کو شکست دیتا ہے - مولانا روم فرماتے ہیں - میں جو اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بیچاری معصوم لڑکی زمین پر پڑی تڑپ رہی ہے —

(۵) بعض اوقات ایسے فعل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو زمانہ گزشتہ میں شروع ہوا اور حال میں بھی جاری ہے - جیسے 'میں چند روز سے دیکھتا ہوں (یا دیکھ رہا ہوں) کہ یہ لوگ اپنا فرض پورے طور پر ادا نہیں کرتے -

(ب) حال تمام جو اگرچہ بالفاظ زمانہ حال پورا ہو چکا ہے لیکن بعض اوقات سوائے اس کے اور معنی بھی دیتا ہے مثلاً —

(۱) کبھی یہ ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں فعل تمام نہیں ہوا اور چاہیے تھا کہ حال مطلق استعمال ہوتا لیکن متنازعہ میں حال تمام ہی لکھا اور بولا جاتا ہے - جیسے 'تم کسے بے فکر بیٹھے ہو؟

(۲) بعض اوقات ایسے موقع پر جہاں از روے قیاس ماضی تمام ہونی چاہیے نہی مثلاً، یہ لوگ کیسی زمانے میں بڑے نامور گزرے ہیں۔ پچھلے زمانے میں یہ بھی اپنا نام کر گیا ہے —

(۳) بجائے ماضی مطلق - جیسے، 'مجھے کل ہی بادشاہ نے خلعت عطا فرمایا ہے -

(۴) بجائے حال حکایتی یا ماضی مطلق - جیسے، 'حدیث میں آیا ہے - خدا نے فرمایا ہے - قرآن میں لکھا ہے - ماضی

۱ - ماضی مطلق، ایسے فعل کو ظاہر کرتی ہے جو زمانہ گزشتہ میں بلا تعین وقت ہوا مگر علاوہ اس کے متجاورے میں بعض دوسرے مقامات پر بھی استعمال ہوتی ہے مثلاً -

(۱) بعض اوقات حال کے بجائے - جیسے، 'آپ یہاں بہت دنوں تک رہے - (یعنی بہت دنوں سے ہیں)

یا حال تمام کے بجائے - جیسے، 'آپ بہت دنوں تک بچے رہے (یعنی بہت دنوں سے بچے ہوئے ہیں) - اب یہاں تک تک نہیں رہا (نہیں رہا ہے)

(۲) بجائے حال مطلق - جیسے، 'اس شہر میں جو آپ سے نہ ملا اس کا آنا یہاں بیکار ہوا - (یعنی جو آپ سے نہیں ملتا اس کا آنا یہاں بیکار ہوتا ہے) —

(۳) بجائے مستقبل - وہ آیا اور میں چلا - (جس وقت وہ آئے گا میں چل دوں گا یعنی اس کے آتے ہی چلا جاؤں گا) - یا بول چال میں نوکر کو آواز دیتے ہیں "یہاں آؤ" وہ جواب دیتا ہے "آیا" یا اس سے کہتے ہیں "پانی لاؤ" وہ کہتا ہے "لا یا" ان میں مستقبل کے معنی ہیں —

(۲) ماضی ناتمام، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاص

زمانہ گزشتہ میں کام جاری تھا - اس کا اظہار مختلف صورتوں سے ہوتا ہے -

(ا) وہ کالج میں پڑھتا تھا -

(ب) وہ کالج میں پڑہا تھا -

(ج) وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا -

(د) وہ مدت تک کالج میں پڑھا کیا -

صورت اول فعل جاریہ بلا تعین و بہ تعین وقت ہے -

صورت دوم ' اس وقت استعمال ہوتی ہے جب ہم کسی

وقت خاص یا مدت کا ذکر کرتے ہیں مثلاً جب میں وہاں

گیا تو وہ کالج میں پڑہا تھا -

صورت سوم ' ایسی حالت میں استعمال ہوتی ہے جب

کہ زیادہ مدت کا اظہار کرنا مقصود ہو یا جب اس کے ساتھ

دوسرے فقرے میں اس سے کوئی نتیجہ نکالا جائے - مثلاً وہ

ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا، مگر کچھ حاصل نہ کیا -

صورت چہارم ' صورت سوم کے مثل ہے یا بعض اوقات ایسے

موقع پر استعمال ہوتی ہے جب کہ دو ایسے فعل متواتر

جاری ہوں جن کا باہم تعلق ہے - میں کہا کیا اور وہ سنا کیا -

صورت سوم بھی اسی طرح استعمال ہوتی ہے -

ماضی ناتمام سے بعض اوقات خاص زمانے میں فعل کا

بہ تکرار واقع ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے - مثلاً جہاں کہیں وہ

پہنچتے تھے لوگ اُن کا گرمجوشی سے استقبال کرتے تھے -

بعض اوقات فعل امدادی حذف بھی ہو جاتا ہے - جیسے

جہاں کہیں وہ جاتے لوگ اُن کا گرم جوشی سے استقبال کرتے -

(۳) ماضی تمام ' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام کو ختم ہوے

ایک مدت گزر چکی - جیسے ' میں اُس سے ملنے گیا تھا -

کبھی ماضی تمام ایک فعل گزشتہ کے فعل ماقبل کے ایسے

بھی استعمال ہوتی ہے جیسے ' وہ اس وقت آیا جب کہ میں

کھانا کھا چکا تھا۔

افعال احتمالی و شرطیہ

حال احتمالی۔ اس سے پہلے حصہ صرف میں حال احتمالی کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔ یعنی آتا ہو گا۔ یا آ رہا ہو گا۔ ان دونوں کے مفہوم میں جو فرق ہے وہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ لیکن ان دونوں سے فعل کے متعلق گمان غالب کا ہونا پایا جاتا ہے۔ یعنی گمان غالب ہے یا اغلب ہے کہ وہ آتا ہو۔ لیکن ایک صورت ان کے علاوہ حال احتمالی کی اور ہے جس میں ’گا‘ آخر میں نہیں ہوتا۔ یعنی وہ آتا ہو۔ یہ صرف امکانی احتمالی صورت ہوتی ہے اور اعلیٰیت کا خیال مطابق نہیں ہونا مثلاً، شاید وہ ایسا سمجھتا ہو۔ ممکن ہے کہ صبح کو وہ گھر سے نہ نکلتا ہو۔ وہاں لے چلو جہاں وہ سوتے ہوں۔ اسی طرح دوسری حالت بھی بنیاد ’گا‘ کے استعمال ہوتی ہے جیسے، شاید وہ آ رہا ہو۔ اس کھیت میں شاید اُسی کے مویشی چر رہے ہوں۔

حال احتمالی کی یہ آخری صورت ایسے مواقع پر تشبیہ کے لیے استعمال ہوتی ہے کہ جہاں واقعی اور حقیقی حالت نہ ہو بلکہ فرضی ہو۔ جیسے، وہ اس طرح سے چلا آ رہا ہے جیسے کوئی بھجار آتا ہو۔ درختوں پر سے آم ایسے پت پت گر رہے ہیں جیسے اولے برس رہے ہوں۔

بعض اوقات حال احتمالی ماضی کے معنی بھی دیتا ہے۔ مثلاً، کسی سے پوچھیں کہ تم نے اُسے کبھی ایسا کرتے دیکھا تو جواب دے کہ ’کرتا ہو گا‘۔ مگر اس سے احتمال کے ساتھ ہمیشہ زمانہ گزشتہ کی عادت کا اظہار ہوتا ہے۔

حال شرطیہ۔ حال شرطیہ در حقیقت مضارع ہے لیکن مضارع میں اور حال شرطیہ میں فرق ہوتا ہے۔ یہ فرق پہلے بیان بھی ہو چکا ہے یعنی مضارع سے امکانی حالت معلوم ہوتی

ہے اور حال سے واقعی جیسے -

۱ - مینہ برسے تو کھیت پڑھے (مضارع)

مینہ برستا ہے تو کھیت پڑھتا ہے (حال)

۲ - اگر وہ آئے تو آنے دو (مضارع)

اگر وہ آتا ہے تو آنے دو (حال)

دوسری مثال میں بھی مضارع سے وہی امکانی حالت

معلوم ہوتی ہے -

مگر حال سے فاعل کی آمادگی ظاہر ہوتی ہے -

ماضی احتمالی -

(۱) اس میں احتمال پایا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی

فعل کی تکمیل کے متعلق گمان غالب ہوتا ہے جیسے ،

آپ نے یہ خبر سنی ہوگی - اب تو اس نے کھانا کھا

لیا ہوگا -

(۲) بعض اوقات اس سے تشویش بھی پائی جاتی ہے مثلاً اتنی

رات گئے جو سوار آیا ہے تو نہ معلوم کھا خبر لایا ہوگا -

(۳) بعض اوقات علامت آخر ' گا ' حذف ہو جاتی ہے مگر

اس کے ساتھ ہی معلوم میں بھی فرق ہو جاتا ہے - عموماً

ذیل کے معنی ظاہر ہوتے ہیں -

(۱) شرطیہ جملوں میں شرط میں واقعیت نہیں ہوتی

بلکہ فرضی صورت ہوتی ہے جیسے ' اگر اس نے کوئی

ایسی حرکت کی ہو -

(ب) امکان ' جیسے ان لڑکوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس

نے امتحان دیا ہو اور کامیاب نہ ہوا ہو -

(ج) شک - جیسے شاید اس نے یوں ہی کہہ دیا ہو - ممکن ہے

اس نے دل لگی کی ہو -

(د) تشبیہ کے لیے جیسے ' وہ اس سے ایسا جلتا ہے جیسے اس

نے اس کا باپ مارا ہو -

(۴) آزادی - جو کچھ بھی اس نے کہا ہو اور جو کچھ بھی اس نے کیا ہو سب معاف ہے -

ماضی شرطیہ

(۱) اس سے شرط کے ساتھ ایک ایسے فعل کا اظہار ہوتا ہے جو وقوع میں نہیں آیا - جیسے اگر تم اس سے اس کا ذکر کر دیتے تو یہ نوبت نہ آتی - لیکن علاوہ اس کے اس سے اور بھی چند معنی پیدا ہوتے ہیں -

(۲) اکثر اس سے زمانہ گزشتہ میں فعل کا بالمرہ واقع ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے جیسے 'جہاں کہیں وہ بیٹھتا مجلس کو گلزار کر دیتا - جب کبھی وہ ملنے آتا اپنا دکھڑا ضرور دوتا -

(۳) اس ماضی میں عموماً دو جملے ہوتے ہیں، ایک شرط دوسرا جزا - جزا یہ بتاتی ہے کہ اگر شرط پوری ہو جاتی تو کیا ہوتا - جیسے 'اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں یہاں کبھی نہ آتا - اگر وہ وقت پر نہ پہنچ جائے تو ایک بھی نہ بچتا - اگر میں یہاں ہوتا تو اس کی مجال تھی کہ وہ ایسا کرتا -

کبھی مفرد جملے میں بلا شرط کے بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے 'میں اسے کیوں نہ بہار کرتا - وہ اس سے کیوں نہ ملتا - (۴) بعض اوقات آرزو کے اظہار کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے 'کاش وہ آج میرے ساتھ ہوتا -

ایسے جملوں میں جملہ آرزو کو جو محذوف ہوتا ہے شرط کی جزا سمجھنا چاہیے یعنی "تو کیا اچھا ہوتا" -

(۵) اس فعل سے عموماً تمنا بھی ظاہر ہوتی ہے اور اسی لیے بعض قواعد نویسوں نے اسے ماضی تمنائی بھی لکھا ہے - جیسے 'میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں ورنہ تمہاری کچھ خدمت کرتا - وہ آجاتا تو میں بھی اس سے مل لیتا -

(۶) ایک صورت اور اس ماضی کی ہے - جیسے 'اگر میں وہاں نہ گیا ہوتا تو اچھا ہوتا - یہاں 'جاتا' کی بجائے 'گیا ہوتا' استعمال ہوا ہے - فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں فعل ختم ہو چکا ہے؛ باقی شرطیہ صورت وہی ہے لیکن ایک ایسے واقعے کا اظہار ہے جس کا ہونا گزشتہ زمانے میں ممکن تھا لیکن وقوع میں نہ آیا اور یہ حالت ماضی شرطیہ کی دوسری صورتوں میں بھی پائی جاتی ہے - لیکن جب تکمیل فعل (فرضی) کی اہمیت کا زیادہ خیال ہو تو آخری صورت استعمال کی جاتی ہے -

افعال مجہول

طور مجہول اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کہ فاعل نامعلوم ہو یا خاص طور پر اس کا ذکر نہ کیا جائے -
اگرچہ یہ اکثر فعل متعدی سے مخصوص ہے مگر بعض اوقات یہ صورت فعل لازم کے ساتھ بھی آتی ہے - مثلاً اس سے جا کر آیا نہ گیا - مجھے سے چلا نہیں جاتا - طور متعدی کے ساتھ یہ صورت عام طور پر مستعمل ہے -

خط مرا پیہدک دیا یہ کہہ کر

ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا

ان مثالوں میں جانا کے معنی سکنا کے ہیں - اگرچہ اوپر کے جملوں میں فعل کی صورت طور مجہول کی سی ہے مگر وہ درحقیقت طور لازم میں ہیں - یہ استعمال ہمیشہ نفی کی حالت میں ہوتا ہے -

یہاں 'جانا' طور معروف میں بطور فعل اسدادی کے آیا ہے -

اس میں اور طور مجہول میں قرق کرنا ضرور ہے - اس کی تشریح ہم پہلے کر چکے ہیں -

اس موقع پر یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ افعال مجہول کی نفی 'نہیں' اور 'نہ' دونوں کے ساتھ آتی ہے اور نفی افعال

کے متعلق جو قواعد ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہی اس پر بھی عائد ہوتے ہیں۔ لیکن حرف نفی فعل کی ابتدا یا اصل فعل اور امدادی فعل 'جانا' کے درمیان دونوں طرح آتا ہے جیسے 'وہ آج نہیں نکلا جائے گا'۔ وہ آج نکلا نہیں جائے گا۔ وہ نہیں پکڑا گیا۔ وہ پکڑا نہیں گیا۔

تعدیۃ افعال

تعدیۃ افعال کی مفصل بحث حصہ صرف میں ہو چکی ہے۔ یہاں کسی امر کے خاص طور پر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
افعال مرکب

افعال امدادی میں چند امور خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

۱۔ افعال مرکب تاکید میں جب امدادی فعل لازم ہو اور خواہ اصل فعل متعدی کیوں نہ ہو، مرکب فعل کی صورت زمانہ ناتمام میں لازم کی سی ہوگی اور فاعل کے ساتھ 'نے' استعمال نہ ہوگا۔ جیسے 'اس نے مٹھائی کھائی'۔ لیکن 'وہ مٹھائی کھا گیا یا کھا چکا'۔ یہاں 'گیا' اور 'چکا' افعال امدادی لازم ہیں اس لیے باوجودیکہ اصل فعل متعدی ہے مگر فاعل کے ساتھ 'نے' استعمال نہیں ہوا۔

لیکن جہاں فعل امدادی متعدی ہے وہاں 'نے' برابر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے 'اس نے پرندے کو مار ڈالا'۔

لیکن لینا، دینا کی حالت مستقبل ہے یعنی جب یہ فعل متعدی کے ساتھ آتے ہیں تو 'نے' استعمال ہوتا ہے اور جب لازم کے ساتھ آتے ہیں تو 'نے' نہیں آتا اور صورت لازم کی ہوتی ہے۔ جیسے 'وہ میرے ساتھ ہولیا'۔ وہ چل دیا۔ میں نے کھانا کھا لیا۔ اس نے بات سن لی۔ وہ نہیں دکھائی دیا (اس مرکب فعل میں اگرچہ دونوں جز متعدی ہیں مگر مرکب حالت میں لازم ہیں) اسی طرح؛ آواز سنائی دی۔

۲ - 'سکنا' الگ استعمال نہیں ہوتا۔ ہمیشہ کسی دوسرے فعل کے ساتھ آتا ہے۔ 'چکنا' البتہ الگ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے 'مہرا جھگڑا چک گیا'۔ قرض چک گیا۔ اس کا متعدی 'چکنا' ہے۔ جیسے 'جھگڑا یا قرض چکا دیا'۔

۳ - 'چاہیے' اکثر افعال کے ساتھ فرض و واجبیت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے 'اُسے وہاں جانا چاہیے'۔ تمہیں یہ کتاب پڑھنی چاہیے۔ بعض اوقات بجائے مصدر کے حالیہ تمام کے (جو ماضی مطلق کی صورت میں ہوتا ہے) ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے —

میر نہیں پیر تم کاہلی الہ دے

نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے

یہ استعمال قدیم ہے، جو اب کم ہوتا جاتا ہے اور اس کی جگہ مصدر نے لے لی ہے۔

۵ - بعض امدادی افعال آخر میں آنے کے بجائے اصل فعل کی ابتدا میں آتے ہیں۔ جیسے 'دے مارا'۔ دے پٹکا۔ یہاں تانیث و تذکیر کا اثر اصل فعل پر ہوگا۔ میں نے کتاب دے پٹکی۔ اس نے گھڑا دے پٹکا۔ اسی طرح آ اور جا بھی ابتدا میں آتے ہیں جیسے آ پہنچا، جا پہنچا، جا لیا، آ لیا، نیز 'لے' کا استعمال بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ جیسے 'لے بھاگا'۔ لے دوڑا۔

۶ - مرکب افعال کا باقی ذکر صرف میں مفصل ہو چکا ہے۔ البتہ اُن مرکب افعال کے متعلق جو اسما و صفات وغیرہ کی ترکیب سے بنتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان اسما و صفات کا اثر فعل کی تذکیر و تانیث پر کچھ نہیں پڑتا مثلاً - وہ میرے کام کو برا کہتی ہے۔

وہ میرے کام کو برا کہتا ہے۔ وہ اس حرکت سے باز رہا۔ وہ اس حرکت سے باز رہی۔ اس نے فوج کا شمار کیا۔ اس نے تسبیح کے دانے شمار کیے۔ اس نے کرسیاں شمار کیں۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ قاعدہ صرف انہیں اسما کے ساتھ ہوتا جائے گا جو جزو فعل ہو کر مفرد فعل کا کام دیتے ہیں جیسے 'شمار کرنا'، 'یاد کرنا'، 'شروع کرنا'، 'ختم کرنا' وغیرہ، مگر جہاں ایسے اسم 'مفعول واقع ہوتے ہیں تو فعل جنس و تعداد میں ان کے مطابق ہوتا ہے مثلاً 'دلاسا دیا'۔ 'تسلی دی'۔ 'اطلاع دی' وغیرہ میں اسم کا اثر برابر فعل پر پڑتا ہے۔ البتہ صفات کا اثر ہرگز فعل پر نہیں پڑتا کیونکہ وہ تمیز کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

ہندی مرکب افعال کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً 'نام دھرنا' میں نام کا اثر فعل پر نہیں پڑے گا، مثلاً 'وہ میرے کام پر نام دھرتا ہے'۔ وہ میرے کام پر نام دھرتی ہے۔ اس نے فضول میری راستہ دیکھا۔ یہاں اسم کا اثر فعل پر ہوا کیونکہ یہاں اسم 'مفعول واقع ہوا ہے'۔ مگر نام دھرنا، 'اُدھار دینا' یا 'لہنا' ہاتھ آنا، 'ہاتھ لگنا' وغیرہ میں اسم جز فعل ہے اور اس کا کوئی اثر فعل پر نہیں پڑتا۔

مرکب افعال میں انہیں اسما کا اثر فعل پر نہیں پڑتا جو اول تو جزو فعل ہو گئے ہیں، دوسرے جب کہ یہ اسم خود مفعول واقع نہ ہوئے ہوں۔

۷۔ افعال مرکب کے متعلق ایک امر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اثر اوقات یہ بغرض تعظیم و ادب استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً 'اس نے کہا'۔ اس سے زیادہ تعظیم مقصود

ہوئی تو کہیں گے، انہوں نے فرمایا اور اس سے بھی بڑھ کر
ارشاد فرمایا وہ آئے اور وہ تشریف لائے۔

بعض اوقات متانت و ثقاہت کے لیے مرکب فعل
استعمال ہوتے ہیں مثلاً، پوچھنے کی جگہ دریافت کیا یا
استفسار کیا۔ مانگنے کی جگہ طلب کیا۔ اسی طرح تنازل
فرمانا، نوش فرمانا، فراموش کرنا، ایسی صورتوں
میں عربی اور فارسی الفاظ ہندی کے سادہ مصادر کے
ساتھ آتے ہیں —

تمیز

صرف میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ بعض الفاظ تمیز حروف ربط سے مل کر مرکب صورت میں آتے ہیں۔ مثلاً کب سے، جب سے، اب تک، جب تک، کہاں تک، جہاں تک، وغیرہ۔ اسی طرح تاکیدی صورتوں کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے، یہیں سے، کہیں سے، وغیرہ۔ لیکن بعض اوقات تمیز زمانی و مکانی حرف اضافت کے ساتھ مل کر صفت کا کام دیتی ہے۔ جیسے، اب کے سال۔ کس کا روزہ کہاں کی نماز۔ وہ کہاں کا باشندہ ہے۔ وہ ایسا کہاں کا امیر ہے۔

۱۔ کہاں علاوہ استفہام کے جب ایک جملے میں بہ تکرار الگ الگ فقرہ کے ساتھ آتا ہے تو اس سے تعجب یا فرق عظیم ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے، کہاں وہ، کہاں میں۔ کہاں زرد، کہاں آفتاب۔ کہاں راجا بھوج، کہاں گلکا تیلی۔

کہاں کہاں جب ایک ہی ساتھ آتے ہیں تو اس کے معنی جگہ جگہ اور دور دور کے ہوتے ہیں جیسے:-

اذاں دی کعبے میں، ناقوس دیر میں پھونکا

کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا

(سنسکرت میں اسی طرح کوا کوا مستعمل ہے)

جہاں تہاں، ہر جگہ، جہاں کہیں، ہر کہیں کے معنی میں۔

۲ - کہیں کے معنی کسی جگہ کے ہیں ، لیکن بعض اوقات محاورے میں اظہار شک ، احتمال یا اندیشے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے ' کہیں وہی نہ ہوں - مجھے ڈر ہے کہیں اُس نے راز ظاہر نہ کر دیا ہو - کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ چلا جائے - کہیں وہ آگیا تو غضب ہو جائے گا -

کبھی یہ صفات کے ساتھ آتا ہے اور صفاتی معنوں کے برہانے کے لیے مستعمل ہوتا ہے - جیسے ' وہ اس سے کہیں بڑا ہے - یہ درخت اس سے کہیں اونچا ہے -

کہیں کہیں ، کسی کسی جگہ کے معنوں میں آتا ہے - بعض اوقات اس میں حرف نفی ' نہ ' بھی داخل ہوتا ہے ' لیکن اس سے نفی مقصود نہیں ہوتی ' بلکہ اس سے اثبات میں زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے - جیسے ' کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا - ان دونوں کے معنوں میں تھوڑا سا فرق ہے - کہیں کہیں کے معنی ہیں کسی کسی جگہ یعنی بہت کم - مثلاً کوئی کہے " اس ملک میں اکثر پھرا ' نیم کا درخت کہیں کہیں نظر آتا ہے " - یا کوئی کہے " میں اس ملک کے اکثر مقامات میں پھرا مگر نیم کا درخت کہیں نظر نہ آیا " - دوسرا اس کے جواب میں کہے " ایسا تو نہیں کہ کہیں نہ ہو ' آپ کو کہیں نہ کہیں ضرور نظر آئے گا " صورت منفی میں زیادہ زور ہوتا ہے جیسے - " درود رہ جائے گا کہیں نہ کہیں "

۳ - جہاں جہاں ، جس جس جگہ کے معنوں میں آتا ہے - جیسے ' جہاں جہاں گیا یہی افتاد پڑی -

۴ - ادھر ادھر ، ایک ساتھ مل کر بھی آتے ہیں اور بالمقابل الگ الگ فقروں میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے ' کیوں ادھر ادھر پھر رہے ہو - ادھر یہ چلا رہا ہے ادھر وہ کھڑا رو رہا ہے -

۵ - یوں - جیسے ' یوں کہو - یوں تو یہ بھی برا نہیں -

کہتے تھے کہ یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آتا
 سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا
 یہاں 'اس طرح' کے معنے ہیں - لیکن کبھی اس خیال یا
 اس لحاظ کی جگہ آتا ہے (مگر تو کے ساتھ) جیسے :-

یوں تو مجنوں کے بھی چچا ہیں ہم (میر)
 یوں تو ہر شخص اپنی راے کا مختار ہے -
 کبھی یہ کے معنوں میں جیسے :-

”یوں کیوں نہیں کہتے کہ مجھے جانا ہی منظور نہیں“
 ۶ - پرے 'سمت کے ساتھ فاصلے کو بھی بتاتا ہے - جیسے 'وہ
 کہیت اُس سے پرے ہے - پرے جا یا پرے ہٹ کے معنے
 'دور ہو' کے ہیں -

اہل لکھنؤ اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے بلکہ ناپسند
 کرتے ہیں - لیکن مشکل یہ ہے کہ ان معنوں میں کوئی دوسرا
 لفظ بھی نہیں - اُن کی طرف سے اُدھر کا لفظ پیش کیا جاتا ہے -
 لیکن اہل ذوق جانتے ہیں کہ اُدھر اور پرے میں بہت فرق
 ہے - ورنہ قریب کے لیے انہیں معنوں میں مستعمل ہے -

۷ - ویسے قریب قریب یوں کے معنوں میں آتا ہے - جیسے '
 ویسے تو یہ بھی اچھا ہے (یعنی معمولی حالت میں)
 کیسے 'کبھی تعجب کے اظہار کے لیے آتا ہے - جیسے بادل
 آسمان پر کیسے دورے دورے پھرتے ہیں - اور کبھی کیونکر
 کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے 'پہاڑی رات کیسے کتنے گی -
 یہاں کیسے آنا ہوا -

اتنا 'میں' کے ساتھ مل کر تمیز زمان کا کام دیتا ہے -
 جیسے 'اتنے میں وہ آکھا - بعض اوقات قیمت کے لیے بھی
 استعمال ہوتا ہے - جیسے 'یہ چیز اتنے میں آئے گی -

۸ - ہی - تاکید اور حصر کے لیے آتا ہے جیسے 'یہ تو ہے ہی مگر
 تلاش اس سے اچھی کی ہے - وہ جاتا ہی نہ تھا ' بڑی

مشکل سے بھینچا ہے - میں تو آھی چکا تھا ' بلا نے کی ضرورت نہ تھی - وہ جانتا ہی نہیں - وہ اس کے دم میں آھی گیا - ۹ - سہی (اس کی اصل صحیح بتائی جاتی ہے اور قدیم اردو میں اس لفظ کو صحیح ہی لکھتے تھے) - جیسے ' سن تو سہی کہہ تو سہی - اکثر ' تو ' کے ساتھ مل کر آتا ہے —

بعض اوقات اپنے اصل معنوں کی طرف رجوع کرتا ہے جیسے :-

جہز کی سہی ادا سہی چین جبین سہی

سب کچھ سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

کبھی دھمکی کے معنے دیتا ہے - جیسے آؤ تو سہی - کھاؤ

تو سہی (ان معنوں میں ہمیشہ تو کے ساتھ آتا ہے) —

کبھی آمادگی ظاہر کرتا ہے - جیسے ' تم جاؤ تو سہی پھر

دیکھا جائے گا —

کبھی استغنا ظاہر کرتا ہے ' لیکن حرف نفی کے ساتھ -

— نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا

— نہ سہی گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی

امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

تو' بھی تمیز کے لیے آتا ہے - جیسے ' دیکھو تو - بھٹھو تو -

۱۰ - کہ ' بعض اوقات متبادرے میں ایسے موقع پر بولتے

ہیں جب کہ ایک فعل کے وقوع میں آنے سے پہلے کوئی

دوسرا فعل واقع ہو - جیسے ' میں آواز دینے ہی کو

تھا کہ وہ آگیا - وہ بولنے ہی کو تھا کہ میں نے روک دیا -

ان جملوں میں ' کہ ' تمیز ماں ہے اور ' جب ' یا ' اتنے

میں ' کے معنے دیتا ہے —

۱۱ - ' بھی ' کبھی ' تھوڑا اور ' کے معنوں میں آتا ہے - جیسے '

تھوڑو بھی چلے جانا —

کبھی دفع تامل کے لیے - جیسے 'کھا بھی لو - لکھ بھی دو -
کبھی اظہار اضطراب کے لیے - جیسے 'چلو بھی (یعنی
بہت بھڑکے اب جلد چلو) -

اشتراک کے لیے - وہ بھی اٹے تم بھی آؤ -

یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے (داغ)

دھاروں دند بھی اے شیخ یار سا بھی میں (حالی)

۱۲ - خیر (سے کے ساتھ) اچھی حالت کے ظاہر کرنے کے لیے -

جیسے 'خیر سے ہیں یا خیر سے پہنچ گئے -

کبھی طنزاً - جیسے 'خیر سے آپ ملک کے بڑے ہمدرد

اور بھی خواہ ہیں -

اکثر خیر کا لفظ ابتداء کے کلام میں آتا ہے جس سے مقصود

گفتگو ختم کرنے کا ہوتا ہے 'یا ایک مضمون سے اعراض کر کے

دوسرے کے شروع کرنے کا ملشا ہوتا ہے - جیسے 'خیر یہ تو سب

کچھ ہوا اب ارادہ کیا ہے - خیر اب تشریف لے جائیے پھر

دیکھا جائے گا -

کبھی استغنا کے معنی ظاہر کرتا ہے - جیسے 'خیر کیا مفائقہ ہے -

کبھی اچھا 'یا 'بہتر' کی بجائے 'جیسے 'خیر یوں ہی سہی -

کبھی دھمکی کے لیے - جیسے 'خیر دیکھا جائے گا -

۱۳ - اچھا 'خیر کے تیسرے معنوں میں بھی استعمال ہوتا

ہے - جیسے 'اچھا یہ تو کہو تم آؤ گے کب - اچھا اب

چلتے ہو یا نہیں -

استدراکی معنوں میں - جیسے 'اچھا تو تم خواہ

منخواہ اس کے پیچھے کیوں پڑے ہو -

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا

غالب کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

کبھی اظہار تعجب کے لیے 'خصوصاً جب کسی ایسے امر

کی اطلاع ہو جو خلاف توقع ہے - اچھا یہ بات ہے - اچھا تو یہ

معاملہ یوں تھا —

مخاطب کے جواب میں کسی امر سے اتفاق ظاہر کرنے یا
یا حکم کی تعمیل کے لیے - جیسے 'اچھا جاتا ہوں - اچھا
ابھی حاضر ہوا -

جملے کی ابتدا میں محض تزنیں کلام کے لیے - جیسے '
اچھا یہ تو کہو تمہارے والد کب تک یہاں ٹھہرے گئے -
دھمکی کے لیے - جیسے 'اچھا سمجھوں گا -

۱۴ - بھلا 'جملے کی ابتدا میں محض حسن کلام کے لیے آتا ہے -
جیسے 'بھلا اس کی کس کو خیر تھی - بھلا یہ کیونکر
ممکن تھا - اچھے کے معنوں میں - جیسے -

بھلا ہوا کہ تری سب براٹیاں دیکھیں (مہر)
'کو' کے ساتھ متکاوڑے میں 'اچھا' کے معنوں میں -
جیسے 'بھلے کو وہاں موجود تھے -

میٹھانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ (داغ)
ہر ایک پوچھتا تھا کہ حضرت اُدھر کہاں
۱۵ - بارے 'مگر یا لیکن کے معنوں میں آتا ہے - جیسے 'یہ
سب کچھ سہی بارے اُسے کیا جواب دو گے -

لیکن تمیز کی حالت میں اس کے معنی 'آخر' یا 'بہر
حال' کے ہوتے ہیں - جیسے 'بارے وہ تمہارے کہنے سے مان تو
کیا - بارے گرتے پڑتے کچھ ہو تو گیا -

بارے دنیا میں رہو فزودہ یا شاد رہو

ایسا کچھ کر کے چلو یہاں کہ بہت یاد رہو

مگر یہ استعمال کم ہوتا جاتا ہے -

۱۶ - کیوں 'برائے استفہام - جیسے 'تم وہاں کیوں گئے؟ -

کبھی محض اظہار سبب کے لیے - جیسے 'میں وہاں کیوں

جاؤں جسے ضرورت ہو گی آپ آجائے گا -

فعل 'نہ ہو کے ساتھ کئی طرح استعمال ہوتا ہے :-

(۱) کبھی مخاطب کے کلام کی تائید کے لیے - جیسے ' کیوں

نہ ہو ' جب آپ جیسے قدردان ملک کے ہوں -

(۲) کبھی طلبہ یا بھی استعمال ہوتا ہے - جیسے ' کیوں نہ

ہو آپ ہی تو خاندان کے چراغ ہیں -

(۳) کبھی متحض زور دینے کے لیے - جیسے '

ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

کیسی ہی مشکل کتاب کیوں نہ ہو وہ فر فر پڑھتا چلا جاتا

ہے (یہ صورت منفی ' تاکید اثبات کے لیے استعمال ہوتی ہے) -

۱۷ - مقرر ' پہلے اکثر لکھا اور بولا جاتا تھا ' اب صرف نظم

میں رہ گیا ہے - اس کے معنی ضرور کے ہوتے ہیں - جیسے '

آتھوں کے میلے مقرر چلو (میرا انشا اللہ خاں)

مسخرہ بن کے بھی آئے گا مقرر کوئی (شبلی)

۱۸ - بلا سے ' یہ فقرہ عموماً اظہار بے پروائی کے لیے استعمال

ہوتا ہے جس کے معنی ہیں " ہماری طرف سے کچھ

بھی ہو جائے " -

دنیا میں بادشاہ ہو کوئی یا وزیر ہو

اپنی بلا سے بیتھ رہے جب فقیر ہو

(اس صورت میں اضافی حالت کے ساتھ آتا ہے)

کبھی اس کے معنی ' کم سے کم ' کے بھی ہوتے ہیں - جیسے

بلا سے یہی ہو جائے (یعنی کم سے کم یا اور کچھ نہیں تو

یہی ہو جائے) -

۱۹ - آگے ' مکان کے لیے جیسے ' آگے آؤ -

زمان کے لیے - جیسے '

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی

اب کسی بات پر نہیں آتی

۲۰ - ہونہ ہو ' تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے ' جس کے معنی

ضرور کے ہوتے ہیں - جیسے ' ہونہ ہو یہ تو دہی معلوم ہوتا ہے -

۲۱ - بعض اوقات حالیہ معطوفہ بھی تمیز کا کام دیتا ہے۔ جیسے

وہ کھلکھلا کر ہڈس پڑا - وہ زندہ کھود کے نکالا گیا -

— نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کھدو

— کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے

جو مجرے میں بیٹھو تو اُٹھو نہ جب تک

کہ اُٹھ جائیں ساتھی سب ایک ایک کر کے

۲۲ - بعض اوقات اسم بھی تمیز فعل کا کام دیتا ہے مگر ایسی

صورت میں یہ عموماً جمع میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے

اس موسم میں اناج انگلوں بڑھتا ہے۔ وہ گھٹلیوں چلتا

ہے - خوشی کے مارے اس کا دل بانسوں اُچھلنے لگا -

۲۳ - اسی طرح صفت بھی بعض اوقات تمیز کا کام دیتی ہے

جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے جیسے 'اُن کی بھلی کہی - وہ

شعر خوب کہتا ہے - میں نے بہت سمجھایا -

۲۴ - اس کے علاوہ ہندی، فارسی، عربی کے چھوٹے چھوٹے

فقرے جو حروف کے ساتھ دو دو تین تین الفاظ سے مل کر

بلتے ہیں، تمیز کا کام دیتے ہیں۔ جیسے کم سے کم، زیادہ

سے زیادہ، نامکان، حتی الوسع، بیٹھے بٹھائے، رفتہ

رفتہ، چوں کا توں، ہو بہو، وغیرہ وغیرہ -

حروف

حروف ربط

حروف ربط میں سے حروف اضافت ، حروف فاعل و مفعول کا ذکر مفصل اپنی اپنی جگہ پر کر دیا گیا ہے نیز ہندی حروف کے ماخذ و اصل سے بھی بحث ہو چکی ہے۔ اب یہاں بعض حروف ربط کا صرف استعمال بتایا جائے گا —

حروف ربط (جار) مفصلہ ذیل اسما کے بعد آتے ہیں —
۱ - اسم کے بعد جیسے احمد سے کہو —

۲ - صفت کے بعد (جب بطور اسم مستعمل ہو) جیسے بد سے بچو ،
نیک سے ملو —

۳ - ضمیر کے بعد - اس سے کہو —

۴ - فعل کے بعد - اس کے سننے میں فرق ہے —

۵ - تہیہ کے بعد - آہستہ سے نکل جاؤ —

میں

ظرف مکان کے ساتھ - جیسے ،

عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں —

وہ متجھ گلی میں ملا —

جو دل میں ہے وہ زبان پر نہیں —

ح خالی جیم کے پیٹ میں ایک نقطہ —

ملہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت —

مرد ہو تو میدان میں آؤ —

سر پر ٹوپی نہ پاؤں میں جوتا —

شیشے میں پری اتر آئی —

ظرف زمان کے ساتھ - جیسے -

آٹھ میں پانچ مدت باقی ہیں —

دیر میں آنے سے نہ آنا اچھا —

سیر کا مزا چاندنی رات میں ہے —

سال میں ایک بار ہفتے میں چار بار —

آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے —

گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ —

حالت یا کیفیت ، طور یا طریقے کے لیے جیسے : -

وہ غصے میں ہے - رنج میں یا خوشی میں ہے - وہ مارے

خوشی کے آپے میں نہیں سستا - ہوش میں آؤ - اللہ کے نام میں

برکت ہے - حرکت میں برکت - بتیس دانتوں میں ایک زبان -

نام میں کھا دھرا ہے - بات میں بات پیدا کرتا ہے - دم میں

آگیا - اس کی زبان میں اثر ہے - ہاتھ میں شفا ہے - دل میں

کھوت ہے —

اظہار نسبت کے لیے - جیسے ' عمر میں بڑا - اپنی گلی میں

گٹا بھی شیر ہے —

مقابلے کے لیے - جیسے ' مجھ میں اس میں زمین آسمان

کا فرق ہے - لاکھ میں ایک ہے - آدمی آدمی میں کیا فرق ہے -

وزن کے لیے جیسے ' تول میں کم ہے - سیر میں چار

چڑھتے ہیں —

تعداد کے ساتھ - جیسے ' دس آدمیوں میں تقسیم کرو - سو

میں کھدوں ' لاکھ میں کھدوں - بیس میں کیسے گزر ہوگا -

تین میں نہ تیرہ میں - ہم بھی ہیں پانچویں سو اوروں میں -

تمیز کے لیے (کسی دوسرے اسم سے مل کر) جیسے ' حقیقت

میں ، آخر میں ، باتوں باتوں میں ، ہنسی میں ، خوشی میں وغیرہ —

سے

کسی شے کی ابتدا یا ماخذ کو ظاہر کرتا ہے - کبھی ابتدا بہ لحاظ مکان - جیسے :-

سر سے پاؤں تک - بہا چوٹی سے ایتری تک پسینا - اس سرے سے اس سرے تک - زمین سے آسمان تک - کہاں سے کہاں تک - بہ لحاظ زمان - جیسے :-

چھ بجے سے بیٹھا ہوں - صبح سے انتظار کر رہا ہوں - کل سے یہی عالم ہے - برسوں سے اسی مضمضے میں گرفتار ہوں - مدت سے ' قدیم سے وغیرہ -

بہ لحاظ تعداد کے :-

چھ سے سات تک -

ماخذ یا اصل - جیسے :-

وہ عالی خاندان سے ہے - یہ کہاں سے آیا ہے - زمین سے نکلا ہے - عین کی آواز حلق سے نکلتی ہے - نسبت یا علاقہ - جیسے :-

مجھے کام سے کام ہے - اس سے مجھے کیا تعلق - اسے پڑھنے سے نفرت ہے - آنکھوں سے اندھا ، کانوں سے بہرا - دل سے دل کو راہ ہوتی ہے -

مقابلہ جیسے :-

وہ اس سے کہیں بہتر ہے - سختی سے شوم بہلا -

استعانت - جیسے :-

قلواری سے فتح کیا - قلم سے لکھا - قندے سے خبر لی - شاہ صاحب کی دعا سے اچھا ہو گیا -

انصراف - جیسے :-

قول سے ، بات سے ، وعدے سے پھر گیا - راستے سے لوت گیا -

علحدگی یا جدائی - جیسے :-

وہ نوکری سے الگ ہو گیا۔ کام سے گھبراتا ہے - شہر سے نکل گیا -

کام سے جی چراتا ہے - دل سے اُتر گیا -

تمیز (کسی دوسرے اسم سے مل کر) جیسے :-

خیر سے 'شوق سے' دل سے وغیرہ -

(ف) بعض جملوں میں 'ے' اور 'کے' کے استعمال سے بین فرق

پیدا ہو جاتا ہے، لہذا اس موقع پر اس کا فرق بتا دینا

منا سب معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً :-

کمرے کے باہر اور کمرے سے باہر

میں فرق ہے - کمرے کے باہر کے معنی ہیں کمرے کے باہر کی طرف

اور کمرے سے باہر یعنی کمرے کے اندر نہ ہونا - جیسے 'کمرے کے

باہر بیٹھو - کمرے سے باہر جاؤ -

اسی طرح 'کس لیے اور کس کے لیے' :-

میں فرق ہے - کس لیے کے معنی ہیں کیوں یا کس غرض سے؛ اور

کس کے لیے یعنی کس شخص وغیرہ کے واسطے -

تک

انتہا کے لیے بہ لحاظ مکان - جیسے :-

شہر تک - سر سے پاؤں تک -

بہ لحاظ زمان - جیسے :-

شام تک، مہینہ بھر یا سال بھر تک - چھ بجے تک -

عام اشیا اور خیالات کے لحاظ سے - جیسے :-

مجھ تک - اس کا نام تک نہ لیا - خبر تک نہ ہوئی - سلام

تک نہ لیا - اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے - خیال تک نہ

آیا - گمان تک نہ تھا -

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہوتے تک

پر

اصل میں اوپر سے ہے - پر کا مخفف پہ بھی (اہل لکھنؤ زبر سے اور اہل دہلی زیر سے بولتے ہیں) انہیں معنوں میں آتا ہے -
پر کسی شے کی اوپر کی سطح سے تعلق ظاہر کرتا ہے ، خواہ متصل ہو یا منفصل - اس کے بعد قربت اور درمیان کے معنوں میں بھی آتا ہے -

بہ لحاظ مکان - جیسے :-

خدا کا دیا سر پر - چہت پر - بھارس گنگا پر واقع ہے - دروازے پر کھڑا ہے -

بہ لحاظ زمان - جیسے :-

وقت پر کام آیا -

انتصار - جیسے :-

میری زندگی اسی پر ہے - ایک مجبھی پر کیا ہے ، سب کی یہی حال ہے -

خاطر کے معنوں میں جیسے :-

وہ نام پر مورتا ہے - روپے پر جان دیتا ہے -

واسطے کے معنوں میں - جیسے :-

کام پر گیا ہے - مہم پر گیا ہے -

طرف کے لیے - جیسے -

اس کی باتوں پر نہ جانا - اس پر کسی کا خیال نہ گیا -

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو

دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

آگے

مکان کے لیے آتا ہے - جیسے :-

گوہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے

رہنے دو ابھی ساغر و میڈا مرے آگے

مقابلے کے لیے - جیسے ' میرے آگے اس کی کیا حقیقت

ہے - یعنی میرے سامنے۔

زمان کے لیے - جیسے -

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی اب کسی بات پر نہیں آتی
ساتھ

ایک تو معیت کے عام معنوں میں ہے دوسرے جب ضمیر
کے ساتھ آتا ہے تو باوجود اور باوصف کے معنی دیتا ہے - جیسے
اگرچہ اس وقت اس نے صاف جواب دے دیا ' لیکن اسی کے
ساتھ آئندہ کا وعدہ بھی کیا -

حروف عطف

۱ - دو لفظوں یا جملوں کو ملانے کے لیے ' اور ' عام طور
پر استعمال کیا جاتا ہے ' لیکن اکثر حالیہ معطوفہ
اس کی ضرورت کو دفع کر دیتا ہے اور وہ فصیح
بھی ہوتا ہے مثلاً " وہ کل ہی مجھ سے ملا اور واپس
گیا " کہنے کے بجائے " وہ کل ہی مجھ سے مل کر واپس
گیا " کہنا زیادہ فصیح ہے -

ایسے الفاظ میں جو دو دو ساتھ آتے ہیں اور
مل کر ایک مفہوم پیدا کرتے ہیں ' (خواہ معنوں میں
متضاد ہوں یا مترادف) کسی حرف عطف کا داخل نہ
ہونا ہی درست ہے بلکہ حرف عطف کا لانا خلاف محاورہ
اور غیر فصیح ہو گا - جیسے

ہاتھ پاؤں میں سکت نہیں - کھیل کود میں رہتا ہے - دن
رات یہی مشغلہ ہے - برے بھلے میں تمیز نہیں - نہ کھہ سکھ
میں کام آنے والا - چلتے پھرنے سے معذور ہے - کام کاج ' دوست
دشمن ' ایذا پر ایا ' آج کل ' کھانا پینا ' رونا جھپکنا ' لکڑا
لولا ' سینا پرونا ' لین دین ' سوچ ساچ کر ' سمجھا بوجھا کر
پہتے پرانے کپڑے ' چھوٹے بڑے ' امیر غریب ' ادنیٰ اعلیٰ
و غیرہ و غیرہ - (فارسی میں بخلاف اس کے ایسے مقامات

پر عموماً حرف عطف استعمال ہوتا ہے) —

ہندی کا 'اور' اور فارسی کا 'و' دونوں ایک ہی معنوں میں آتے ہیں۔ لیکن استعمال میں یہ فرق ہے کہ 'و' صرف فارسی عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے 'ہندی الفاظ کے ساتھ اس کا استعمال خلاف فصاحت خیال کیا جاتا ہے —

(۱) بعض اوقات 'اور' جن دو جملوں کو ملاتا ہے ان کے افعال سے دو کاموں کا 'تقریباً ایک ساتھ واقع ہونا ظاہر کرتا ہے۔ جیسے 'تم آئے اور وہ چلا۔ تم گئے اور آفت آئی۔ تم اُٹھے اور وہ بھاگا —

(۲) ایسے جملوں میں ماضی 'مستقبل کے معنی دیتی ہے۔ (ب) کبھی دھمکی کے معنی دیتا ہے۔ جیسے 'پھر تم ہو اور میں ہوں۔ اب تم جانو اور وہ جانے۔

(ج) کبھی لزوم کے لیے 'یعنی ایسا تعلق ظاہر کرنے کے لیے جس میں جدائی یا علیحدگی ممکن نہ ہو۔ جیسے 'تیرا دامن ہے اور میرا ہاتھ۔ میں ہوں اور تیرا در۔ یہ نیلا آسمان ہے اور میں ہوں۔

۲۔ بعض اوقات 'نیز' بھی 'اور' کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے 'اس کا سارا ساز و سامان نیز جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ اس کے حوالے کر دی گئی۔

۳۔ نہ 'نہ ... نہ' یا 'یا ... یا' خواہ 'چاہے کے علاوہ 'کہ' بھی حرف تردید کا کام دیتا ہے۔ جیسے 'کوئی ہے کہ نہیں۔

کہا شکایت کوئی تمہاری کرے

تم کو کیا ہے کوئی جہے کہ مرے

(یہ حرف 'کہ' سنسکرت کے لفظ کینوا یا کنہا بمعنی یا سے

بنا ہے۔ مرہٹی میں بھی کیلوا ہے 'لیکن نہپالی میں مثل اُردو یا ہندی کے 'کہ' ہی مستعمل ہے کہ ان معنوں میں اکثر استفہامیہ جملوں میں آتا ہے) —

بعض اوقات حرف تردید متخذ وف بھی ہوتا ہے - جیسے 'ملو نہ ملو' وہاں اس کی پرسش نہیں -
(یہاں یا متخذ وف ہے) -

۴ - جو 'شرطیہ معنوں میں بھی کبھی کبھی آتا ہے -
شرط | جیسے 'میں جو وہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ
بے ہوش پڑا ہے - یہ عموماً بول چال اور نظم میں زیادہ تر
استعمال ہوتا ہے -

حروف عطف شرطیہ بعض اوقات متخذ وف بھی ہوتے ہیں -
جیسے 'وہ نہیں مانتا تو میں کیا کروں -
جب 'اول بمعنی جس وقت جیسے' جب میں آؤں تو
انہیں اطلاع کر دینا -

دوسرے بمعنی اسی وقت (بطور تمیز) جیسے یہ کام جب
(یا جب ہی) ہو سکتا ہے کہ وہ بھی مدد دے -
اس صورت میں جب کے ساتھ ہی بھی آتا ہے اور جواب
میں بجائے 'تو' کے 'کہ' استعمال ہوتا ہے -
تیسرے بمعنی تب - جیسے 'لکھنے پڑھنے میں بڑی سخت
مہنت کرنی پڑتی ہے' جب کچھ آتا ہے -

جب اکثر تک سے مل کر آتا ہے اور شرطیہ معنی دیتا ہے -
جیسے 'جب تک میں نہ آؤں تم وہاں سے نہ ہلنا - یہ عموماً
حرف نفی (نہ یا نہیں) کے ساتھ استعمال ہوتا ہے -
بعض اوقات بغیر حرف نفی کے بھی استعمال ہوتا ہے اور
اُس وقت اس کے معنی جس وقت تک کے ہوتے ہیں - جیسے '
جب تک میں یہاں ہوں' تمہیں کوئی اندیشہ نہیں -

۵ - تب' اور تو شرطیہ جملوں میں شرط کے جواب میں
آتے ہیں - اس لیے ان کو حرف جزا کہتے ہیں - تب کا استعمال
جزا کے لیے بہت کم ہو گیا ہے -

نہیں تو' وگرنہ اور ورنہ' بھی شرطیہ معنوں میں آتے

ہیں۔ جیسے 'آتے ہو تو آؤ نہیں تو میں جاتا ہوں وغیرہ -
استدراک

۶۔ گو، اگرچہ، مگر، لیکن، بلکہ، پر، استدراکی معنوں
میں آتے ہیں۔ اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں یا تو
(۱) قول ماقبل کی مخالفت یا

(۲) اس میں تغیر بوجہ تو سہج معافی یا

(۳) قول ماقبل کے محدود کرنے کے لیے —

حروف ملد رجۃ بالا میں مگر، لیکن، پر، اکثر، گو اور
اگرچہ کے جواب میں آتے ہیں۔ جیسے، جانتے سب ہیں پر زبان سے
کوئی نہیں نکالتا۔ اگرچہ تم ہر فن میں کمال رکھتے ہو لیکن قسمت
کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ پشتینی امیر ہے، مگر مزاج
فقہروں کا سا پایا ہے۔ گو وہ بظاہر خوش ہے لیکن دل کا
مالک اللہ ہے —

چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں

مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

کم تو کیا ہوتا بلکہ اور بڑھ گیا —

ولے، ولہک، لیک، بجائے لیکن کے صرف نظم میں استعمال

ہوتے ہیں —

پر کا مخدوف یہ بول چال کے فقروں اور نظم میں اکثر

آتا ہے جیسے

سمجھہ ہم کو آئی یہ نا وقت آئی

اگرچہ اور گو کے جواب میں تو بھی اور تا ہم بھی

استعمال ہوتے ہیں —

سو، بھی کبھی ان معنوں میں آتا ہے جیسے

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

استثنا

۷۔ حروف عطف جو استثنا کے لیے آتے ہیں یہ ہیں 'الا' مگر

اور بعض اوقات لیکن - جیسے، سب آے مگر احمد نہ آیا -
سب نے حامی بھری الا اس بندے نے —

علت

۸ - حرف علت جو علت یعنی سبب کے ظاہر کرنے کے لیے عموماً استعمال ہوتے ہیں یہ ہیں —

کہ ' کیونکر ' اس لیے کہ ' اس واسطے کہ ' تاکہ ' لہذا -
جیسے ' کوشش کیے جاؤ کہ اسی میں کامیابی کا راز ہے - محبت پیدا کرو کیونکہ عالم اسی پہ قائم ہے - اُن سے ضرور ملو اس لیے کہ اُن سے ملنا باعث سعادت ہے - وہ خود گیا ' تاکہ سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے —
اس لیے اور لہذا ' چونکہ ' کے جواب میں آیا کرتے ہیں جیسے —

چونکہ وہ ناراض ہیں لہذا میں بھی اُن سے نہیں ملتا —
کبھی ' جو ' بھی علت کے لیے آتا ہے جیسے ' فقیر کے دل میں اُس کی کچھ ایسی ہی محبت ہے جو ایسے وقت میں بھی اسی کا دم بھرتا ہے —

مقابلہ

۹ - جیسا (جیسے) اور گویا بعض وقت عطف کا کام دیتے اور صرف تشبیہ یا مقابلے کے لیے آتے ہیں جیسے ' وہ لکڑی اس طرح دکھی تھی جیسے کوئی انسان کھڑا ہو - ہرگز ہوا اُس کو نہیں لگتی گویا فانوس اُس کی آسمان ہے (باغ و بہار) —
بیانہ

۱۰ - کہ حرف بیانہ ہے ' اور ہمیشہ دو جملوں کے ملانے کے لیے آتا ہے - جیسے ' میں سمجھا کہ اب وہ نہ آے گا -

یہ حرف عموماً مقولے کے بعد آتا ہے یا مقصد ' ارادہ ' امید ' خواہش ' رجحان ' حکم ' نصیحت ' یا مشورہ ' قر ' (بازت) ' کہ میں ' ضرورت یا فرض کے اظہار کے لیے استعمال

ہوتا ہے جیسے

میرا ارادہ ہے کہ اب یہاں سے چل دوں —

میں نے کہا کہ تمہارے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں —

میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی

ہنس کے ستم ظریف نے مسجھکو اُٹھا دیا کہ یوں

تم کو لازم ہے کہ اب وہاں نہ جاؤ۔ اُسے چاہیے کہ ایسا نہ

کرے۔ اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ خانہ نشین ہو جائے۔ - مجھے

دُر ہے کہ وہ آنے جائے۔ اگر اس کی یہ آرزو ہے کہ اس بارے

میں کامل تحقیق کرے تو کسی ماہر فن سے ملنا چاہیے۔ -

میری رائے یہ ہے کہ تم اب چل دو وغیرہ —

کبھی ضمیر موصولہ کے بعد آتا ہے۔ جیسے 'جو رائے کہ تم

نے ظاہر کی وہ صحیح نہیں ہے —

اسی طرح جب کے ساتھ بھی مل کر آتا ہے۔ جیسے 'جب

کہ وہ یہاں نہیں ہے تو تمہیں ایسا کرنا لازم نہیں —

حروف تخصیص

حروف تخصیص یا حصر میں 'ہی' کا مفصل ذکر پہلے

ہو چکا ہے۔ 'تو' کے متعلق البتہ یہاں کسی قدر بیان کرنا

ضروری معلوم ہوتا ہے —

(۱) تاکہ فعل جیسے 'سو تو۔ کہو تو وغیرہ۔

(۲) تکمیل مقصد جیسے 'یہ کہہ دو' تو چلے گئے۔ سارا

سامان مہیا کر کے وہ تو الگ ہو گئے۔ (یعنی جو کام ان کے ذمے

تھا اس کی تکمیل کر دی) —

(۳) خاص قسم کا زور ظاہر کرتا ہے۔ جیسے 'جسے تم تلاش

کرتے تھے وہ میں ہی تو ہوں' جس کے سامنے ایک عالم سر

جھکتا ہے وہ یہی تو ہے —

(۴) دھمکی کے لیے۔ جیسے 'دیکھو تو وہ کیسے کرتا ہے۔

ان معنوں میں اکثر سہی کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ جیسے'

آے تو سہی —

’ہی‘ حرف تخصیص ہمیشہ ان الفاظ کے متصل آتا ہے جن کی تخصیص یا تاکید مقصود ہوتی ہے سوائے ضمیر متکلم ’میں‘ کے جب کہ اس کے ساتھ علامت فاعل ’نے‘ آئے۔ اس صورت میں ’نے‘ ان کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ جیسے ’میں نے ہی کہا تھا۔ باقی حالتوں میں ہمیشہ متصل آتا ہے۔ جیسے‘ اسی نے کہا تھا وغیرہ —

’تو‘ بھی ہمیشہ اُسی لفظ کے ساتھ آتا ہے جس کی تخصیص کرتا ہے، مگر جب فاعل و مفعول اور اضافت کی علامتیں یا حرف ربط آتے ہیں تو ان کے بعد آتا ہے۔ جیسے ’تم کو تو خبر تک نہ ہوئی میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اس کا تو کام ہی تمام ہو گیا —

تو اور ہی مل کر بھی آتے ہیں۔ جیسے ’یہ میں ہی تو تھا۔ تم ہی تو تھے —

’ہو تو ہو‘ میں پورے فقرے کے ساتھ ’تو‘ خاص معنی رکھتا ہے۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کہ کسی امر کے متعلق آخری چارہ کار بتانا مقصود ہو۔ جیسے —

موت ہی سے کچھ علاج دردِ فرقت ہو تو ہو

غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو



تکرار الفاظ

تکرار لفظی اردو زبان کی بڑی خصوصیات میں سے ہے اس لیے ہم نے یہ مناسب خیال کیا کہ اس خصوصیت کا ذکر مختصر طور پر علیحدہ کیا جائے۔

اردو میں تمام اجزائے کلام (یعنی اسم، صفت، ضمیر، فعل، تمیز) سوائے حروف ربط و عطف کے ایک ہی ساتھ مکرر استعمال ہو سکتے ہیں۔ الفاظ کے دوہرانے سے اکثر 'ہر ایک' کے معنی پیدا ہوتے ہیں نیز اختلاف، زور، تاکید یا مبالغہ کا اظہار ہوتا ہے۔
۱۔ اسم کی تکرار سے 'ہر ایک' کے معنی پیدا ہوتے ہیں مکرر وہ سب پر شامل ہوتا ہے۔ جیسے 'گھر گھر عید ہے'۔ یعنی ہر گھر میں۔

کبھی یہ اضافت کے بعد آتا ہے یعنی وہ اسم جس کی تکرار ہوتی ہے وہ مضاف واقع ہوتا ہے۔ جیسے 'میرا رواں رواں اس کو دعا دے رہا ہے' (یعنی ہر ایک رواں)۔
بعض وقت اضافت کے ساتھ بھی 'ہر ایک' کے معنی میں آتا ہے مگر سب پر شامل نہیں ہوتا۔ مثلاً 'وہ برس کے برس آتا ہے یعنی ہر برس'۔

۲۔ کبھی مختلف کے معنی نکلتے ہیں۔ جیسے 'ملک ملک کا جانور وہاں جمع تھا' (یعنی مختلف ملکوں کے جانور)۔
- کبھی اسم کی تکرار سے زور، مبالغہ یا تاکید نکلتی ہے۔ جیسے 'دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ لیلیٰ ہی لیلیٰ پکارتا رہا۔'

(ا) یہ استعمال جو اکثر 'ہی' کے ساتھ ہوتا ہے 'بعض اوقات جب پہلا اسم جمع ہو تو بغیر 'ہی' کے بھی آتا ہے - جیسے 'ہاتھوں ہاتھ' راتوں رات -

(ب) بعض اوقات پہلے اسم کے بعد اضافت کا حرف آتا ہے یعنی دونوں کے بھیچ میں حرف اضافت ہوتا ہے - جیسے 'اتنا پڑھا مگر بیل کا بیل ہی رہا - یا جاہل کا جاہل ہی رہا - آدمی کیا ہے دیو کا دیو ہے یا دھوکا دھو ہے -

(ج) بعض اوقات اس قسم کے تکرار سے کل کے معنی پیدا ہوتے ہیں - جیسے 'خاندان کا خاندان' (یعنی کل خاندان) 'قوم کی قوم' شہر کا شہر اسی میں مبتلا ہے - آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے - ایک شعر کیا فzul کی فzul مرصع ہے -

(د) کثرت کے معنی بھی آتے ہیں - جیسے درختوں کے جھلنے کے جھلنے کھڑے تھے - دیوان کے دیوان پڑھ ڈالے - جنگل کے جنگل کاٹ ڈالے - خم کے خم پی گیا - ہرنوں کی قطاریں کی قطاریں کھڑی تھیں -

(ذ) کبھی اس تکرار سے کام جاری رہنا پایا جاتا ہے - جیسے سوک کے کنارے کنارے چلا جا -

(و) بعض اوقات تکرار لفظی سے (اضافت کے ساتھ) تقلیل ظاہر ہوتی ہے - جیسے 'رات کی رات ملاقات رہی - سیلے میں قلم کو لے قطرے کا قطرہ رہا

بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے چور
وہ بات کی بات میں بگڑ گیا (یعنی ذرا سی بات میں) -
وقت کے وقت یعنی فی الفور -

(ز) کبھی ایک جملے میں دو لفظوں کا تکرار ہوتا ہے اور اس سے ہر دو کی شمولیت ظاہر ہوتی ہے - جیسے

روپیہ کا روپیہ کیا اور عزت کی عزت (یعنی روپیہ اور عزت دونوں گئے) - وہ آدمی کا آدمی ہے اور بلند کا بلند (یعنی آدمی بھی ہے اور بلند بھی۔ آم کے آم کھائے اور سیر کی سیر ہوئی) —

(ح) مثل ہے کہ ”دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی“ یعنی دودھ الگ اور پانی الگ (پورا انصاف) 'کھوٹے کھوٹے کی پوری پر کھے' —

کبھی ایک اسم کا تکرار اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے بیچ میں 'الف' بطور حرف ربط کے آتا ہے اور معنی مبالغہ یا زیادہ یا جاری رہنے کے ہوتے ہیں جیسے 'مارا مارا - دوزا دوزا -

۴۔ صفات کے تکرار سے بھی یہی معنی پیدا ہوتے ہیں یعنی اسم کی طرح ہر ایک یا کل کے معنی دیتے ہیں۔ جیسے 'شہر کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے - چھوٹے چھوٹے ایک طرف ہو جائیں اور بڑے بڑے ایک طرف -

(۱) بعض اوقات اختلاف (یعنی مختلف ہونا) ظاہر ہوتا ہے - جیسے 'نئے نئے کام - انوکھی انوکھی باتیں (مختلف قسم کی)

(۲) اظہار مبالغہ یا امتیاز کے لیے - جیسے 'میٹھی

میٹھی باتیں - کھٹے کھٹے آم - سفید سفید دانے -

اُجلے اُجلے کپڑے - مثلاً اُس کی میٹھی میٹھی باتوں

نے دل مڑا لیا - سفید سفید دانے ایک طرف کر دو اور

کالے کالے ایک طرف - اُجلے اُجلے کپڑے الگ نکال لو -

کبھی بیچ میں اضافت بھی آتی ہے جیسے - نلگے کا نلگا

بھوکے کا بھوکا وغیرہ —

(۳) تغلیل کے لیے - جیسے 'دال میں کچھہ کالا ہے -

اش میں کچھہ سفید سفید د کھائی دیتا ہے -

(۴) اسی طرح اعداد بھی بہ تکرار آتے ہیں —

(۱) ہر ایک کے معنے میں - جیسے ان کو چار چار روپے

ملے - یہ استعمال حالہ معطوفہ ' کر کے ' کے ساتھ

بھی ہوتا ہے - جیسے دو دو کر کے گئے - ایک ایک

کر کے آئے —

(ب) جب عدد مرکب ہو تو صرف آخری حصے کا تکرار ہوتا

ہے جیسے ' ایک روپیہ آٹھ آٹھ آنے دیے —

(ج) آٹھ روپیہ دے دو اور آٹھ آٹھ روپے دے دو - ان

دونوں میں فرق ہے - پہلے جملے کا مطلب ہے کہ کل

روپے جو دیئے گئے ہیں آٹھ ہیں - دوسرے جملے کے

یہ معنے ہیں کہ فی کس آٹھ روپے دو —

اسی طرح چار چار پہر بیٹھا رہتا ہے - یعنی ہر دفعہ جب

وہ آتا ہے تو چار پہر گزار دیتا ہے - تین تین کھلتے کے بعد

کھاؤ یعنی ہر تین کھلتے کے بعد - آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ اور آٹھ

آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ - ان دو جملوں کے معنوں میں بھی

فرق ہے - پہلے کے یہ معنے ہیں کہ کل آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ -

دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ٹکٹ آٹھ آنے کا ہو —

۶ - ضائر بھی بہ تکرار آتی ہیں —

(۱) الگ الگ کے معنوں میں - جیسے ' وہ اپنے اپنے گھر سدھارے -

(ب) مختلف کے معنوں میں - جیسے ' جو جو جس کا طالب

ہو حاضر ہو جائے - اس نے کیا کیا نہ کہا اور میں نے

کیا کیا نہ سنا —

(ج) کوئی اور کچھ کی تکرار سے کسی یا ثقلیل ظاہر ہوتی

ہے - جیسے ' اب بھی کوئی کوئی مل جاتا ہے - کچھ

کچھ درد باقی ہے —

کبھی بیچ میں ' نہ ' حائل ہوتا ہے - جیسے ' کوئی

نہ کوئی مل ہی رہے گا - کچھ نہ کچھ ضرور کہتے

رہتے ہیں —

۷-۱ افعال کا تکرار حالہ تک محدود ہے اور اردو زبان

کے متبادرے میں اس کا استعمال بکثرت ہے —

(۱) (۱) فعل کا تکرار محض، یعنی فعل کا متواتر ہونا - جیسے

یہ لکڑیاں بہہ بہہ کر آتی ہیں۔ وہ پوچھتے پوچھتے یہاں

نک پہنچ گیا۔ مکھیاں پھولوں پر آکر بیٹھتی ہیں۔

(۲) (۲) بعض اوقات تکرار سے مبالغہ یا کثرت ظاہر ہوتی

ہے - جیسے، 'میں کہتے کہتے تھک گیا - روتے روتے اس

کی آنکھیں سوچ گئیں - دودو کر اپنا حال کہلے لگا -

ہلستے ہلستے پیٹ میں بل پڑ گئے - پانی پیٹے پیٹے

پیٹ اپہر گیا —

مرے آشیاں کے توتے چار تلکے

مکان اُڑ گئے آندھیاں آتے آتے

تن تن کے بیٹھا تھا - پوہتے پوہتے اندھا ہو گیا —

حالہ تمام کبھی کبھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے - جیسے،

وہ دوڑا دوڑا پھر رہا ہے - وہ مارا مارا پھر رہا ہے —

(۳) (۳) کبھی فعل کی طوالت اور جاری دھلے کو بتاتا ہے -

جیسے، 'اسی طرح چلتے چلتے منزل مقصود کو پہنچ

گئے - اُم پڑے پڑے سو گئے - سیکھتے سیکھتے آہی جاتا

ہے - لکھتے لکھتے خط اچھا ہو ہی جاتا ہے —

(۴) (۴) کبھی مختلف یا کثرت کے معنی دیتا ہے - جیسے، 'وہ

پیتھرے بدل بدل کر آتا ہے یا نام بدل بدل کر یا بھیس

بدل بدل کر آتا ہے - شعر یا قصے سنا سنا کر خوش کرتا

ہے - کھانے کھانے کھلا کھلا لیا —

(۵) (۵) بعض اوقات آہستہ آہستہ یا رفتہ رفتہ کے معنی ہوتے

ہیں؛ خاص کر "ہوتے ہوتے" تو ان معنوں میں بہت

آتا ہے - علاوہ اس کے دوسرے افعال بھی ان معنوں

میں آتے ہیں جیسے —

نہیں کھول اے داغ یاروں سے کھدو
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے
(۶) 'دیکھتے دیکھتے' دفعۃً یا بہت کم عرصے کے معنوں
میں آتا ہے جیسے 'وہ دیکھتے دیکھتے بڑا آدمی ہو گیا۔
(یعنی ہمارے دیکھتے دیکھتے یعنی بہت کم عرصے
میں 'یکایک) —

(۷) کبھی تکرار سے یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ ابھی ایک
کام ہونے نہیں پایا تھا کہ دفعۃً کوئی اور واقعہ ہو گیا۔
جیسے وہ کہتے کہتے رک گیا۔ وہ جاتے جاتے رہ گیا۔
سانپھلتے سانپھلتے گر پڑا —

(۸) جب کسی کام کے اثنا میں رکاوٹ ہو جاتی ہے تو بھی
حالیہ کا تکرار آتا ہے۔ جیسے 'وہ پڑھتے پڑھتے سو گیا۔
وہ قصہ سناتے سناتے یکبارہ چپ ہو گیا۔ مرنے مرنے بچا۔
"اجل مرنے تو کہاں آتے آتے"

(۹) بعض اوقات پہلا فعل مذکور ہوتا ہے اور دوسرا مونث
جیسے 'دیکھا دیکھی' 'درا دی' —

(۱۰) بعض اوقات فعل لازم اور اسی کے متعدی کا حالیہ
مستحضر میں مل کر آتے ہیں جیسے 'خواہ مخواہ'
بیٹھے بیٹھے مصہبت میں پھنس گئے۔ مگر یہ سماعی
ہے ہر فعل کا استعمال اس طرح نہیں ہو سکتا —

دونوں مل کر کبھی صفت کا کام بھی دیتے ہیں۔
جیسے 'سنی سنائی باتوں پر نہ جاؤ۔

(۱۱) بعض اوقات لازم یا متعدی کا حالیہ دوسرے فعل لازم کے
ساتھ آتا ہے اور ان کے درمیان 'نہ' حرف نفی واقع
ہوتا ہے۔ جیسے 'مارے نہ مرے۔ مٹائے نہ مٹے۔ اس سے
بھی کلام میں زور پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۱۲) کبھی زور اور تاکید کے لیے ماضی مثبت اور منفی کا بھی تکرار ہوتا ہے لیکن حرف 'پر' بیچ میں ضرور آتا ہے۔
جیسے 'گیا پر گیا - نہ ہوا پر نہ ہوا -

(۱۳) کبھی خاص طور پر متوجہ کرنے کے لیے امر کو بہ تکرار بولتے ہیں - جیسے 'دیکھو دیکھو یہ کہا ہو رہا ہے - سناو سناو یہ کوئی گا رہا ہے - اسی طرح ہتھو ہتھو بچو بچو!

۸ - تمیز کے الفاظ بھی زور اور تاکید کے اظہار کے لیے بہ تکرار آتے ہیں 'جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے - جیسے 'جہاں 'جہاں 'جوں جوں 'روز روز' ہمیشہ ہمیشہ' ہولے ہولے 'ہرگز ہرگز' کبھی کبھی 'کہاں کہاں' کہیں کہیں - کبھی نفی کے ساتھ جیسے کہیں نہ کہیں 'کبھی نہ کبھی -

(۱) انہیں معلوم میں حرف کے ساتھ بہ تکرار آتا ہے - جیسے 'وہاں کا وہیں رہ گیا - اسی طرح یہاں کا یہیں یا جہاں کا تھاں - یہ سب تکرار زور پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں -

(یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حرف اضافت اس اسم کے مطابق ہوگا جس سے یہ متعلق ہے - یعنی اگر مؤنث کے لیے ہے تو یہاں کی یہیں ہوگا اور اگر مذکر کے لیے ہے تو یہاں کا یہیں) -

اسی طرح جیسے جیسے 'کیسے کیسے وغیرہ بھی مستعمل ہیں -

(۲) مبالغے کے لیے جیسے 'وہ مجھے سے دور دور رہتا ہے - وہ ہم سے الگ الگ پھرتا ہے -

۹ - حروف ربط بھی اسی طور پر متساوے میں بہ تکرار آتے ہیں اور ان سے معلوم میں ایک خفیف سا تغیر پیدا ہو جاتا ہے - جیسے 'ادھر ادھر وہ تھے اور بیچ بیچ میں ہم -

کبھی زیادہ زور دینے کے لئے اور عین وسط کے ظاہر کرنے کی خاطر پہلا بیچ جمع میں لاتے ہیں۔ یعنی بیچوں بیچ۔ جیسے صحن کے بیچوں بیچ یا تالاب کے بیچوں بیچ۔ —
 اسی طرح میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ وہ آگے آگے جا رہے تھے۔ وہ اُن کے ساتھ ساتھ تھے۔ —

نحو ترکیبی

جملوں کی ساخت کے باب میں

مفرد جملے

(جملے کے اجزاء)

اُردو میں بھی دنیا کی اور زبانوں کی طرح جملے کے

اصل عناصر دو ہیں - ایک مبتدا دوسرا خبر - ان میں

مبتدا وہ شخص یا شے ہے جس کا ذکر کیا جاتا ہے -

خبر، جو کچھ اس شخص یا شے کی نسبت ذکر کیا جائے -

اُردو میں مبتدا مفصلہ ذیل اجزاء کلام ہو سکتے ہیں -

(۱) اسم یا ضمیر فاعلی حالت میں -

(۲) دو یا دو سے زائد اسم یا ضمیریں فاعلی حالت میں -

(۳) صفت یا اعداد فاعلی حالت میں -

(۴) مصدر -

(۵) کوئی فقرہ یا جملہ -

مثالیں

(۱) احمد آیا - وہ گیا -

(۲) شہر اور بکری ایک گھات پانی پیتے ہیں - ہم تم مل کر

جائیں گے -

(۳) دو وہاں ہیں چار یہاں - کوئی شریف ایسی بات

نہ کہے گا -

(۴) دونا اچھا نہیں۔ لکھنا پڑھنے سے مشکل ہے —

(۵) دھلی پہنچنا آسان نہیں۔ اس سے معاملہ کرنا مشکل ہے۔

کامل جملہ جو بطور مبتدا کے استعمال ہوتا ہے، اس کا ذکر مرکب جملے کے بیان میں آئے گا —

بعض اوقات اسم ظرفی حالت میں جو 'تک' کے ساتھ آتا ہے مبتدا ہوتا ہے۔ جیسے، 'تک تک نہ رہا۔ گھر تک جل گیا۔

بعض اوقات مبتدا متذوف ہوتا ہے —

(۱) جہاں قریلے سے آسانی کے ساتھ مبتدا معلوم ہو سکتا ہے، مثلاً

خطاب یا استفہام میں۔ جیسے، 'کیا وہ گیا؟' ہاں گیا۔

بھائی جان! یہ کیا صورت بنائی ہے —

(۲) جب کہ صورت فعل سے فاعل ظاہر ہو جیسے، 'سودھوں'

'مظلوم ہوں'، مہرے حال پر رحم کرو۔ جاؤ اپنا کام کرو —

(۳) ضرب الامثال اور اسی قسم کے دوسرے جملوں میں اختصار

کے خیال سے۔ جیسے، 'ناچ نہ بنانے آنگن تھوڑا —

خبر'، مفصلہ ذیل اجزائے کلام ہو سکتے ہیں —

(۱) فعل۔ جیسے، 'میں کہتا ہوں —

(۲) اسم یا ضمیر۔ فاعلی یا اضافی حالت وغیرہ میں۔ جیسے،

اس کا نام احمد ہے۔ وہ ملکہ کا بیٹا ہے۔ وہ چہت پر ہے۔

یہ گھر کس کا ہے۔ یہ رعب و داب کسی میں نہیں —

(۳) صفت۔ جیسے، 'وہ شخص بڑا جری اور دلیر ہے —

(۴) عدد۔ جیسے، 'اس کا قد چھ فٹ ہے —

(۵) کوئی لفظ یا فقرہ جو بطور اسم استعمال کیا جائے۔ جیسے،

میں شاہ ایران کا بھیجا ہوا ہوں —

بعض اوقات فعل جو بطور خبر لے آتا ہے، متذوف ہوتا ہے۔

جیسے، 'وہ جہاں جہاں گیا لوگوں نے سر اور آنکھوں پر بٹھایا،

کسی نے مذہبی پیشوا سمجھ کر اور کسی نے متعصب وطن مان کر۔

تھرے سر پر خاک —

فعل ناقص بھی، جسے بعض قواعد نویسوں نے ربط سے بھی

تعبیر کیا ہے، کبھی کبھی محذوف ہوتا ہے۔

(۱) مفرد بیان میں جہاں اس کا حذف آسانی سے سمجھ

میں آسکتا ہے۔ جیسے: اُسے نہ کسی کے نفع سے غرض نہ

ضرر سے کام۔ تیرے سر پر خاک۔ ایک کا نام احمد

دوسرے کا نام محمود۔

(ب) مقابلے میں بھی اکثر محذوف ہوتا ہے۔ جیسے:

ایسی بلی سنوری جیسے دلہن۔

(ج) منفی جملوں میں۔ جیسے اُسے خبر نہیں۔

ف۔ ایسے جملوں میں فعل ناقص کا حذف صرف بظاہر ہے

کیوں کہ 'نہیں' جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے، نہ اور

فعل ناقص کی قدیم صورت آہیں سے مرکب ہے۔

(د) ضرب الامثال وغیرہ میں عموماً محذوف ہوتا ہے۔ جیسے

غریب کی چورو سب کی بھا بھی۔ چوری کاگز مہٹھا۔

(۴) نظم میں بھی عموماً محذوف ہوتا ہے۔

ہونا اگرچہ فعل ناقص ہے لیکن کبھی کبھی بطور فعل

لازم یعنی فعل صحیح بھی آتا ہے۔ جیسے، خدا ہے۔ اس فعل کا

تمام زبانوں میں یہی حال ہے، اور اس لیے اس کا ان دو

صورتوں میں امتیاز کرنا ضرور ہے۔

جیسا کہ اور زبانوں میں ہے اسی طرح اردو میں بھی مبتدا

اور خبر کی توسیع مختلف الفاظ کے اضافے سے ہوتی ہے۔ یہ الفاظ

ازدروے قواعد ان کے متعلقات ہوتے ہیں۔ جس طرح ان کی

توسیع ہوتی ہے اسی طرح الفاظ کے اضافے سے بعض اوقات ان

کے معنی متحد و بھی ہو جاتے ہیں۔

مبتدا کی توسیع

۱۔ اسم سے یا ایسے اسم سے جو بطور بدل کے آتا ہے، ہوتی ہے۔ مثلاً۔

(۱) دہلی شہر بہت قدیم ہے۔ داکٹر صدیقی پرنسپل

کلیۃ جامعۃ عثمانیہ تشریف لائے —

(ب) سب گھر والے کھا چھوٹے کھا بڑے اس سے مصہبت کرتے

ہیں۔ یہاں 'کھا' متبادل میں توضیح و توسیع

کے لیے استعمال ہوا ہے۔

(ج) میں، آپ کا ادنیٰ غلام، ہر وقت آپ کی خدمت کے لیے

حاضر ہوں۔ یہاں 'میں' کا بدل "آپ کا ادنیٰ غلام" ہے

۲۔ متبدا کی توسیع صفت سے بھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں

ہمیں صفت کی دونوں صورتیں (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے)

یعنی توصیفی اور خبری میں امتیاز کرنا ضرور ہے۔

(۱)۔ توصیفی صورت میں صفت اسم کے قبل آتی ہے اور

دونوں مل کر ایک خیال قائم کرتے ہیں۔ جیسے یہ

خوبصورت تصویر ملکہ کی ہے۔

(ب)۔ خبری صورت میں صفت اسم کے بعد آتی ہے اور اسم

سے الگ خیال کی جاتی ہے، گویا جملے کی خبر ہے۔

جیسے یہ مصہبت تل جاے تو میں بے کھٹکے کام کروں۔

وہ بہت ناتواں ہو گیا ہے۔

۳۔ متبدا کی توسیع ایسی ضمیر سے بھی ہوتی ہے جو بطور صفت

کے آتی ہے۔ جیسے 'یہ بچہ بڑا شیر ہے۔ جو بات کی خدا

کی قسم لا جواب کی۔

۴۔ اعداد سے۔ جیسے 'دو سو آدمی آکھڑے ہوئے۔ اتنے میں

دونوں بھائی آپہنچے۔

۵۔ اضافی حالت سے۔ جیسے 'اب میرے دل کا ارمان نکلا۔

مدرے کے سارے لڑکے حاضر کیے گئے۔

بعض اوقات مضاف الیہ متحذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے 'مجھے

بڑی فکر تھی کہ اتنی تھوڑی تلخوواہ میں تمہاری گزر کھسے

ہو کی (یعنی اس کی بڑی فکر تھی)۔

۶۔ حالہ سے۔ جیسے 'ایک اجڑا گاؤں۔ اڑتا ہوا پرندہ۔ مرا ہوا جانور۔

بعض اوقات اس کا استعمال بھی بطور خبر کے ہوتا ہے -

جیسے 'سڑک پر ایک جانور سنسکتا ہوا پڑا ہے' -

خبر کی توسیع

۱ - اسم، ضمیر یا کسی لفظ یا فقرے سے جو بطور اسم کے استعمال ہو -

(۱) مفعول قریب سے 'جیسے تم مہری بات سنو' - اس نے

کچھ نہ کہا -

بعض اوقات فقرہ یا جملہ بھی مفعول ہوتا ہے، مثلاً حالیہ

معطوفہ کے ساتھ - جیسے وہ مال و اسباب لتعدادیکہ کر جان

سلامت لے گیا - شہزادے کو قریب آتے دیکھ کر استقبال کے لیے

چلا (جس طرح مبتدا کی توسیع ہوتی ہے اسی طرح مفعول

کی بھی ہو سکتی ہے - مثلاً آپ میرے کپڑوں کو ہاتھ نہ لگائیے -

ان کو گھر میں اکھلا نہ چھوڑیے) -

(ب) مفعول بعید سے - جیسے 'اس نے بیٹے کو پیغام کہا بھدجا -

(ج) اسم یا ضمیر کی حالت سے 'جس سے خبر کی بلحاظ

وقت، مقام، طریقہ وغیرہ توسیع ہوتی ہو - جیسے

اس کے دل سے سب کدورت رفع ہو گئی - اس نے

یہودی کو مسجد میں آنے دیا - وہ درخت کی پھلنگ

تک چڑھ گیا -

۲ - خبر کی توسیع صفت سے بھی ہو سکتی ہے - جیسے 'اس

صراحی کا پانی ٹھنڈا کیجیے - میرے کپڑے صاف کرو -

جب خبر اسم ہوتی ہے تو اعداد سے توسیع ہو سکتی ہے

جیسے 'احمد نے چار آم کھائے - یہ مکان ۱۶ فٹ اونچا ہے -

۳ - حالیہ معطوف سے -

جیسے اس نے پریشان ہو کر گھر چھوڑ دیا -

۴ - حالیہ سے -

جیسے 'اسے شہر میں رہتے ہوئے کئی سال گزرے - حامد

اُسے ساتھ لے کر ہوئے پہنچا - وہ کہیلتا کودتا گھر پہنچ گیا -

- ۱۔ حروف ربط سے مع اس کے اسم کے -
 جیسے 'سب کے سب اس کے پاس حاضر ہوئے۔'
 ۲۔ تمیز فعل سے -
 جیسے وہ بہت ناراض ہوا - وہ سہج سہج چلتا ہے - میں
 نے جلدی جلدی لکھ دیا -
 مطابقت

مطابقت تین قسم کی ہے -

- ۱۔ صفت کی (جو توصیفی ہو) اپنے اسم سے -
 - ۲۔ صفت کی (جو جزو خبر ہو) اسم سے -
 - ۳۔ جملے کی خبر کی (خواہ فعل ہو یا صفت) مبتدا سے -
- ۱۔ صفت (توصیفی) کی مطابقت موصوف سے پہلے بیان
 ہو چکی ہے - سوائے ان صفات کے جن کے آخر میں ا
 ہوتا ہے اور جن میں تبدیلی واقع ہوتی ہے (مونث
 میں صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے) باقی تمام
 صفات ہر حالت میں ویسی ہی رہتی ہیں اور ان
 میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی اور صفت
 موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔ اسی طرح حرف اضافت
 کی تذکیر و تانیث و وحدت و جمع عموماً مضاف کے
 مطابق ہوتی ہے -

لیکن جب ایک صفت کئی مختلف الجلس اسماء کی
 تعریف کرے یا ان کے ساتھ آئے تو مطابقت میں اختلاف
 ہوتا ہے -

- (۱) صفت یا مضاف جلس میں قریب کے اسم سے مطابق
 ہوتا ہے - جیسے 'اس کی بہو اور بیٹی - تمہارا نام اور ننگ
 و ناموس - مجھ اس کی چھچھوری باتوں اور کاموں سے
 کچھ غرض نہیں -'

(۲) یا بعض اوقات اگرچہ قریب تر کا اسم مونث ہوتا

ہے مگر چونکہ مذکر کی شان بڑی سمجھی جاتی ہے اس لیے مطابقت مذکر سے ہوتی ہے۔ جیسے 'اس کے بی بی بیچے آگئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں "بی بی بیچے" ملکر ایک کلمے کا کام دیتے ہیں۔

۲۔ لیکن صفت جب اسم کے ساتھ بطور خبر کے آئے 'بشرطیکہ اسم کے ساتھ علامت مفعول موجود ہو' تو اسم بلا لحاظ جنس و تعداد واحد استعمال ہوگا۔ جیسے 'میں نے ان لوگوں کو بہت کالا پایا۔ اگر 'کو' نہ ہوتا تو صفت جمع میں آتی۔ جیسے 'میں نے یہاں کے آم میٹھے دیکھے۔ یہاں کے لوگ کالے پائے۔ میں نے یہاں کی عورتیں کالی پائیں۔ میں نے یہاں کی عورتوں کو کالا پایا۔

صفت جو تسمیہ کے طور پر ہوتی ہے اس کا اثر فعل کی تذکیر و تانیث پر نہیں ہوتا۔ جیسے 'تم نے اچھا کیا۔ تم نے خوب کیا۔ یہاں خوب' اور اچھا کی تذکیر و تانیث سے کچھ بحث نہیں ہے۔

تم نے مجھے نکمی کو کیوں دکھ دے رکھا ہے۔ لیکن یہاں نکمی مجھے کا بدل ہے اور بدل جملے کی ترکیب سے متاثر نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جملے کی باقی حالت میں فرق نہیں آیا اور فعل حسب معمول واحد مذکر ہے۔ لیکن خبر کی حالت دوسری ہے جو بیان ہو چکی ہے۔ حالیہ کی مطابقت کے متعلق اس سے پہلے حالیہ کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے۔

۳۔ خبریہ فعل یا اسم جہاں جہاں ممکن ہو جنس و تعداد میں مبتدا کے مطابق ہونا چاہیے۔ جیسے 'سب دولت دھونڈتے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا سامان نہیں ہے۔ علم اور نہک چلنی یہ دونوں انسان کا درجہ بڑھا دیتے ہیں۔ اُن متعدی افعال کر جن کے افعال ماضی کے ساتھ 'نے'

آتا ہے دوسری حالت ہے - اس کا ذکر پہلے مفصل ہو چکا ہے -

جب کسی فعل کا مبعدا جملہ یا جزو جملہ ہوتا ہے تو خبر ہمیشہ واحد ہوتی ہے جیسے سانچ کو آنچ نہیں بالکل صحیح ہے - اسے دیکھ کر مہری زبان سے بے اختیار کل طویل احق نکل جاتا ہے -

جب مبعدا تعظیمی ضمیر تعظیمی جمع یا تعظیمی لفظ ہو، اگرچہ مقصود اس سے فرد واحد ہے تو خبر نیز تمام توصیفی کسلے جمع ہی ہوں گے - جیسے آپ کب تک قیام فرمائیں گے - یہی مولوی صاحب ہیں جن کا میں نے ذکر کیا تھا - ہمارے پور و مرشد یہاں نہیں ہیں -

جب فاعل ضمیر ہو اور مذکر و مؤنث دونوں کی طرف راجع ہو، تو خبر مذکر ہوگی - جیسے، زیلم نے اپنے شوہر سے کہا اب ہم یہاں نہیں تھہر سکتے - اس نے میاں بھری سے صاف کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ -

جب مبعدا دو سے زائد اسما یا ضمائر مختلف الجنس پر مشتمل ہو تو خبر عموماً سب سے قریب کے اسم سے مطابقت ہوگی - جیسے آدمی کے دو کان، دو آنکھیں اور ایک منہ ہے -

اگر سب کے سب واحد اور ایک جنس کے ہیں تو خبر ان لفظوں کی جنس کی تابع ہوگی - جیسے اس سے کم ہمتی اور بزدلی پیدا ہوتی ہے - ایسی باتوں سے رعب اور وقار جاتا رہتا ہے -

لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک یا ایک سے زیادہ جمع ہیں تو خبر جمع ہوگی (ایسی حالت میں جمع خبر کے متصل ہونی چاہیے) جیسے اس کے ہوش و حواس جاتے رہے - میز اور کرسیاں گر پڑیں - (۵) لیکن جب دو اسم ہوں اور آخر میں لفظ دونوں یا دونوں

کے دونوں آئیں تو فعل جمع آئے گا۔ جیسے: ماں اور بچہ دونوں مر گئے یا دونوں کے دونوں مر گئے۔

مگر جب دو یا دو سے زائد اسما فاعل یا مبتدا ہوں اور آخر میں 'سب' آئے تو فعل جنس و تعداد میں آخر اسم کے مطابق ہوگا۔ جیسے: اس کا مال و اسباب 'جاگہر' مکانات سب بک گئے۔ اس کا مال و اسباب گھر بار سب بک گیا۔

مگر جب 'سب' کا تکرار حرف اضافت کے ساتھ ہو تو سب کا سب واحد، سب کے سب جمع مذکر اور سب کی سب مونث واحد و جمع کے لیے ہوگا۔

لیکن جب 'سب کچھ' آخر میں آئے تو فعل ہر حالت میں واحد ہوگا۔ جیسے: مال و اسباب 'جاگہر' مکانات سب کچھ بک گیا۔

آخر میں جب کوئی یا کچھ ہو تو بھی فعل واحد مذکر ہوگا۔ جیسے: باپ بیٹا جوڑو بھائی بہن کوئی ساتھ نہ جائے گا۔ ماں و اسباب باغ و جاگہر کچھ نہ رہا۔

(۶) عام طور پر فعل جنس و تعداد میں مبتدا کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسے: یہ آلات اور کتابیں مہدی ساری پونجی ہیں۔

(۷) جب مبتدا دو یا زائد ایسی ضمیروں پر مشتمل ہو جن کی نوعیت الگ الگ ہو یعنی کوئی متکلم ہو کوئی مخاطب اور کوئی غائب تو خبر جمع ہوگی۔

جیسے: ہم تم وہاں گئے تھے۔ وہ اور میں راستہ بھول گئے۔ میں اور تم وہاں مل کر چلیں گے۔ میں اور وہ ساتھ ساتھ آئے۔

(ایسی صورت میں جہاں تک ممکن ہو ضمیر جمع آخر میں لانی چاہیے)۔

(۸) جب مبتدا اسم جمع ہو تو خبر واحد ہوگی۔ فوج جارہی ہے۔ وغیرہ۔

(۹) کتابوں، اخباروں اور رسالوں کے نام کو جمع ہوں مگر وہ مثل واحد کے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے، تعزیرات ہند چھپ گئی۔ (کتاب چونکہ مونث ہے اس لیے فعل مونث آیا)۔ میں نے قصص ہند ختم کر دی۔

(۱۰) افعال ناقص میں جب مبتدا اور خبر دونوں اسم ہوں تو فعل مبتدا کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگرچہ بعض اساتذہ نے اس کے خلاف بھی کیا ہے لیکن وہ قابل تقلید نہیں۔ جیسے :-

”ظلمت عصیاں سے میرے بن گھا شب روز حشر“
یہاں روز حشر بن گئی کہنا صحیح نہ ہوگا۔ اگرچہ اسی استاد نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔

”تیغ خمیدہ یار کی لو ہے کا پل ہوا“
مگر اس کی تقلید درست نہیں ہے۔ قاعدہ یہی ہے کہ فعل مبتدا کے مطابق ہوگا۔

(۱۱) بعض اوقات دو واحد اسم ہم جنس یا مختلف الجنس بلا حرف عطف مل کر جمع کی حالت پیدا کرتے ہیں، تو ایسی حالت میں فعل جمع مذکر آے گا۔ جیسے :-

میاں بیوی ہنسی خوشی بسر کرتے ہیں۔ اب تو دن رات چین سے گزر رہے ہیں۔ گھوڑا گھوڑی کلیلیں کر رہے ہیں۔ باپ بیٹا جا رہے ہیں۔

(۱۲) بعض صورتوں میں جب دو لفظ بلا حرف عطف مل کر آتے ہیں اور ایک کلمہ کا حکم رکھتے ہیں تو فعل واحد آتا ہے اور عموماً تذکیر و تانیث آخری لفظ کے لحاظ سے قرار دی جاتی ہے۔ جیسے :-

گھوڑا گازی بک گئی۔ قلم درات رکھی ہے۔ درات قلم رکھا ہے۔
لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی آتا ہے، جیسے، تمہارے گھالے میں نمک مرچ زیادہ ہوتا ہے۔

فارسی میں ایسے لفظوں کے درمیان حرف عطف 'و' آتا ہے - جیسے کھانے میں آب و نمک ٹھیک ہے -
 لیکن نشو و نما اور آب و گل مذکر اوو مونث د و نون طرح مستعمل ہیں - جیسے -

خاکساری نے اسی دن روشنی پائی تھی ذوق
 آدم خاکی کا جس دم آب و گل پیدا ہوا

”شرافت تھی جو آب و گل میں اسی کی“

”چشم پر آب سے ہے نشو و نما ساون کی“ (وزیر)

”خط کو روئے یار پر نشو و نما ہوتا نہیں“ (ناسخ)
 لیل و نہار (زمانے کے معنوں میں) واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہے -
 اگر یہی لیل و نہار ہے - یا اگر یہی لیل و نہار ہیں - مگر واحد کو تر جیسے ہے -

دن رات، روز و شب جمع استعمال ہوتے ہیں -
 (۱۳) ایک صورت خاص رشتہ داروں کے ساتھ مخصوص ہے
 یعنی رشتے کے دو اسم بلا حرف عطف آتے ہیں، ہوتے دونوں واحد ہیں، مگر چونکہ دو کے ملنے سے جمع کی صورت پیدا ہوتی ہے دوسرا لفظ باوجود واحد ہونے کے جمع کی صورت میں آتا ہے اور فعل کو بھی اس کی مطابقت لازم ہوتی ہے -
 گویا یہ دونوں مل کر ایک لفظ ہیں جس کی جمع بگائی گئی ہے - جیسے، ماموں بھانجے لڑ پڑے - چچا بھتیجے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں - یہ باپ بیٹے ذرا سی بات پر از بھٹکتے ہیں -
 مدت ہوئی باپ بیٹوں کا انتقال ہو گیا -

جب آخر میں دونوں کا لفظ آتا ہے تو واحد یا جمع دونوں

صور میں جائز ہیں۔ جیسے 'مدت ہوئی باپ بیٹا دونوں مر گئے یا باپ بیٹے دونوں مر گئے۔

ایک وقت یہ ہے کہ جمع کی حالت میں بھی یوں ہی بولتے ہیں اور اس لیے واحد اور جمع میں تبدیز کرنا دشوار ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ "چچا بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں" تو اگر ایک بھتیجا ہے تو بھی یوں ہی کہیں گے اور ایک سے زیادہ ہیں تو بھی یوں ہی۔ مگر عام طور پر واحد ہی مقصود ہوتا ہے۔

ہماری رائے میں جب مراد جمع ہو تو حرف عطف 'اور' لانا چاہیے۔ مثلاً جب کہیں "چچا بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے تھے" تو اس سے مراد واحد ہو۔ لیکن جب تخصیص کے ساتھ بھتیجوں کا جتنا مقصود ہو تو یوں کہنا چاہیے کہ "چچا اور بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں" اس میں کسی قدر تکلف تو ہے مگر ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔

(۱۴) جب خبر مصدر ہو تو اگر مبتدا مونث ہے تو مصدر کا الف یاء معروف سے بدل جاتا ہے اور اگر مبتدا مذکر ہے تو الف قائم رہتا ہے۔ متاخرین لکھنؤ ہر حالت میں مصدر کو اصلی ہی صورت میں رکھتے ہیں۔ اگرچہ اساتذہ لکھنؤ اس کے پابند نہیں۔ جیسے

جانا یہ زلف کف میں لیلی
ہے سانپ کے ملہ میں انگلی دینی (نسوم لکھنوی)

سروشک دیدہ ہائے تر سے دھو ڈالوں گا عصیاں کو
انہیں چشموں سے اے دل آبرو معشر میں پانی ہے (امانت)

خواب میں وہ آنے کا کہوں نہ اب کرے وعدہ
یعلیٰ کب جدائی میں مجھ کو نہند آئی ہے (ناسخ)

اب تو میرے حال پر لطف و کرم فرمائیے
 ہو چکی ہوئی جو تھی جو و جفا دو چار دن (صبا)

(۵۱) بعض عربی اسما ہندی مصادر کے ساتھ اس طرح
 مل کر آتے ہیں کہ وہ بالکل ان کا جز ہو جاتے ہیں لہذا ان
 اسما کو فعل کی تذکیر و تانیث میں مطلق دخل نہیں ہوتا
 فعل مبتدا کے مطابق ہوگا اور اگر خبر (یا مفعول) موجود
 ہے تو خبر (یا مفعول) کے مطابق ہوگا - جیسے، یہ قرار پایا،
 یہ بات قرار پائی، یہ امر قرار پایا -

میں نے یہ امر تجویز کیا، میں نے یہ بات تجویز کی، میں
 نے یہ عرض کیا، میں نے یہ بات عرض کی، یہ امر طے پایا، یہ
 بات طے پائی، یہ طے پایا -

ان مثالوں میں تجویز، قرار، طے، عرض کو فعل کی
 تذکیر و تانیث میں کوئی دخل نہیں -

اسی طرح یاد کرنا ایسا مصدر ہے جو قریباً اردو کا سا
 ہو گیا ہے اور اس کا استعمال بھی ہندی مصادر کی طرح ہوتا
 ہے - میں نے اسے یاد کیا، ہم نے ان کو یاد کیا، میں نے سبق
 یاد کیا، اس نے کہانی یاد کی - یہاں یاد کا فعل کی تذکیر و
 تانیث پر کچھ اثر نہیں -

لیکن تدبیر کرنا، تاثیر کرنا، تاخیر کرنا، فریاد کرنا،
 صبر کرنا، تعمیل کرنا، شور مچانا، ہدایت کرنا، سزا دینا
 وغیرہ مصادر میں جزو اول الگ لفظ ہے اور اسی لحاظ سے
 فعل کی تذکیر و تانیث آتی ہے، کیونکہ یہ لفظ یہاں خود
 مفعول واقع ہوئے ہیں -

(۱۶) جس طرح افعال ناقصہ میں فعل مبتدا کے مطابق
 ہوتا ہے، اسی طرح افعال قلوب میں بھی فعل مبتدا کے مطابق
 ہوتا ہے - اس کے مفعول یا خبر کو فعل کی تذکیر و تانیث میں

کچھ د خل نہیں - جیسے، میں اس عورت کو ہیچڑا سمجھا -
میں نے اسے بیوقوف خیال کیا - کیونکہ ان افعال کے مفعول کے
کے ساتھ ہمیشہ کو آتا ہے یا مفعولی ضمیر آتی ہے، اس لیے
مبتدا کا فعل پر کچھ اثر نہیں ہوتا -

(۱۷) کبھی مبتدا مذکور نہیں ہوتا، قرینے سے معلوم ہو
جاتا ہے، لہذا خبر اس لحاظ سے تعداد و جنس میں مکتوف
مبتدا کے مطابق ہوتی ہے - جیسے، اب تو آرام سے گزرتی ہے -
(یعنی زندگی) - کب آے ؟ (یعنی آپ یا وہ) -



پس کتابِ دنیو

مرکب جملے

جب دو یا دو سے زیادہ جملے مل کر کسی ایک مفہوم یا خیال کو ادا کریں تو وہ مرکب جملہ کہلائے گا۔
اگر یہ جملے نحوی لحاظ سے جدا گانہ اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں تو ایسے جملوں کو ”ہم رتبہ“ جملے کہیں گے۔
اگر کوئی جملہ دوسرے جملے کے مقابلے میں برابر کی حیثیت نہیں رکھتا ہے بلکہ دوسرے کے تحت میں ہے تو ایسے جملے کو ”تابع“ کہیں گے۔

۱۔ ہم رتبہ جملے

ہم رتبہ جملے حروف عطف کے ذریعے سے باہم ملے ہوئے ہیں۔ اُردو میں مثل دوسری زبانوں کے اِن کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں۔

وصلی، تردیدی، استدراکی اور سببی

۱۔ وصلی جملے - دو ہم رتبہ جملوں کو باہم وصل کرنے کے لیے حروف عطف جمع ”اور“ آتا ہے۔ ان میں سے ہر جملہ برابر کی حیثیت کا اور ایک دوسرے سے آزاد ہوتا ہے۔
جیسے، میں آیا اور وہ چلا گیا۔ سورج صبح کو نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات ”پھر“ بھی یہ کام دیتا ہے۔ جیسے، پہلے تو وہ اسباب جمع کرتا رہا، پھر چل دیا۔

۲۔ تردیدی جملے - یہ وصلی جملوں کی ضد ہیں، یعنی

یہاں حروف عطف تردید دو جملوں کو معاً جدا کرتا ہے۔
اس کے لیے عموماً حرف ”یا“ استعمال ہوتا ہے۔ اُسے
گھر بھیج دو یا باہر نکال دو —

کبھی ”کہ“ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے
تم نے کچھ دیا کہ نہیں۔ وہ گیا کہ نہیں —

کبھی ”نہیں تو“ اور ”ورنہ“ بھی حروف تردید کا کام
دیتے ہیں۔ جیسے، حاکم کو ہمدرد ہونا چاہیے، ورنہ رعایا
تباہ ہو جائے گی۔ اُسے جلدی چھوڑ دو، نہیں تو بہت
مشکل پڑی گی —

بعض اوقات خواہ ... خواہ اور چاہے چاہے بھی
تردید کے لیے آتے ہیں۔ جیسے، چاہے رہے چاہے جائے۔ خواہ
خود آجائیں، خواہ مجھے بلا لیں —
نہ نہ بھی تردید کے لیے آتے ہیں۔ جیسے، نہ خود
گیا نہ مجھے جانے دیا —

اس قسم کے جملوں میں عموماً پہلا ”نہ“ محذوف ہوتا ہے۔
جیسے، خود گیا نہ مجھے جانے دیا۔ وہاں آقا نہ نہ نوکر —
۳۔ استدر کی جملے۔ ہم رتبہ استدر کی جملوں میں دو
بیانات کا باہم مقابلہ ہوتا ہے۔ یہ جملے تین قسم کے ہوتے ہیں،
(۱) دوسرا بیان پہلے بیان کے مخالف یا اس سے خارج ہو۔
(۲) دوسرا بیان پہلے بیان کو صرف مقید یا محدود
کرتا ہو —

(۳) یا پہلے بیان کی توسیع یا ترقی ہو۔
ان کے لیے عموماً حروف، لیکن، مگر، پر، سو، بلکہ،
استعمال ہوتے ہیں۔ مثالیں اُسی ترتیب سے دی گئی ہیں،
جس ترتیب سے تقسیم کی گئی ہے —

(۱) چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں

مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

وہ تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہے، مگر تم چاہو کہ روپیہ ہاتھ آئے تو اس سے ہاتھ نہ دو رکھو۔

(۲) وہ وعدے تو بہت کرتا ہے، لیکن یاد نہیں رکھتا۔
وہ ساتھی تو ہے پر مصہبت کا ساتھی نہیں۔ دوست ہے مگر وقت پر کام نہیں آتا۔

(۳) خورشامد سے ایک دنیا ہی نہیں ملتی، بلکہ خدا بھی اس سے ملتا ہے۔ یہ ایک کیا بلکہ ایسے سوہوں تو مار ہٹاؤں۔
اس نے صرف طوطا چشمی ہی نہیں کی بلکہ طرح طرح کی نکلیں بھی پہنچائیں۔

ان مثالوں سے مگر، لیکن (پر) اور بلکہ کے استعمال میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے اور قابل لحاظ ہے، کیونکہ ان کے استعمال میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے۔

نظم میں پر * کی بجائے یہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ کبھی سو بھی ان معنوں میں آتا ہے مگر بہت کم۔ جیسے

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں، سو وہ بھی نہ ہوا
بعض اوقات 'اور' بھی محاورے میں مگر کے معنی دے جاتا ہے۔ جیسے، ایسا فاضل اور نکما اتنا بڑا باکمال اور اس قدر ننگ دل۔

بعض اوقات مگر اور لیکن، گو اور اگرچہ کے جواب میں آتے ہیں۔ جیسے، اگرچہ وہ بہت بڑا دولت مند ہے، لیکن دل کا چھوٹا ہے۔

۴۔ سببی جملے۔ ان جملوں کے ایک جز میں دوسرے جز کے سبب، وجہ، یا نتیجے کا ذکر ہوتا ہے۔ جو جملہ کہ علت یا سبب کو ظاہر کرتا ہے وہ عموماً کیونکہ، اس لیے کہ، اس

* پر سنسکرت کے پران سے بنا ہے اور پڑ پر کا مخفف ہے۔ اہل لکھنؤ بالفتح بولتے اور لکھتے ہیں۔ لیکن صحیح زیر سے ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ برج بھاشا میں بالکسر ہی آتا ہے۔

واسطے کہ سے شروع ہوتا ہے۔ جیسے، میں ان کا ساتھ دوں گا
 کہوں کہ (اس لیے کہ یا اس واسطے کہ) مصیبت کے وقت
 انہوں نے میرا ساتھ دیا تھا۔

جو جملہ نتیجے یا اثر کو ظاہر کرتا ہے اس کے شروع میں اس
 لیے، پس یا عربی کا لہذا آتا ہے۔ جیسے، اس نے میرا کہنا نہ مانا
 اس لیے (لہذا) میں اس سے قطع تعلق کرتا ہوں۔

ایسے مرکب جملے میں جز اول کے ساتھ عموماً چونکہ استعمال
 ہوتا ہے۔ جیسے، چونکہ وہ بہت شریف اور نا اہل ہے اس لیے
 میں اسے ملہ نہیں لگاتا۔

کبھی پس بھی ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے،
 چونکہ اس نے بلا اجازت ایسا کام کیا ہے پس (یا لہذا) اسے سزا
 بھگتنی چاہیے۔

تابع جملے

تابع جملوں کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ اسمی

۲۔ وصفی

۳۔ تمیزی

اصل جملے کو خاص اور اس کے ماتحت جملے کو تابع جملہ
 کہیں گے۔

۱۔ اسمی جملہ - اسمی جملے سے ہماری مراد ایسا جملہ ہے جو
 بجائے خود ایک اسم کا کام دے اور جملے کی ترکیب میں
 بجائے ایک اسم کے ہو۔ جیسے، میرا ایمان ہے کہ خدا ایک
 ہے۔ یہاں ”خدا ایک ہے“ بجائے ایک اسم کے ہے۔ یعنی ہم
 کہہ سکتے ہیں کہ توحید میرا ایمان ہے۔

اسمی جملہ در قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو اصل جملے کے فعل
 سے مبتدا کا تعلق رکھتا ہو یا جو مبتدا کا بدل ہو۔ دوسرا وہ جو
 اصل جملے کے فعل کو یا خبر کے کسی تابع کو محدود کرے یا اس

پر اثر ڈالے —

تمام اسمی جملوں کی ابتدا حرف ”کہ“ سے ہوتی ہے۔ جیسے
اس نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ کون نہیں جانتا کہ میرا نام
احمد ہے۔ وہاں وہ چہل پہل تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ (یہاں
تابع جملہ خاص جملے کے مبتدا سے متعلق ہے)۔ یہ صاف ظاہر
کہ وہ اس کا کام نہیں ہے۔ (یہاں تابع جملہ مبتدا ’یہ‘ کا بدل ہے)۔
جب خاص جملے میں الفاظ مناسب ہے، لازم ہے، چاہیے وغیرہ
آئیں اور فرض و واجبیہ وغیرہ ظاہر کریں تو تابع جملے میں
مضارع آئے گا۔ جیسے، مناسب ہے کہ آپ خود چلے جائیں۔ لازم تو
یہ ہے کہ خود آکر معافی مانگیے۔ ان کو چاہیے کہ ابھی
بھیج دیں وغیرہ —

اسمی جملہ جس کا تعلق خبر سے ہوتا ہے وہ جملے کے فعل
کا مفعول واقع ہوتا ہے۔ جیسے، اس نے کہا تم گھبراؤ نہیں۔
وہ گلی گلی کہتا پھرتا تھا آگ لگی رہے آگ لگی۔ تم دیکھ کر
آؤ کہ سامنے کون چلا آ رہا ہے۔

کبھی کبھی اور خاص کر چھوٹے چھوٹے فقروں اور مقولوں
کے قبل ’کہ‘ محذوف ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا جاؤ اب نہ آنا۔
اس نے کہا دوست یہاں آؤ۔

کبھی تابع جملہ خاص جملے سے قبل بھی آجاتا ہے۔ جیسے
”چلو مدینے، چلو مدینے“ ہر طرف سے یہی صدا آ رہی تھی۔
کبھی ’جو‘ بھی ’کہ‘ کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے
اپنے بارے کیوں نہیں کہتے جو تمہیں بھجوا دیں۔

کبھی ’کہ‘ خاص جملے کے فعل کی وجہ یا مقصد کے اظہار کے لیے
آتا ہے۔ جیسے، میں تمہیں اس لیے پہلے بھیجتا ہوں کہ تم ان
سے مل سکو۔ ایسے موقع پر ’کہ‘ تاکہ کے معنوں میں آتا ہے۔ اظہار
مقصد کے لیے اس لیے اور کیوں کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے، وہ
اس لڑکے سے محبت کرتا ہے اس لیے کہ وہ اس کا اکلوتا بیٹا ہے۔

وہاں جاتے ہوئے دُرتا ہوں کہیں کہ وہ میرا جانی دشمن ہے -
 بعض اوقات منفی فقرہ 'ایسا نہ ہو' کے ساتھ اظہارِ غرض
 کے لیے آتا ہے - جیسے 'ان سے زیادہ باتیں نہ کرو' ایسا نہ ہو کہ
 وہ خفا ہو جائیں -

جب اسمی جملہ کسی نتیجے کو ظاہر کرتا ہے تو
 (۱) توقع، تمنا یا دعا کے اظہار کے موقع پر فعل مضارع آتا ہے -
 جیسے 'ایسی تقریر کرو کہ ہزاروں کا چمکہ ہو جائے - خدا کرے
 کہ وہ کامیاب ہو جائے - میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آے -
 (۲) ناممکن یا محال کا اظہار ہوتا ہے تو زمانہ حال کے لیے
 مضارع اور زمانہ گزشتہ کے لیے ماضی شرطیہ (یا تمنائی)
 آتی ہے -

جیسے 'اس کی کیا طاقت ہے جو یہاں ایسا کرے - اس کی
 کیا طاقت تھی جو ایسا کرتا -

۲ - وصفی جملے - وصفی جملہ وہ ہے جو صفت کا کام دے اور
 خاص جملے کے کسی لفظ یا فقرے کی تعریف کرے - جیسے
 'اس نے انہیں لوگوں کے نام پکارے جو کتاب میں درج تھے'
 یہاں جو کے بعد کا جملہ "کتاب میں درج تھے" نام کی
 تعریف کرتا ہے -

تمام وصفی جملے موصولہ یا اشاری ضمیروں کے ساتھ آتے ہیں -
 جیسے 'وہ کام جو آپ سے نہ ہو سکا میں کیسے کر سکتا ہوں -

جب تاکید یا زور دینا مقصود ہوتا ہے تو اس اسم کو جس
 کی تعریف جملہ وصفیہ کرتا ہے بہ تکرار استعمال کیا جاتا ہے -
 جیسے 'جو کام آپ نہیں کرنا چاہتے تھے آخر وہی کام آپ کو
 کرنا پڑا -

وصفی جملوں کے ساتھ عموماً ضمیر موصولہ یا اشارہ آتی ہے
 اور اس کے جواب میں دوسرے جملے میں دوسری ضمیر آتی ہے
 جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے - لیکن بعض اوقات خاص

کر نظم میں دوسری ضمیر معکوف ہو جاتی ہے - جیسے ' جو مجھ پر گذرتی ہے ' تم کیا جانو -

بعض اوقات وصفی خاص جملوں میں اسم مذکور نہیں ہوتا ، جب کہ کسی خاص شخص سے مراد نہ ہو یا اشارہ ایسی جانب ہو جو معروف ہے جیسے ' دل اُسی سے ملتا ہے جو اس کے قابل ہوتا ہے - اس مصیبت سے وہی نجات دے گا جو سب کانگہ بان ہے -

بعض اوقات ضمیر موصولہ معکوف ہوتی ہے - جیسے ' تو سو مرا - ہو سو ہو - تم کرو گے سو اچھا ہی کرو گے -

کئی مرجع ارد ضمیر موصولہ دونوں معکوف ہوتے ہیں - جیسے ' خوب سانپ مارا -

ایسا عموماً بول چال کے فقروں اور نظم میں ہوتا ہے - بعض اوقات اس حالت میں جہاں تعلق صاف ظاہر ہے دونوں ضمیریں معکوف ہو جاتی ہیں - جیسے اچھا کیا نفس مارا -

جب اظہار واقعہ صاف طور پر ہوتا ہے تو افعال مطلق آتے ہیں جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے - مگر دوسری حالتوں میں مضارع یا افعال احتمالی وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے -

(۱) مثلاً جب وصفی جملہ کسی فعل کے مقصد ' غرض یا نتیجے کو ظاہر کرے - جیسے ' یہ درخت اتنا مضبوط نہیں ہے جو وہ آسانی سے اس پر چڑھ جائے - یہ شریف نہیں ہے جو میں اسے ملے لٹاؤں -

(۲) جہاں تعداد ' کیفیت و کمیت کی تعیین نہ ہو اور خاص افراد مقصود نہ ہوں - جیسے وہ کتابیں جن میں اس مضمون کی پوری تشریح ہو - ایسا پانی جس میں نام کو غلاظت

نہ ہو۔ ایسی تدبیر کرو جو سب کو مار دے۔ ایسا واعظ بلاؤ جو سب کو تڑپا دے۔

کبھی تابع جملے میں بھی اسی قدر ضمیریں ہوتی ہیں جتنی خاص جملے میں۔ جیسے 'جو جسے پسند آئے وہ ویسا ہی کرے۔'

کبھی "جہاں" بجائے اسم یا ضمیر کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے 'مبارک ہے وہ شہر جہاں سے تم آئے۔'

کبھی 'کہ' بجائے 'جو' کے وصفی جملے کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے 'ایسی چوڑی تو میرے پاس ایک بھی نہیں کہ آپ پسند فرمائیں۔ یہ ایسا آدمی نہیں ہے کہ میں اس پر اعتماد کر سکوں۔' (۳) تمیزی جملے۔ تمیزی جملہ درحقیقت تمیز کی طولانی صورت ہے۔ یہ خاص جملے کی خبر کی بلحاظ وقت و مقام یا علت کے تعریف کرتا ہے یا کسی دوسری تمیز کی۔

وقت کے لیے جو تمیزی جملے آتے ہیں ان کی ابتدا میں جو یا جب آتے ہیں اور ان کے جواب میں تو (یا کبھی تب) جیسے جب میں ہی نہ رہا تو مجھے اس سے کیا۔ جب تک میں ہوں تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔

کبھی وقت کے تمیزی الفاظ کے ساتھ بعض اوقات 'سے' اور 'تک' مل کر بھی آتے ہیں۔ جیسے 'جب تک۔ کب سے وغیرہ۔'

بعض دوسرے اسم مثلاً وقت، دم، دن وغیرہ جو وقت کو ظاہر کرتے ہیں، ان ضمائر موصولہ کے ساتھ جملے میں آتے ہیں اور ان کا جواب خاص جملے میں ہوتا ہے۔ جیسے 'جس وقت وہ پہنچا اس وقت میں سو رہا تھا۔'

کبھی کبھی ایسا تمیزی جملہ "کہ" سے شروع ہوتا ہے۔ جیسے وہ بہت اداس بیٹھا تھا کہ یہ خوش خبری پہنچی۔ کبھی 'جو' ان معلول میں آتا ہے۔ جیسے 'سب سوچ میں بیٹھے'

تھے جو اس نے یہ کہا -

(یہاں جو کے معلیے ' کہ اتنے میں ' کے ہیں)

بعض اوقات تمیز زمانی محذوف ہوتی ہے - جیسے ' سب نے چھٹنا چلا نا شروع کیا تو وہ بہاگ گیا -

تمیزی جملہ مکانی ' جہاں اور جدھر کے ساتھ آتا ہے - جیسے ' جہاں وہ جاتا ہے وہیں تم جاتے ہو - جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے -

کبھی جوابی ' وہاں ' یا ' ادھر ' محذوف بھی ہوتے ہیں جیسے ' جہاں سیلنگ سمائیں چل دو -

تمیزی جملہ طوری وہ ہے جو طور و طریقہ کو ظاہر کرے - اس کے ساتھ جونہیں یا جیسے آتا ہے - مثلاً ' جونہیں وہ دروازے سے نکلا تھا کہ میں پہنچا - پہلے جو نہیں کے جواب میں وہیں استعمال ہوتا تھا مگر آج کل متروک ہے - اگر ایسی ہی ضرورت ہوتی ہے تو ' کہ ' یا ' جو ' لے آتے ہیں - اور جیسے کے جواب میں ویسے - مثلاً ' جیسے آپ مجھے پر مہر بانی فرماتے ہیں ویسے اس پر بھی نظر کرم رکھیے گا -

اکثر ویسے محذوف ہوتا ہے مثلاً جیسے آپ کہیں ' میں کرنے کو تیار ہوں - جیسے بنے انہیں ساتھ لیتے آؤ -

بعض اوقات جوں جوں اور جیسے جیسے بھی استعمال ہوتے ہیں اور ان کے جواب میں ووں ووں تو شان و نادر اور ویسے ویسے بہت کم آتے ہیں - جیسے

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دراکھی"

جیسے جیسے وہ خط پڑھتا جاتا تھا اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا -

جوں جوں اور جیسے جیسے والے تمیزی جملوں میں جبکہ گزشتہ زمانہ ہو ہمیشہ افعال ماضی نا تمام کی کوئی نہ کوئی صورت استعمال ہوتی ہے - مثلاً جوں جوں میں اسے سمجھانا تھا وہ اور بگڑتا تھا تھا - جیسے جیسے وہ قریب آتا گیا میں دور ہوتا

گیا وغیرہ وغیرہ —

جب ' جیسے اور ایسے متحضر تشبیہاً استعمال ہوتے ہیں اور تشبیہ خیالی اور فرضی ہو تو فعل مضارع استعمال ہوگا۔ جیسے یہ حرف تو ایسا لکھا ہے، جیسے انگوٹھی میں نگینہ جوا ہو۔ وہ اس طرح دفعتاً اس پر آگرا جیسے آسمان سے بجلی گرے —

لیکن تشبیہ حقیقی ہو تو فعل خبر یہ آتا ہے۔ جیسے ' یکایک اس طرح پتھر برسائے لگے، ' جیسے ساون میں مہلہ برستا ہے۔ (یہ استعمال زیادہ تر بولنے یا لکھنے والے کی مرضی یا طرز بیان پر منحصر ہوتا ہے) -

تمیزی جملہ سببی، خاص جملے کی علت یا وجہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی ابتدا عموماً ' جو ' سے ہوتی ہے ' جس کے معنی چونکہ ہوتے ہیں اور اس کا جواب ' تو ' یا ' سو ' ہوتا ہے۔ جیسے ہم جو اس تکلیف اور مصیبت میں ہیں تو ہماری کوئی بات نہیں پوچھتا —

بعض اوقات تمیزی جملہ سببی شرط کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ خاص جملہ ' شرط اور جملہ تابع ' جزا کہلاتا ہے۔ شرطی جملے میں جو یا اگر اور جزا میں تو آتا ہے۔ جیسے ' جو حال یہ ہے تو خدا ہی حافظ ہے —

شرطی جملوں کے ساتھ افعال کے استعمال میں احتیاط لازم ہے۔ شرط میں تین حالتیں پائی جاتی ہیں —

۱ - امکانی -

۲ - حقیقی -

۳ - غیر امکانی -

۱ - ضرورت امکانی - بعض اوقات ممکن ہے کہ شرط ذہن میں امکانی صورت رکھتی ہو لیکن واقعے کے مطابق نہ ہو۔ ' یسوی حالت میں فعل مضارع یا افعال احتمالی استعمال

کہے جائیں گے —

لیکن جب عامت یا نتیجہ یقینی ہو تو اس وقت خاص جملے کا فعل مطلق ہوگا۔ جیسے اگر وہ کل آگیا تو میں کیا کروں گا۔ وہ تمہارے ہی پاس رہے تو اچھا ہے۔ مگر جب نتیجہ امکانی صورت رکھتا ہے تو فعل مضارع یا کوئی فعل احتمالی استعمال ہوگا۔ جیسے 'میں سوچ لوں تو جواب دوں' (یہاں شرط اور جزا دونوں میں فعل مضارع استعمال کیا گیا ہے) اگر آپ اس سے پوچھا چھڑنا ہی چاہتے ہیں تو ایک تدبیر عرض کروں —

۲۔ جب صورت شرط واقعی ہے یعنی مستقبل یا گزشتہ یا زمانہ حال میں جیسی وقوع کی صورت ہو، 'جب شرطی جملے میں فعل مستقبل ہوگا یا کوئی اور فعل مطلق لیکن جزا میں حسب حالات مذکورہ فعل مضارع یا احتمالی یا مطلق آئے گا۔ جیسے —

جو تم اُسے چھڑو گے تو خفا ہو جائے گا۔ میں اگر اُسے مارتا ہوں تو بھاگ جائے گا۔ جو تم ہی نہ آئے تو پھر کون آئے گا۔ تم نے نہیں کہا تو اور کس نے کہا —

۳۔ تیسری صورت جب کہ شرط اور جزا دونوں خلاف واقعہ اور ناممکن الوقوع ہوں —

شرطی فقرے میں ایسی شرط کا اظہار ہوتا ہے جو وقوع میں نہیں آئی، مگر جزا میں اُس نتیجے کا اظہار ہوتا ہے جو شرط کے قاصر رہنے کی وجہ سے واقع نہیں ہونے پایا۔ ایسی صورت میں عموماً فعل ماضی شرطیہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے 'اگر میں اُن سے پوچھتا تو وہ مجھ سے کہہ دیتے اگر۔ وہ مر جاتا تو سارا پاپ کٹ جاتا —

بعض اوقات ایسے موقع پر خبر میں ماضی بعید بھی استعمال ہوتی ہے۔ جیسے وہ چاہتا تو آسکتا تھا۔ کہی تھا،

یا ہوتا، بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے، وہ آجاتا تو اچھا
کہا یا اچھا ہوتا —

حرف شرط عموماً محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے، وہ آے
تو میں چلوں۔ وہ کہتا تو میں ضرور جاتا۔
اس موقع پر ”ہو تو ہو“ متجاوزے کا بھی خیال رہے۔ جیسے
”فصل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو“

جو جملے ”نہیں تو“ یا ”ورنہ“ کے ساتھ آتے ہیں ان میں
پورا فقرہ شرطیہ محذوف ہوتا ہے۔ مجھے اس کے حکم کی تعمیل
ضرور ہے ورنہ خدا جانے وہ کیا کر بیٹھے (یعنی اگر میں نے اس
کے حکم کی تعمیل نہ کی تو...) اگر آپ نے قبول کیا تو بہتر ورنہ
مجھے اس کے پاس جانا پڑے گا (یعنی اگر آپ نے قبول
نہ کیا تو...) (

بعض اوقات تمیزی جملہ امکانی اور شرطی دونوں ہوتا ہے۔
یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ شرطی جملہ ’جب‘ سے شروع ہوتا ہے
اور جزا میں ’تو‘ آتا ہے۔ جیسے، جب وہی نہیں آتا تو
میں کیوں جاؤں —

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حرف شرط ’جب‘ جملے میں محذوف
ہوتا ہے اور صرف ’تو‘ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جملہ شرطیہ ہے۔ جیسے
میں چلے لگا تو وہ دو دو کر مجھے لپیٹنے لگے —

کبھی حرف جزا ’تو‘ بھی محذوف ہو جاتا ہے۔ جیسے کہا ہوا
اگر ہم نہ گئے —

استعداد کی جملہ بھی ایک قسم کا شرطی جملہ ہوتا ہے اور
افعال کے استعمال میں اس پر بھی وہی قواعد حاوی ہیں جو
شرطیہ جملے پر۔ جملہ تابع کے ساتھ الفاظ تو بھی ’پر‘ تاہم
لیکن اور مگر آتے ہیں۔ جیسے، اگرچہ یوں تو وہ بے وقوف ہے مگر
اپنے مطلب میں بہت ہوشیار ہے۔ اگرچہ وہ بہت متکبر ہے تاہم
انسان ہے، قصہ آہی جاتا ہے۔ اگرچہ میری اس سے اچھی ملاقات

ہے تو بھی ایسی فرمائش کرتے ہوئے تا مل ہوتا ہے - گو اس وقت وہ نہ مانے مگر آخر ایک روز ماننا پڑے گا —

بعض اوقات 'خواہ' یا چاہے شرطی جملے میں شرطی حرف عطف کے بجائے استعمال ہوتا ہے - جیسے 'خواہ' اس نے نیک نیتی ہی سے کیا ہو مگر کیا بہت برا - چاہے وہ کچھ ہی کہے پر مجھے یقین نہیں آتا -

مثال: خواہ اس نے کتنا برا کیا ہو

میں اس کا یقین نہیں کرتا

—•—

جملے میں الفاظ کی ترتیب

۱ - عموماً جملے کے تین حصے ہوتے ہیں —

۱ - مبتدا

۲ - خبر

۳ - فعل ربط

جیسے، احمد ہوشیار ہے -

لیکن متعدی افعال کی صورت میں اول مبتدا (یا فاعل)

اس کے بعد مفعول اور اس کے بعد فعل خبر ہوتا ہے —

۲ - اردو میں یہ ترتیب اکثر قائم نہیں رہتی اور کبھی تاکید

اور زور دینے کی خاطر، کبھی تعجب و افسوس یا خوشی کے

لیئے اور کبھی محض قافیے کے خیال سے اس ترتیب میں

تغیر و تبدل واقع ہو جاتا ہے - جیسے، ایسے ہوتے ہیں

قوم کے سردار اور محسن - حیف ہے تجھ پر - کون ہے

جو تمہیں نہیں جانتا؟ لعنت ہے ایسی حرکات پر -

وغیرہ وغیرہ —

۳ - فعل متعدی کا مفعول اس کے بالکل متصل قبل آتا ہے -

جیسے میں نے اسے بلایا - لیکن جب زور دینا مقصود ہوتا ہے تو

مفعول جملے کے شروع میں آتا ہے - جیسے، اس عیار سے

میں کہوں کر نبھا سکوں گا —

خود فعل جب شروع میں آتا ہے تو اس سے زور ظاہر ہوتا ہے -

جیسے، مادوں کیا میں تجھے؟ دوں ایک تھپڑ —

جب مفعول دو ہوں تو مفعول قریب جو (عموماً اشیاء کے

متعلق ہوتا ہے) فعل کے متصل آتا ہے۔ جیسے، میں تمہیں انعام دوں گا۔ لیکن جو الفاظ فعل کی غرض و غایت ظاہر کرتے ہیں وہ ہمیشہ فعل کے متصل آتے ہیں۔ جیسے، میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں۔ لیکن جب زور مقصود ہوتا ہے تو یہ الفاظ بھی فعل کے بعد آتے ہیں۔ جیسے، یہ شخص اتنی دور سے آیا ہے صرف تمہاری ہدایت کے لیے۔

۴۔ بعض اوقات بلا لحاظ زور و تاکید کے مفعول اول آ جاتا ہے۔ جیسے، آدمی کو آدمی کہا ہے جاتا ہے۔ جب 'ہونا' سے مشتق افعال آتے ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے۔ جیسے، ناصح کو سودا ہوا ہے۔ خصوصاً ظرفی اور طوری حالت میں۔ جیسے، گھر میں کوئی شخص نہیں۔ حامد کے پاس طوطا ہے۔ لیکن مفصلہ ذیل امثلہ میں مفعول زور دینے کی غرض سے اول آیا ہے۔

ان چیزوں کو تم کہاں لیے جاتے ہو؟

یہ کاغذ میرے کام کے نہیں۔

جو تم کہو گے وہی کروں گا۔

۵۔ جہاں دو چیزوں کا مقابلہ ہوتا ہے وہاں زور اور تاکید

کا ایک لفظ جملے کے پہلے حصے کے شروع میں آتا ہے اور

دوسرا لفظ دوسرے حصے کے شروع میں۔ جیسے، کسائیں

مہاں خانہ ناناں اور لٹائیں میاں فہیم۔ دکھ میرے

لیے ہے اور سکھ تمہارے لیے۔ محنت میں کروں اور

چین وہ کرے۔

۶۔ فجائیہ جملوں میں بھی اظہار نفرت، تعجب و افسوس

وغیرہ کے لیے ترتیب بدل جاتی ہے اور الفاظ تعجب و

افسوس وغیرہ جملے کے شروع میں آتے ہیں۔ جیسے لعنت

ہے ایسے کام پر۔ افسوس تمہاری حالت پر۔

ایسے جملوں میں فعل ربط اکثر متحذوف ہوتا ہے۔

۷ - لفظ ندا عموماً اول آتا ہے لیکن زور دینے کے لیے آخر میں آجاتا ہے - جیسے ' تو نے ایسا کیا کہوں ظالم ! تیری یہی سزا ہے کم بخت !

۸ - جب ضمائر شخصی ہر سہ قسم ایک جگہ جمع ہو جائیں تو ترتیب حسب ذیل ہوگی -

اول ضمیر متکلم دوم ضمیر مخاطب اور سوم غائب ' جیسے :-

ہم تم مل کے چلیں گے - ہمیں تمہیں وہ ایک ہی سمجھتے ہیں -

ضمیر موصولہ ہمیشہ اول آتی ہے - جیسے ' جو تم کہو وہی کروں گا -

۹ - ہر قسم کی صفات اُن اسماء سے قبل آئیں گی جن کی وہ صفت

بیان کرتی ہیں - لیکن جس وقت وہ بعد میں آئی ہیں تو

عموماً خبر کے طور پر استعمال ہوتی ہیں یا زور دینے یا

خصوصیت ظاہر کرنے کی غرض سے - جیسے ' یہ بڑا قدار

شہر ہے - اُس اُچّے گاؤں میں کہیں چلے گئے - وعدہ پکا

کرو - وہ ہمیشہ کا دکھیا ہے - وہ کچھ ہو بھی گئے ہیں مغرور -

بعض اوقات زور دینے کے لیے صفت کو اسم سے علیحدہ کر کے

جملے کے آخر میں لاتے ہیں - جیسے ' یہ جنگ ہے بڑی خوفناک اور

خون ریز - چلتے چلتے ایک بڑا پہاڑ ملا ' ہرا بھرا اور بہت اونچا -

۱۰ - اردو میں بدل مبدل ملکہ بطور صفت موصوف کے ہوتے

ہیں - یعنی بدل اول آتا ہے مبدل ملکہ سے جس کی وہ ایک

قسم کی صفت ہے - جیسے ' کلو چمار آیا تھا - حاجی کا بیٹا

شمسو گیا - کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے - جیسے ' تمہارا

بھائی احمد کہاں ہے ؟

۱۱ - ترکیب اضافی میں بعض اوقات ترتیب بدل جاتی ہے اور

یہ فارسی کا اثر ہے - جیسے ' یہ قلم آپ کا ہے - یہ کتاب میری ہے -

بعض اوقات مضاف الیہ اور مضاف میں فصل پڑ جاتا ہے -

جیسے ' یہاں تیرا کیا کام ہے - تمہارا کیوں نہ دم بھروں -

لیکن یہ فصل وہیں تک جائو ہے کہ مطلب مبہم نہ ہو جائے -

۱۲ تمیزی الفاظ یا فقرے عموماً ان الفاظ کے قبل آتے ہیں جن سے ان کا تعلق ہوتا ہے، بعض اوقات وہ فعل اور اس کے مفعول کے درمیان آجاتے ہیں۔ عام طور پر یوں سمجھنا چاہیے کہ جوں جوں وہ ایسے الفاظ سے دور ہو جاتے ہیں ویسے ہی زور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ انہیں الفاظ متعلقہ کے بعد یا افعال کے دو اجزا کے درمیان لانے سے زور پیدا کیا جاتا ہے۔

جیسے جلدی چلو۔ وہ شہر میں رہتا ہے۔ وہ مجھے ہر روز سنااتا ہے۔ اس کا مزاج چڑچڑاہٹ ہے۔ یہ کہو تم آؤگے کب۔ اب تمہیں چھوڑ کر جاؤں کہاں۔

لیکن جب تمیز کا تعلق کل جملے سے ہوتا ہے تو جملے کے اول آتی ہے۔ جیسے دفعتاً وہ چہت پر سے گر پڑا۔

۱۳۔ ہی، جو تمیز کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کا استعمال اُردو میں بہت کثرت سے ہے اور اسم، ضمیر، صفت، فعل کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے کُھر ہی میں رہو۔ آپ ہی چلیں۔ خوب ہی برس۔ کسی طرح جاتا ہی نہیں۔ وہ سنتے ہی چل دیا۔

ہے کے بعد جب ہی آتا ہے تو اس کا تلفظ اس طرح ادا ہوتا ہے کہ گویا ’ہ‘ نہیں ہے اور ہے کے بعد ایک سی اضافہ کر دی گئی ہے۔ یعنی ہئی۔ جیسے ’یہ تو ہئی اب دوسرے کی فکر کرو۔‘ جہاں فعل کے دو جز ہوتے ہیں وہاں یہ ان کے درمیان آتا ہے۔ جیسے ’میں تو کروں ہی گا۔ میں تو تیار ہوں پر وہ کسی طرح چلتا ہی نہیں۔‘

جب فعل کے ساتھ حالہ معطوفہ ہو تو ”ہی“ ان دونوں کے درمیان آتا ہے۔ جیسے آدمی کچھ کہو کر ہی سیکھتا ہے۔ اُس نے مجھے سمجھ کر ہی کہا۔

۱۴۔ فعل جب مفرد ہوتا ہے تو حرف نفی ہمیشہ اول آتا ہے، مگر مرکب ہونے کی حالت میں فعل کے اول نہز ہر دو جز

کے درمیان دونوں طرح جا ئز ہے - جیسے میں نہیں جا سکا -
میں جا نہیں سکتا - اُسے نہ جانے دو - اُسے جانے نہ دو - اس کا
حال کہا نہیں جاتا - اس کا حال نہیں کہا جاتا -
مفرد فعل کے ساتھ بھی نہیں کبھی بعد میں آ جاتا ہے -
جیسے مانتا نہیں - اٹھو مت - اس میں کسی قدر تاکید
پائی جاتی ہے -

فعل متبہول میں بھی جب حرف نفی اسد ادی فعل کے
متصل آتا ہے تو اس میں بھی نفی کی تاکید مقصود ہوتی ہے
جیسے 'مجھے سے یہ الفاظ سنے نہیں جاتے -
مُرکب افعال کے اجزا میں زور اور تاکید کی غرض سے صرف
حرف نفی سے فصل نہیں ہوتا بلکہ دوسرے الفاظ سے بھی اسی
غرض کے لیے فصل آتا ہے - جیسے 'ہوں تو میں ایسا ہی - وہ
ہو تو ایسا ہی گیا ہے -

۱۵ - 'ہی' کی طرح 'بھی' بھی انہیں الفاظ کے متصل آتا ہے
جن پر زور دینا مقصود ہوتا ہے - جیسے میرا بھی ایک بھائی
وہاں نوکر تھا (یہاں صرف بھائی کی ملازمت کا خصوصیت
کے ساتھ ذکر کرنا مقصود ہے) اسی طرح 'میرا ایک بھائی
نوکر بھی تھا - (یہاں صرف ملازمت پر بیکاری کے مقابلے
میں زور دینا مقصود ہے) -

۱۶ - 'تو' بھی زور دینے کے لیے آتا ہے اور ہمیشہ اس لفظ کے
بعد استعمال ہوتا ہے جس پر زور دینا مقصود ہے - وہ
تو ضرور آئے گا -

مگر جب یہ لفظ شرط کے جواب میں آتا ہے تو وہاں صرف
جوا کے لیے آتا ہے - اگر وہ آج آجائے تو بہت اچھا ہے - اگر آپ
اجازت دیں تو جاؤں -

۱۷ - حروف عطف اور 'کہ' 'یا' 'پر' 'لیکن' 'مگر' 'جو' 'اگرچہ'،
جملے کے شروع میں آتے ہیں 'لیکن' زور کے مقام پر زور دینے

کے الفاظ ان سے اول ہو جاتے ہیں - جیسے وہ شخص اگر آیا بھی تو میں اسے منہ نہ لگاؤں گا - وہ اگرچہ بڑا عالم فاضل ہے مگر تمیز چھو کے نہیں گئی —

۱۸ - مرکب جملوں میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ زور دینے کی غرض سے مابعد کا جملہ ماقبل ہو جاتا ہے - جیسے اس کا دل بڑا ہی سخت ہو گا جس نے ایسی سزا اس غریب کو دی ہے —

شرط کا جملہ ہمیشہ جزا سے قبل آتا ہے - اسی طرح وہ تمیزی جملے جو زمان و مکان یا حالت ظاہر کرتے ہیں خاص جملے سے قبل آتے ہیں - لیکن اگر زور خاص جملے پر ہے تو وہ اول آتا ہے - جیسے 'یہ تو ہم اُسی وقت سمجھ گئے تھے جب اس نے ایسی حرکت کی تھی - ہمیں یہ کام اُسی حد تک کرنا چاہیے' جہاں تک ہمارے اختیار میں ہے —

نظم میں جملے کی معمولی ترتیب قائم نہیں دھتی،

ضرورت شعری کسی ترتیب کے تابع نہیں —



(Punctuation) دوز اوقاف

اوقاف ' یا وقفے اُن علامتوں کو کہتے ہیں ' جو ایک جملے کو دوسرے جملے سے ' یا کسی جملے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے علیحدہ کریں - ان اوقاف کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اول تو اُن کی وجہ سے نظر کو سکون ملتا ہے ' اور وہ تھکے نہیں پاتی؛ دوسری بڑی بات یہ ہے کہ ذہن ہر جملے ' یا جزو جملہ کی اصلی اہمیت کو جان لیتا ہے؛ اور مطالب سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ جو علامتیں وقفوں کے اظہار کے لیے استعمال کی جاتی ہیں ' ان کے نام اور شکلیں حسب ذیل ہیں :-

علامت	اردو نام	انگریزی نام
,	سکتہ	Comma چھوٹا تھیراؤ
;	وقفہ	Semicolon تھیراؤ
:	رابطہ	Colon ملاؤ (یعنی مجمل سے مفصل کو ملانے والا)
-:	تفصیلیہ	Colon and Dash رابطہ اور خط تفصیل بتانے والا
-	ختمہ	Full stop
؟	سو الیہ	Note of Interrogation
!	فجائیہ ' ندائیہ	Note of Exclamation
() یا []	قوسین	Brackets
—	خط	Dash
“ ”	واوین	Inverted Commas
~	زنجیرہ	Hyphen

علاستوں کا معمل استعمال کیے جاسکتے ہیں
(۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

یہ سب سے چھوٹا وقفہ ہوتا ہے - یہ حسب ذیل موقعوں پر استعمال ہوتا ہے :-

(۱) ایسے اسماء یا ضماائر کے بیچ میں جو ایک دوسرے کے

بدل کا کام دیتے ہوں جیسے :- 'جہانگیر' 'ابن اکبر'

شاہنشاہ ہندوستان نے جب۔

(۲) ایک ہی قسم کے کلمہ کے 'ان تین' یا 'تین سے زیادہ لفظوں

کے بیچ میں جو ساتھ ساتھ استعمال کیے گئے ہوں -

(اُس حالت میں جبکہ یا تو صرف آخری دو لفظوں

کے درمیان حرف عطف یعنی 'و' یا 'اور' یا حرف

تردید یعنی 'یا آئے' -

(۱) حیدر آباد 'میسور اور 'تراونکور جنوبی ہند کی

ریاستیں ہیں - (اس میں تینوں الفاظ اسم ہیں) -

(ب) چوری کرنا مذہباً 'اخلاقاً اور رسماً برا سمجھا

جاتا ہے - اُس کا طرز عمل عامیانہ 'جائلانہ اور

سوقیانہ ہے - (ان میں تینوں الفاظ متعلقات فعل ہیں)

(ج) اکبر بہت عقلمند 'وسیع النظر' ہمدرد اور مدبر

بادشاہ تھا - (یہاں الفاظ صفات ہیں) -

(۳) ندائیم لفظوں کے بعد جیسے :-

(۱) جناب صدر 'خواتین و حضرات' { (یہاں تینوں اسم مذاہب ہیں)

(ب) اے ماؤ 'بہنو' بیٹیو' ... }

(ج) جناب من 'تسلیم -

(د) میرے معتب صادق 'وعلیکم السلام -

(۴) عزیز من 'بہت بہت دعا -

(۵) جب ایک ہی درجے یا درجے کے لفظ جوڑوں میں

استعمال ہوں 'تو ایک جوڑے اور دوسرے جوڑے

قواعد اردو

کے درمیان سکھ دیئے ہیں :- دن ہو کہ رات ، سفر ہو کہ حضر ، خلوت ہو یا جلوت ، انسان کو چاہیے کہ خدا کو نہ بھولے —

(۵) ایسے اجزائے جملہ کے درمیان جو تشریحی ہوں ، سکھ آتا ہے :-

یہ چبوترا ۳۰ فٹ لمبا ، ۲۰ فٹ چوڑا ، ۵ فٹ اونچا ہے۔
(۶) دو یا زیادہ ایک ہی درجے کے ایسے چھوٹے جملوں کے بیچ میں جو ایک بڑے جملے کے جز ہوں :-

(۱) میں گھر سے بازار گیا ، بازار سے مدرسے آیا ، اب مدرسے سے گھر واپس جاتا ہوں —

(ب) کھیلنے کے وقت کھیلو ، پڑھنے کے وقت پڑھو —

(ج) وہ کھیل کے آیا ، نہایا ، کپڑے بدلے ، چائے پی اور سیر کو چلا گیا —

(د) زباں بگڑی تو بگڑی تھی ، خبر لیجئے دھن بگڑا —

(۵) نہ نومن تھل ہوگا ، نہ را دھا ناچے گی —

(۷) شرط اور جزایا صلے اور { سادہ جملوں کے بیچ میں :-
موصول کو بیان کرنے والے

(۱) اگر ہم جانتے داغ جدائی ، نہ کرتے اتنی الفت تم سے بھائی —

(ب) اُس کے منہ جو کوئی لگا ، ذلیل ہی ہوا —

(ج) جب مطلع صاف ہوگیا اور سورج نکل آیا ، تو میں اپنے گھر سے نکلا —

(د) جس شخص نے مجھ سے ، آپ سے کل باتیں کہیں ، وہ زید تھا —

(۸) ایسے سادہ جملوں کے بیچ میں جو مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا بیان کریں :-

(۱) وہ شخص ایماندار ہے ، لیکن سست —

(ب) سارا زمانہ آیا، پر زید نہ آیا۔

(۹) جب ایک سادہ جملہ دو درے کی توجہ کرے تو

دونوں کے بیچ میں سکتہ آتا ہے :-

(۱) میں نہیں گیا، اس لیے کہ وہ خود ہی میرے

ہاں آپہنچا۔

(ب) اُسے گھر بیٹھے نوکری مل گئی، پھر باہر کیوں جاتا؟

(ج) خوب دوا کرو، جس میں بھوک اچھی طرح لگا کرے۔

(۱۰) جب کسی فعل کے بعد ”کر“ یا ”کے“ مقدر ہو تو

سکتہ لگانا ضروری ہے :-

(۱) وہ چھڑی ہاتھ میں لے، نکل کھڑا ہوا۔

(ب) وہ یہ جا، وہ جا، چمپت ہو گئی۔

(۱۱) جب مبتدا اور خبر کے بیچ میں کوئی حجب نہ ہو،

تو سکتہ ضرور ڈال دیتے ہیں :-

(۱) یہی مجموعہ یا انتخاب مضامین، مطبوعہ رسالے کا

نہایت عمدہ اشتہار بھی بن گیا۔

(ب) حالی، مسدس حالی کے مصنف ہیں۔

(ج) مسدس، حالی کو سب سے ممتاز تصنیف ہے۔

(د) نذیر احمد کی سب سے عام پسند کتب، مراۃ العروس

ہے۔

(۱۲) عبارات اور خصوصاً شعر کی تعقید کو دور کرنے کے لیے

بھی سکتہ لگاتے ہیں :-

(۱) اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں

چلتے ہیں، کتنے پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں،

کتنے قصے پردوں کے دیکھتے ہیں، اور کتنے سولویوں

کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے

نکالی ہیں، سند پکڑتے ہیں، اور کتنے اپنی عقل

کو دخل دیتے ہیں۔

(ب) سب 'رقیبوں سے ہوں ناخوش' پر زبانِ مصر سے

ہے ؛ لیکن خوش : کہ مہکو ماہ کدعاں ہو گئیوں

(ج) قادری شمس کا نہیں، ہے یہ دگ ابو بہار۔

(د) کروں بیدار ذوق پر فحاشی، 'عرض' کیا قدرت؟

(۴) دیوار 'بار مدت مزدور سے' ہے خم -

(و) ولے مشکل ہے، حکمت، دل میں سوز غم چہ پانے کی -

(ز) نہیں بہار کو فرصت؛ نہ ہو ' بہار تو ہے :

”طراوت چمن و خوبیءِ ہوا کہہ بیسے“

(۱۳) اور، یا وغیرہ سے پہلے جب ہی سکتے لگاتے ہیں کہ لفظوں پر

خاص طور پر زور دینا منظور ہو -

ممشق

ان جملوں میں حسب ضرورت لگاؤ :-

زید عمر اور بکر تیلوں بازار گئے - تعریف کو ناتواں کفار

وہ اور اُلٹے معجزہ پر خفا ہوئے۔ چونکہ دیر بہت ہو گئی تھی

۱۲ اور دھوپ لکھنے بلکھنے تیز ہوتی جاتی تھی اس لیے ہم نے

واپس ہونا ہی مناسب سمجھا - دنیا اور اس کے مذاظر پہاڑ

دیرپا نیلا آسمان د مکتے ہوئے نادرے چمکتا ہوا سورج یہ سب

شاعری کے موضوع ہو سکتے ہیں۔ جو کرے سو جانے - اے ماؤ بہنو

بیتھیو دنیا کی زیمنت تم سے ہے - جسے زند گی کہتے ہیں وہ

صرف کھانے پینے رھنے سہنے اُتھنے بیٹھنے شادی کرنے کا نام نہیں

ہے۔ وہ تندرستی کی تصویر تھا بالا قامت چمکتی ہوئی آنکھیں

فراخ سینہ بھرے بھرے بازو - اس میں شک نہیں کہ جو شخص د ا مے

دہریے قدم سے اپنے اہلکاروں کو وطن کی مدد کرنے پر ہر طرح سے لائق

تحشیریں ہے لیکن جو بچارا علمی ہمدرد کے ذرائع نہیں

رکھتا اور صرف ایک ہمدرد دل رکھتا ہے وہ بھی کچھ کم

مسئلتی ستایش نہیں ہے۔ —

وقفہ (:)

جب سکتے سے زیادہ تھیراؤ کی ضرورت پڑے، تو وقفہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کا استعمال حسب ذیل موقعوں پر ہوتا ہے :-

(۱) جملوں کے لمبے لمبے اجزاء کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے کے لیے (یہاں سکتوں کے علاوہ وقفوں کا استعمال اس وجہ سے ضروری ہے کہ خلط مبعث نہ ہو جائے) جیسے :-

حق یہ ہے کہ اس زمانے میں، جب کہ قومی تپش نما کا پارا ہو گھڑی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے؛ جب کہ باوجود تعلیمی کاموں کی کثرت کے، قومی تعلیم کا کوئی صحیح خاکہ ہمارے سامنے نہیں ہے؛ جب کہ سیاسی تار و پود سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے مگر کوئی طریقہ قومی فلاح کا ایسا نہیں ہے، جس پر تمام جماعتیں متفق ہو سکیں؛ جب کہ مصلحت اور اصول، چال اور صداقت، تلون اور استقامت میں اکثر مغالطہ ہو جاتا ہے؛ جب کہ باوجود سادگی کے ادعا کے، عیش پرستی کے بہت سے چور دروازے کھلے ہوئے ہیں؛ جب کہ باوجود ایثار اور قربانی کے دعوؤں کے، حقیقی ایثار نفس اور ضبط نفس بہت کم نظر آتا ہے، نواب وقار الملک کی سیرت ایک بڑی نعمت ہے —

(۲) جہاں جملوں کے مختلف اجزاء پر زیادہ تاکید دینا مد نظر ہوتا ہے، وہاں بھی رابطے استعمال ہوتے ہیں -

(ا) جو کرے گا، سو پائے گا؛ جو بوئے گا، سو کاٹے گا -

(ب) آنا، تو خفا آنا؛ جانا، تو دلا جانا؛

آنا ہے، تو کیا آنا؛ جانا ہے، تو کیا جانا -

(ج) تم روئے اور ہمارا دل بے چین ہوا؛ تمہاری انگلی دکھی،

تو ہمارے دل پر چوت لگی؛ مصیبتیں ہم نے بہرین؛

تکلیفیں ہم نے اٹھائیں؛ راتوں کو اٹھ اٹھ کر ہم

بیٹھے؛ کندھے سے لکایا، چمکارا، لوریاں سنائیں؛ غرضکہ

جان، مال، آرام سب کچھ تمہارے لیے توج دیا - کیا

اس کا یہی صلہ ہے ؟

(۳) جن جملوں کے پڑے پڑے اجزا کے درمیان ورنہ 'اس لیے' لہذا 'اگرچہ' 'چہ جائیکہ' 'وہاں' 'لیکن' اور 'اسی قسم کے ربط دینے والے الفاظ آئیں؛ وہاں ذہن کو سمجھنے کا موقع دینے کے لیے ان لفظوں سے پہلے وقفے کی علامت لگاتے ہیں :- واضح رہے کہ جب مذکورہ بالا الفاظ چھوٹے چھوٹے جملوں کو ملاتے ہوں تو یہ علامت نہ لگائی جائے گی بلکہ سکتا ہی کافی ہوگا :-

(۱) اگرچہ آج کل نقادان فن اس بات کو مذموم سمجھتے ہیں کہ کسی خاص غرض کو پیش نظر رکھ کر یا کسی خیال یا رائے کی اشاعت کے لیے کوئی ڈراما لکھا جائے؛ لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں زندگی کا ہر پہلو قابل اصلاح ہے اور معاشرت کے ہر شعبے میں تذبذب اور انتشار پیدا ہے فن کی بعض نازک اور خیالی خوبیوں کو قربان کر سکتے ہیں؛ بشرطیکہ وہ سلیمت سے لکھا جائے —

(ب) چونکہ نکاح سے قبل ہی نسبت توز دی گئی اور لڑکی چنچا سے عہدہ کر لی گئی؛ اس لیے ایسی شادی سے جو مذموم اور دردناک نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا موقع ہی نہیں آیا —

(۴) جن صورتوں میں سکتہ لاتے ہیں ان میں صرف ایسی حالت میں لائیں گے جب جملے کے بعض ایسے حصوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا پڑے جن میں اندرونی طور پر سکتہ موجود ہے :-

(۱) 'حیدر آباد' 'میسور' اور 'تراونکور' جنوبی ہند کی؛ 'بہرپال' گوالیار اور 'اندور' وسط ہند کی بڑی ریاستیں ہیں —

(ب) حالی کی مسدس 'یادگار غالب' حیات جاوید؛ نذیر احمد

کی مراثی العروس، توبۃ النصوح، مکتلمات، ایاسی،
شبلی کی الغاروق، موائز، سیرت الذبی، پڑھنے،
اور بار بار پڑھنے کے قابل ہیں۔

رابطہ (۱)

اس کا تھیراؤ وقفے کے تھیراؤ سے زیادہ ہوتا ہے۔

(۱) عام طور پر اس کا استعمال وہاں کیا جاتا ہے، جب جملے
کے کسی۔ بقدر خیال یا بات کی تشریح یا تصدیق کی جاتی ہے؛
(۱) شعر ہو یا حضور، دن ہو یا رات، کام ہو یا تفردیم،
ہمیشہ اور ہر جگہ اپنی صحت کا خیال رکھو؛ اگر

کوئی نعمت ہے تو یہی ہے۔

(ب) کیا خوب سودا نقد ہے؛ اس ہاتھ دے، اُس ہاتھ لے۔

(ج) یہ خ موشی کہاں نک؟ لذت فریاد پیدا کر،

زمین پر تو ہو، اور تھری صدا ہو، آسمانوں میں؛

یہی انکسین قدرت ہے، یہی اسلوب فطرت ہے۔

جوہ راہ عمل میں گام زن، محبوب فطرت ہے۔

(د) گاؤں کا سخت جانیہاے تلہائی نہ پرچہہ؛

صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوے شیر کا۔

(۵) کسی کلیے کے رسالے کے لیے یہی کافی نہیں ہے کہ وہ

متغیر اور مختلف معلومات کی ایک کھترنی ہو۔

اُس کا بڑا لوازمہ تحریکی قوت ہے۔ ذوق جستجو

کو اشتعال دینا، جو دت طبع کو اُکسانا؛ یہی اُس

کا مہا کاچ ہے؛ اُس کی کامیابی کی جا نیچ اسی کسوٹی

پر ہوتی ہے۔

(و) انسان کو بعض کاموں کی قدرت ہے، بعضوں کی نہیں؛

وہ چل سکتا ہے؛ دوڑ سکتا ہے؛ مگر اُڑ نہیں سکتا۔

(۲) جنب کسی مختصر مقولے یا کھات وغیرہ کو بیان کرنا

ہو، تو تمہدی جملے اور اصل جملے کے بیچ میں نظم وقفہ یا

رابطہ لاتے ہیں —

(۱) کسی حکیم کا قول ہے : آپ کا چ مہا کا ج —

(ب) بقول شاعر : عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے —

(ج) سچ ہے : گیا وقت پھر ہا نہہ آتا نہیں —

(۳) ایسے دو جملوں کے بیچ میں رابطہ لاتے ہیں جو آپس

میں متقابل، یا ایک دوسرے کی ضد ہوں؛ اور دونوں

مل کر ایک پورے خیال کو ظاہر کریں — من چلتا ہے

تتو نہیں چلتا —

(۴) جب دو جملوں میں سے ایک دوسرے کی توجیہ کرے

مگر کوئی حرف توجیہ اُن کے بیچ میں نہ ہو؛ تو اُن کے

درمیان میں رابطہ لاتے ہیں؛ جیسے —

بچوں کو تلہائی میں نصیحت کرنا چاہیے : سب کے سامنے

نصیحت کرنے کا اثر اُلٹا ہوتا ہے —

تفصیل یہ :-

یہ علامت عام طور پر ”حسب ذیل“ کی ہوا کرتی ہے — اس

کے استعمال کے موقعے یہ ہیں :-

(۱) کسی طویل اقتباس کو یا کسی فہرست کو پیش کرتے وقت :

(۱) مرزا غالب فرماتے ہیں :-

(ب) ہندوستان کے بڑے شہر یہ ہیں :- (۱) بمبئی،

(۲) کلکتہ، (۳) حیدرآباد، (۴) مدراس،

(۲) کسی جملے کے ساتھ اجزا کا اعادہ کرتے وقت، یہ

علامت ”حاصل کلام یہ ہے“ یا ”مختصر یہ ہے“ یا

”فرض کہ“ کا کام دیتی ہے :-

سورج بادلوں سے نکل آیا تھا؛ گھاس پر شبنم کے قطرے

ایسے معلوم ہوتے تھے، گویا کہ سبز مختل کے فرش میں ستارے

جڑے ہوئے ہوں؛ دھوپ نکھری ہوئی تھی؛ پہاڑوں کا رنگ

بھی دھل کر نیلے امبر کا سا ہو گیا تھا :- انہیں مناظر کا لطف

اُٹھاتے ہوئے ہم اپنی گاڑی میں سوار چلے جا رہے تھے —
(۳) جب ایک ہی جملے میں کئی کئی باتیں مسلسل پڑھیں

کرنا ہوں، تو اس علامت کا استعمال کرتے ہیں: —

کچھ میری روزانہ زندگی کا حال سنو :- علی الصبح
اُٹھا، ضروریات سے فارغ ہو کر، نہا دھو کر ناشتا کیا؛ ڈاک
دیکھی؛ اگر موسم خوشگوار ہو گیا، تو چھتری لے کر تھلنے چلا گیا،
ورنہ گھر ہی میں رہا —

ناریل کے فوائد بے شمار ہیں :- اس کا تیل جلاتے ہیں؛ کھانے
میں ڈالتے ہیں؛ خول سے ڈونگے بنتے ہیں؛ ریشہ رسیوں کے
بتلے میں کام آتا ہے؛ کچا ہو تو اس کا پانی پیتے ہیں —

(۵) کسی اصول یا قاعدے کی مثال پیش کرتے وقت، جب
کہ ایسے موقع پر ”مثلاً“ یا ”جیسے“ کا لفظ ترک کر دیا گیا ہو۔
(۱) اسم وہ ہے جو نام ہو کسی شخص یا چیز کا :- مثلاً زید،
کرسی، عمر، بکر —

(ب) صرف دولت کا ہونا خوشی کی دلیل نہیں ہے :- قادرون
ہی کو دیکھیے —

مشق

ان عبارتوں میں حسب ضرورت سکتے، وقفے، رابطے اور
تفصیلیے لگاؤ —

(۱) تھلنے دل سے سوچنے کا موقع ہے کہ اس پچاس سال
میں ہم نے کیا کیا کیا - ہم کیا تھے اور اب کیا ہو گئے یہ ظاہر ہے
کہ اس پچاس سال میں ایک مدرسہ یونیورسٹی ہو گیا جس
کی ابتدا چند طالب علموں سے ہوئی تھی اور اب نوبت
ہزاروں تک پہنچ گئی ہے - جہاں چند مکان تھے وہاں اب
عالیشان عمارتوں کا سلسلہ ہے ایک ویران کھنڈر لہلہاتا ہوا
باغ ہے ایک غیر معروف مقام علم و فضل کا مرکز بن گیا ہے
جس پر تمام مسلمانوں کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں —

(۲) اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ شہر بھی عجیب و غریب نظر آتا ہے زمانہ قدیم سے مسعود اُفاق اور مرجع خلافت رہا کبھی راجاؤں مہاراجاؤں کی راجدھانی کبھی سلطانین اسلام کا دار الخلافہ کبھی طغیانی کی بدولت بے کراہ اور رفتہ رفتہ پھر آباد ہوا کبھی سرک جنگ و جدل و قتل عام ہے کبھی گھر گھر دن عید اور رات شب بارات ہے کبھی مدنظر شاہان و مروج کمال ہے کبھی ایک مطلق العنان سردائی کی لٹک سے خاصا کھنڈر ہے کبھی مورد بلیات ہے کبھی منزل برکات و حیات غرض یہ نگری یونہی اجڑتی اور بلتی بستی اور بگڑتی رہی۔

(۳) کسی سفر کے حالات لکھنا اور سفر نامے کو منہدم دلچسپ بنانا دراصل ایسے آدمی کا کام ہے جو کافی و علم اور وسیع معلومات رکھتا ہو اور اُس میں ایسی قابلیت موجود ہو کہ جو دلچسپ اور حیرت انگیز چیز اس کی نظر سے گزرے یا جو کچھ وہ سننے کا صل غور کے بعد اُس سے مفید تجربات و نتائج حاصل کر کے دلشبین الفاظ میں دے کر سکے

(۴) جان غالب تمہارا خط پہنچا غزل اصلاح کے بعد پہنچتی ہے نہ ہر اک سے پوچھتے ہیں وہ کہاں ہے مصرعہ بدل دینے سے شعر کس رتبہ کا ہو گیا ہے اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی نہ میان یہ اہل دہلی کی زبان ہے۔ اے اب اہل دہلی یا ملدو وہیں یا اہل حرفہ وہیں یا خانی وہیں یا پنجابی وہیں یا گورے وہیں ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔

(۵) جب کبھی تم کسی کام لے کرنے سے ہچکچاؤ، کاہلی

سبز باغ دکھائے آرام طلبی پر چائے تو کسی بزرگ کا
مقولہ یاد کر لیا کرو کار امروز بفردا مگزار -

ختمہ (-) *

یہ علامت مکمل جملے کے خاتمے پر لگائی جاتی ہے جہاں
تھیراؤ بھر پور ہوتا ہے : - دنیا دار العمل عمل ہے - جب
طبیعت خراب ہو تو کوئی کام نہیں ہو سکتا - مخففات کے
بعد بھی یہ علامت لگا دیتے ہیں :-

کے - سی - آئی - ای - بی - اے -

صرف انگریزی کے مخففات کے بعد - عربی کے مخففات
کے بعد اکثر نہیں لگاتے : ص ، صلعم ، ع ، رض ، یوں ہی لکھ
جاتے ہیں - (جب ایک سے زیادہ مخففات ایک ہی سلسلے
میں لکھ جائیں تو ہر مخفف کے بعد سکتے کی علامت
دینا چاہیے) -

ڈاکٹر محمد اقبال - ایم - اے - پی - ایچ - دی -
بہر ستر ایت لا - ہذا کذا القذھائی نس مہر عثمان علی خاں
بہادر ، جی - سی - ایس - آئی - جی - سی - بی - ای -
واوین ” ”

جب کوئی اقتباس دیا جاتا ہے ، یا کسی کا قول اسی کے
الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے ، تو اُس کے اول آخر یہ علامت
لگائی جاتی ہے :-

اُس نے جواب دیا ” مہں کل دس بچے یہاں پہنچو نگا “
مولانا حالی ، مہر صاحب کے اس شعر کے متعلق لکھتے ہیں :-

* ایرانی تحریروں میں پورا وقفہ (Full Stop) انگریزی کی طرح
نقطے سے ظاہر کرتے ہیں ؛ لیکن جس زبانوں میں حرورت منقولہ کی کثرت
ہو ، وہاں یہ علامت التباس پیدا کرتی ہے - اس کے لیے چھوٹا خط
(-) اردو میں بہت عرصے سے استعمال کیا جا رہا ہے - انگریزی Dash
کو ہم نے ” خطا “ کہا ہے اور Full stop کو ” ختمہ “ -

اب کے جنوں میں قائلہ شاید ہی کچھ رہے
 دامن کے چاک اور گریہاں کے چاک میں
 ”مہر نے باوجود غایت درجے کی سادگی کے، ایسے سبب سے
 اور پامال مضمون کو اچھوتے، نرالے اور دلکش اسلوب میں
 بہان کیا ہے۔“

(!) فحائشہ

یہ اُن الفاظ یا جملوں کے بعد لگائی جاتی ہے، جن سے
 کوئی جذبہ ظاہر ہوتا ہے : جیسے غصہ، حقارت، استعجاب
 خوف وغیرہ۔ جذبے کی شدت کی ملا سبت سے ایک سے زیادہ
 علامتیں بھی لگا دیتے ہیں۔

افوہ ! سخت تکلیف ہے۔ معاذ اللہ ! - بس صاحب ! بس !! -
 وہ اور رحم ! اس کی امید فضول ہے
 میں ! اور بزم سے یوں تشنہ کام آؤں !

سوالیہ (؟)

سوالیہ جملے کے آخر میں علامت لگائی جاتی ہے :— کیا
 ہے ؟ کس کی باری ہے ؟ کیا یہ ممکن ہے، کہ آپ مجھ سے
 کل صبح باغ عامہ میں ملاقات کریں ؟
 خط —

(۱) یہ علامت جملہ معترضہ کے پہلے اور آخر میں لگائی
 جاتی ہے :—

میری رائے — اگرچہ میں کیا اور میری رائے کیا — تو
 یہ ہے کہ آپ اس سے دست بردار ہو جائیں —

(۲) جب کئی لفظ کسی سابقہ لفظ کی تشریح اور تباہی دے
 میں لکھے جائیں، تو بھی یہ علامت لگاتے ہیں :—

سارا مکان — اینٹ، چونٹ، سامان، لکڑیاں — سب جل کر
 خاک سیاہ ہو گیا —

زید — نہ صرف زید بلکہ اُس کا سارا خاندان — انہی

بزرگ کا معتقد ہے —

(قوسین)

یہ علامتیں خط (—) کی طرح جملہ معترضہ کے پہلے اور آخر میں لگائی جاتی ہیں :—

میرا گھر (یعنی مکان کا وہ حصہ جس میں سکونت ہے)
جو سیدہ ہو گیا ہے - (یہ لکھنے والے کی مرضی ہے کہ خواہ قوسین استعمال کرے، یا خط) -

ہدایات : قوسین کے استعمال کرنے میں اس بات کا بہت خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے بے جا لانے سے عبارت بے ربط نہ ہو جائے - بہت سے لکھنے والے اس کی پروا نہیں کرتے؛ اور آج کل ایسے اکھڑے ہوئے جملے بہت دیکھنے میں آتے ہیں :-

(ا) محمود علی صاحب (جن کے بڑے بھائی الہ آباد میں تحصیل دار ہیں) کو میں نے کل موٹر پر جاتے دیکھا -
(ب) حکیم احمد حسین خان صاحب (جو اردو محلے میں رہتے ہیں اور بڑے حافظ طبیب ہیں) سے میں نے رجوع کیا —

(ج) مبارک علی میاں (جو کل آپ سے ملنے آئے تھے) کے پاس ایک اعلیٰ درجے کی بندوق ہے —
ان جملوں میں قوسین کا استعمال اس طرح ہونا چاہیے تھا :-

(ا) محمود علی صاحب کو (جن کے ... ہیں) میں نے ...
(ب) حکیم احمد حسین خان صاحب سے (جو اردو محلے ...
... طبیب ہیں) میں نے رجوع کیا —

(ج) مبارک علی میاں کے پاس (جو کل آپ سے ملنے آئے تھے) ایک بڑی اعلیٰ درجے کی بندوق ہے —

زنجیرہ (۷)

یہ علامت ان مرکب الفاظ کے اجزاء کے درمیان لگائی جاتی ہے،

جن کے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ بغیر اس علامت کے وہ علیحدہ علیحدہ الفاظ سمجھے جائیں گے - خاص طور پر علوم کی مرکب اصطلاحوں میں اس کا لگانا ضروری ہے -

اُردو میں اور علامتیں، مثلاً: سکتہ، وقفہ، سوالیہ، فجائیہ وغیرہ تو بہت عرصے سے استعمال کی جا رہی ہیں؛ لیکن زنجیرے کا استعمال اب تک نہیں کیا گیا؛ حالانکہ مرکبات لفظی کے اظہار کے لیے اس کی بہت ضرورت ہے - خاص طور پر آج کل جب کہ انگریزی علوم کا ترجمہ ہو رہا ہے، اور مرکب اصطلاحیں کثرت سے بن رہی ہیں؛ اس علامت کا اظہار بہت ضروری ہے - اب تک ہمارے زبان کے مرکبات زیادہ تر سالم الاجزا ہوتے تھے؛ مثلاً گل بدن، نازک خیال، رنگین بیان وغیرہ؛ یعنی ان کا ہر جز ایک سالم لفظ ہوا کرتا تھا - لیکن آج کل ایسی علمی اصطلاحیں کثرت سے بن رہی ہیں، جن کا جزو اول سالم نہیں بلکہ اکثر مخفف ہوتا ہے، جیسے: - نفس ۷ مرضیاتی (نفسی + مرضیاتی)، جو Psycho - pathological کا ترجمہ ہے؛ یا جیسے هند ۷ آریائی (ہندی + آریائی)، جو Indo-Aryan کا ترجمہ ہے - انگریزی زبان میں بے شمار الفاظ اور اصطلاحات ایسی نظر آتی ہیں، جو اگر Hyphen کا استعمال نہ ہوتا، تو نہ بن سکتیں - اگر اُردو میں بھی اس کا استعمال عام ہو جائے، تو وضع اصطلاحات کی ایک بڑی دقت رفع ہو جائے - مثلاً ایک طبی اصطلاح Penumo - gastric کو لہجے Penumo بمعنی شش یونانی لفظ Penumonos سے لیا گیا ہے، اور Gastric یونانی لفظ Gasterros کی صفت ہے، بمعنی (متعلق بہ معدہ) - ان دونوں کو ملا کر ایک نیا مرکب لفظ Penumo - gastric بنا لیا گیا، یعنی جو شش اور معدے دونوں سے علاقہ رکھتی ہے - اُردو میں اس کا ترجمہ ”متعلق بہ شش و معدہ“ کر سکتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ اصطلاح نہیں ہے - اگر ہم زنجیرے کا استعمال

کریں، تو اسی اصطلاح کا ترجمہ شش ۷ معدی کر سکتے ہیں، جس میں ”متعلق بہ“ کا مفہوم صرف ایک علامت سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوسری مرکب اصطلاحات جیسے Anglo - Indian کے، صدائق ہیں۔ ان کے ترجمے علی الکرتیب انگریز ۷ ہندی، روسی ۷ جاپانی، برق ۷ مقناطیسی ہوں گے۔ اگر یہ علامت استعمال نہ کی جائے، تو یہاں تو کوئی لفظ زنجیرے کی جگہ لے گا، یا مرکب کے اجزاء علیحدہ علیحدہ الفاظ سمجھے جائیں گے۔ اور التباس ہوگا۔ ہمارا خیال ہے کہ صرف اسی ایک علامت کا صحیح استعمال وضع اصطلاحات کی ایک بڑی دقت دور کر سکتا ہے۔ ہم نے اسے اس علامت سے (۷) اس لیے ظاہر کیا کہ وصل کا مفہوم واضح ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انگریزی (-) Hyphen ہمارے یہاں پورے وقفے کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ اس لیے کسی اور علامت کی ضرورت تھی —

ہند آریائی زبانیں (یعنی وہ زبانیں جو ہندی اور آدین دونوں زبانوں سے بنی ہیں) —

روسی ۷ جاپانی صلحنامہ (جو روس اور جاپان کے مابین ہوا ہے) طبی ۷ نفسیاتی (جو علم طب اور نفسیات دونوں سے متعلق ہے) ۷ نباتی (جو علم حیوانات اور نباتات دونوں سے متعلق ہو) متی ۷ برقی (مقناطیسی + برقی)

مور ۷ پلکھٹا (مور + پلکھٹا)

کل ۷ ہندی (All-India) مشق

حسب ضرورت خط، قوسین، واہین اور زنجیرہ لگاؤ :-

انگریز ہندی قوم وہ قوم ہے جو ہندی اور انگریزی خون کے اختلاط سے پیدا ہوئی یہ لوگ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں رہتے ہوئے انہیں کئی قرن ہونے کو آئے اب تک زبان اطوار اور عادات کے لحاظ سے خود کو باطناً نہیں تو

ظاہر آ ہی انگریزی الاصل سمجھتے ہیں۔

آدمی کو چاہیے کہ خواہ کچھ بھی کہیں نہ ہو جائے
خواہ جان ہی کا زیان کہیں نہ ہو لیکن صداقت پر قائم رہے۔
کسی فلسفی کا قول ہے صداقت ہی انسان کا اعلیٰ ترین جوہر ہے۔
تحت لسانی عصب وہ عصب ہوتا ہے جو ہماری زبان کے
نیچے سے ہو کر گزرتا ہے۔

————— مشق : —————

حسب ذیل عبارتوں میں اوقاف کا استعمال کرو۔
(۱) ناظرین کو معلوم ہے کہ میں نکتہ چیں ہوں مدحت
سرا نہیں میرا دستور العمل یہ ہے :۔

قصیدہ کار ہوس پیشگان بود عرفی

تواز قبیلۂ عشقی وظیفہ ات غزل است

حق گوئی کی راہ میں عموماً دو قوتیں مانع ہوتی ہیں
دولت و طاقت اور ذاتی تعلقات و وابستگی اتنے زمانے میں
احباب کم از کم اس کا تو اندازہ کر چکے ہیں کہ الحمد للہ
یہ دونوں پتھر میری راہ میں حائل نہیں ہو سکتے۔

ہم کعبہ و ہم بتکدہ سنگ رہ جا بود

رفتیم و صلیم بر سر محراب شکستیم

دولت و طاقت و حکومت و اقتدار کے مقابلے میں جو کچھ
اپنا حال ہے محتاج بیان نہیں زبان اور قلم دونوں اس کا
جواب دے سکتے ہیں وہ ذاتی تعلقات تو آپ دیکھ رہے ہیں
کہ یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کے لیے پچھلے اجلاس کے واقعات
سہرے لمبے پر از اشکال تھے تا ہم کچھ دنوں تک خاموش رہا
اور پھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ تعلقات کا مسئلہ نہیں بلکہ عقیدے
اور روایے کا سوال ہے تعلقات کے ایسے تاروں کی کیا حقیقت
ہے اس راہ میں تو زنجیریں بھی ٹوٹ جاتی ہوں پس
جو کچھ میری ذاتی رائے تھی بلا تامل حوالہ قلم کر دی۔

دوستی کھا چیز ہے ہمارے خون اور رشتہ داریوں کو بھی حق اور عقیدے کے سامنے ہیچ ہو جانا چاہیے زمانہ پر آشوب ہے حق اور راستی کی مظلومی کس درجہ درد انگیز حد تک پہنچتی ہوئی ہے کوئی نہیں جو خدا کی خوشنودی کی خاطر اس کے چلند بلندوں کا غصہ جھیل لے اور پھر کوئی نہیں جو اپنے قول کی عزت کے لیے اپنے عمل کو بھی قابل عزت بنائے ہر دعویٰ دلیل سے محروم ہر قول عمل کا مخالف اور ہر سفیدی نمائش اور نفاق کی سیاہی سے آلودہ تعریف کی خواہش سے دماغ مضبوط ہو رہے ہیں حالانکہ جو لوگ دنیا سے بقول شاعر تعریف و مدح مانگتے ہیں اور ایسے لوگ بہت زیادہ ہیں ان کو کو پہلے بتلانا چاہیے کہ اُس کے لیے انہوں نے کیا کھویا ہے۔



[۲] ہر خوردار کامکار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ مچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت یہ قطعہ میں نے وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لوگوں نے سنا یا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیا لکھوں! سی کاغذ کو لفافے میں رکھ کر تکت لگا کر نامہ لکھ کلیان کے حوالے کر گھر میں چلا گیا اور ہاں ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھوں میرا میر مہدی خفا ہو کے کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا تم نے جلے پھپھولے پھوڑے لو اب بتاؤ کیا لکھوں —



[۳] میں سادہ دل آردگیء یار سے خوش ہوں یعنی سبق شوق مکرر نہوا تھا پیر و مرشد خفا نہیں ہوا کرتے یوں سلفا مجھے باور نہ آیا یہاں تک تو میں مورد عتاب نہیں ہو سکتا جھکوا استعجاب پر ہے محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا

دوست کہتا ہے اولیاء کا یہ حال ہے کہ وائے ہر حال ہم اشتہا کی یہ حکایت ہے شکایت نہیں دنیا داری کے لباس میں فقیری کو رہا ہوں لیکن فقیر آزاد نہ شاید کیا دستک برس کی عمر ہے بلا مبالغہ کہتا ہوں ۷۰ ہزار آدمی نظر سے گزرے ہوں گے زمرۂ خواص میں سے عوام کا شمار نہیں دو مخلص صادق الولا دیکھے ایک مولوی سراج الدین دوسرا ملشی غلام غوث —

[۴] دیکھنے کو آنکھ دی اور سامنے کو یہ کان دیے ناک بھی اونچھی سب میں کردی مورتوں کو جی دان دیے مٹی کے باسن کو اتلی سکت کہاں جو اپنے کسھار کے کرتب کچھہ بتا سکے سچ ہے جو بنایا ہوا ہو سوا پے بنانے والے کو کیا سرا ہے اور کیا ہے یوں جس کا جی چاہے پوئے بکے سر سے لگا پاؤں تک جتلیے رونگتے ہیں جو سب کے سب بول اُتھیں اور سراہا کریں اور اُتے برسوں اسی دھیان میں رہیں جتنی ساری ندیوں میں دیت اور پھول پھلیاں کھیت میں ہیں تو بھی کچھہ نہ ہو سکے —



عروض

عروض وہ مشہور فن ہے جس سے اشعار کا وزن معلوم ہوتا ہے —

عروض کا موجد عرب کا ایک عالم ادب خلیل بن احمد مکی ہے۔ جس کی وفات سنہ ۱۷۰ ہجری میں ہوئی ہے اُس نے پندرہ وزن قرار دیے اور ہر وزن کا نام بکر رکھا، اُس کے بعد بکروں میں اضافہ ہوتا رہا —

وزن

وزن عروضیوں کی اصطلاح میں دو کلموں کی حرکات و سکونات برابر ہونے کا نام ہے۔ حرکات اور حروف کا اختلاف ہو تو ہر ج نہیں ہے۔ جیسے احسان اور صندوق ہم وزن ہیں یعنی جتنی حرکتیں اور سکون ایک میں ہیں اتنے ہی دوسرے میں ہیں، گو دونوں کی حرکتیں مختلف ہیں۔

بکر

بکر اُن چند موزوں کلموں کا نام ہے جن پر شعر کا وزن ٹھیک کرتے ہیں۔ شعر میں موسیقی اور ترنم جس قدر ہو اُسی قدر بکر عمدہ ہوگی ورنہ بہت سی ایسی بکریں ہیں، جو اُن دونوں سے معرا ہیں، اِس وجہ سے رائج و مقبول نہیں ہوتیں۔

ارکان بکر

بکر جن اجزا (تکڑوں) سے بنتی ہے، اُن کو ارکان یا افاعیل یا امثال کہتے ہیں، اور ہر جز کو ”رکن“ —

تقطیع

کسی شعر کے اجزا کو بحر کے ارکان پر وزن کرنے کو کہتے ہیں۔ اس طرح کہ ساکن کے مقابل ساکن اور متحرک کے مقابل متحرک حرف ہو، مثال آگے بیان ہوگی۔

اجزائے ارکان

ارکان (رکنوں) کے تکراروں کو اجزایا اصول کہتے ہیں۔ رکن جن اصول یا اجزا سے ملتا ہے وہ تین ہیں: سبب، وتد، فاصلہ۔ مگر سبب و وتد کافی ہیں، دو حرفی کا سبب اور تکرر فی (سہ حرفی) کا نام وتد ہے۔ پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو جیسے سر، بر، تو سبب خفیف ہے۔ اور دوسرا بھی حرکت دار ہے تو سبب ثقیل، جیسے سر، دل، اضافت کی حالت میں، ورنہ اردو میں متحرک الآخر لفظ نہیں ہوتا۔ پہلا اور دوسرا متحرک اور تیسرا ساکن ہے تو ”تد مجموع“ ہے جیسے قلم، اور درمیانی ساکن ہے تو ”تد مفروق“ ہے جیسے مشق، اضافت کی حالت میں —

ارکان

ان دونوں اصولوں سے سات ارکان ملتے ہیں، جنہیں افاعیل ہفت گانہ کہتے ہیں۔ دو پلج حرفی :-

(۱) فعولن (۲) فاعلن، ایک کا جزو اول سبب ہے، دوسرے کا وتد۔ وتد پہلے ہے تو فعولن ہوگا اور سبب پہلے ہے تو فاعلن —

ست حرفی، یہ پانچ ہیں :- (۱) مستفعِلن (۲) مفعِلین - ان دونوں میں ایک ایک وتد اور دو دو سبب خفیف ہیں، اول میں سبب مقدم اور وتد موخر ہے، دوسرے میں اس کے برعکس - (۳) فاعلاتن (۴) مفعلاتن - (۵) مفعولات —

فاعلاتن میں اول آخر سبب ہے اور بیچ میں وتد۔ پانچویں میں دو سبب مقدم ہیں اور ایک سبب مفروق۔ چوتھے رکن

میں اول سبب ثقیل، دوسرا جز سبب خفیف، تیسرا جز و تد مجموع —

خلیل کا خیال ہے کہ انہیں بحروں میں تمام عروض منحصراً لیکن یہ صحیح نہیں۔ بحروں میں بہت اضافہ ہوا اور ہو سکتا ہے۔ افاعیل ہفت گانہ کے علاوہ ایک اور مشہور دکن مفاعلتین ہے مگر مروج نہیں —

اسماء و شمار بحور

کل مشہور بحریں جو ان ارکان سے بنتی ہیں، ان کو یاد رکھنے کے لیے یہ قطعہ بہتر ہے: —

”ر جز‘ خفیف‘ رمل‘ مسروح‘ دگر مجتث

بسیط و وافر و کامل‘ ہزل‘ طویل و مدید“

”مشاکل و متقارب‘ سریع و مقتضب است

مضارع و متدارک‘ قریب نیز جدید“

(۱) ر جز - مستعلن

(۲) ہزج - مفاعیلن

(۳) کامل - متفعلن

(۴) رمل - فاعلاتن

(۵) متقارب - فعولن

(۶) متدارک - فاعلن

یہ بحریں ایک دکن کی تکرار سے بنتی ہیں - وافر

جو مفاعلتین کی تکرار سے بنتی ہے، ترک کی گئی کہ رائج

نہیں ہے —

یہ پانچ بحریں د، ر کلموں کے مکرر لانے سے بنی ہیں: —

(۱) خفیف :- فاعلاتن - مستعلن - فاعلن { یہ دونوں مسدس

(۲) سریع :- مستعلن مستعلن - مفعولات { ہی مستعمل ہیں

(۳) مجتث :- مستعلن - فاعلاتن - مستعلن فاعلاتن -

(۴) مضارع :- مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن -

(۵) مسخرح - مستعملین مفعولات مستعملین مفعولات -

(یہ بحریں مسدس اور سالم مستعمل نہیں ہیں - کسی بحر میں چھ ارکان سے کم اور آٹھ سے زیادہ نہیں ہوتے ' چھ والی کو مسدس (چھ رکنی) اور آٹھ رکن والی کو مثنی (آٹھ رکنی) کہتے ہیں - چھ رکنی بحر کا ایک مصرعہ تین رکن کا اور آٹھ رکنی کا ایک مصرعہ چار رکن کا ہوتا ہے، یہ قاعدہ اکثر یہ ہے نہ کلیہ -

زحاف

عروض کی اصطلاح میں زحاف اس تغیر کو کہتے ہیں جو شعر کے رکن یا ارکان میں ہو - ارکان اگر اشعار میں اپنی اصلی صورتوں پر ہیں تو بحر کو سالم کہیں گے - مگر سالم بحر میں کم مروج ہیں - اور جن کے کسی رکن یا ارکان میں تغیر ہو گا اسے ”مزاحف“ کہتے ہیں - یعنی ”زحاف والی“ -

زحاف سے ارکان میں چودہ (۱۴) صورتیں پیدا ہوتی ہیں - اور زحاف کی تین صورتیں ہیں :-

۱ - اضافہ یعنی کسی حرف کی زیادتی -

۲ - کمی، ایک یا ایک سے زائد حرفوں کا گرا دینا -

۳ - ساکن حرف کو متحرک کرنا -

زحاف یوں تو چالیس اکتالیس ہیں، مگر مروجہ اردو بیس لکھے جاتے ہیں - ان میں سے بعض کئی رکنوں میں آتے ہیں - اور بعض صرف ایک رکن میں - ایک رکن میں آنے والے یہ چار ہیں :-

خاص زحاف

۱ - ثلم (بفتح ذاء و سکون لام) فعلین سے (ف) کو گرانا پس عولن رہ جاتا ہے، اس کی جگہ ”فعلین“ مستعمل ہے - ایسے رکن کو اثلیم کہیں گے -

۲ - جب (بفتح جیم و تشدید باء موحدة) رکن کے آخر میں

سے دو سبب خفیف گرا نا جیسے مفاعیلین میں سے (اعیلین) دور کیا تو ”م۔“ رہا۔ اس کی جگہ ”فعل لاتے ہیں۔“ زحاف شدہ رکن ”مجبوب“ کہلاتا ہے —

۳ - خرم (بفتح خاء و سکون را) مفاعیلین میں سے مہم دور کرنا پس فاعیلین رہا۔ اس کی جگہ مفعولن لاتے ہیں۔ اور رکن کا نام آخرم ہے۔ یہی زحاف فعولن میں ٹلم ہے —

۴ - کشف (بفتح کاف و سکون شین) مفعولات کی ’ت‘ دور کرنا، پس مفعول رہا اس کی جگہ مفعولن کہیں گے۔ خرم اور کشف دونوں کے بعد مفعولن دھتا ہے، یہ زحاف انہیں ارکان کے ساتھ مخصوص ہیں —

عام زحاف

جو زحاف کئی رکضوں میں آتے ہیں، وہ گھارہ ہیں : —
۱ - اذالہ (بکسر الف و ذال مفتوح) رکن کے آخر میں و تد مجموع ہو تو آخری حرف سے پہلے الف زیادہ کرنا، جیسے مستعملین سے مستفعلان - ایسے رکن یا بصر کو ”مذال“ کہتے ہیں —

۲ - تسبیغ (اس کا نام ہم اردو میں اضافہ رکھتے ہیں کیونکہ یہ لفظ بہت ثقیل ہے) رکن کے آخر میں سبب خفیف ہو تو اس میں الف زیادہ کرنا (اذالہ) اور اضافہ دونوں ایک ہیں، مگر وہ و تد میں ہوتا ہے اور یہ سبب خفیف میں) - مثلاً فاعلاتن میں فاعلاتان اس کی جگہ اس کا ہم وزن فاعلیان لاتے ہیں۔ اس رکن یا بصر کو مسبغ کہتے ہیں اور ہم مضاف کہیں گے —

(نوٹ) یہ دونوں زحاف مصرعے کے آخری رکن میں آتے ہیں۔
۳ - حذف (حاء حطی و ذال معجمہ) و تد مجموع کو آخر رکن سے گرا نا جیسے فاعلن سے علن گرایا تو صرف ”فا“ رہا اس کی جگہ فع لاتے ہیں اور رکن کو ”احذ“ (بتشديد

ذال) کہتے ہیں —

۴ - حذف (بفتح حاء و ذال معجمہ ساکن) آخر دکن سے ایک سبب خفیف دور کرنا - جیسے فعلین سے لن گرایا (فعو) رہا، اس کی جگہ (فعل) لائیں گے - اس دکن یا بصر کو "محذوف کہیں گے —

۵ - خبن (حاء مفتوح باء ساکن) دکن کے اول میں سبب خفیف ہو تو اس کا دوسرا حرف گرا نا - جیسے فاعلین سے الف گرایا فعلین رہا، یہ دکن "مخبون" ہوا —

۶ - طی (طاء مفتوح و یاے تکتانی مشدد) دکن کے آخر میں دو سبب خفیف ہوں تو چوتھا حرف گرا نا - جیسے 'مستعملین سے (ف) گرایا تو "مستعملین" رہا، اس کی جگہ "مفعلمین" لاتے ہیں اور یہ دکن "مطوی" کہلاتا ہے —

۷ - قصر (قاف مفتوح و صاد مہملہ ساکن) دکن کے آخر سبب خفیف میں سے ساکن حرف کو دور اور ماقبل کو ساکن کرنا - جیسے مفاعیلین میں سے ن گرایا اور 'لام' کو ساکن کیا تو 'مفاعیل' رہا یہ دکن "مقصور" ہوا —

۸ - قطع دکن کے آخر میں وتد مجزوع ہو تو اس کے آخر حرف کو گرا کر ماقبل کو ساکن کرنا - جیسے فاعلین میں سے 'ن' کو اکر 'ل' کو ساکن کیا تو "فاعل" رہے گا - اس کی جگہ فعلین لاتے ہیں اور دکن کو "مقطوع" کہتے ہیں —

۹ - قبض (دکن مقبوض) پانچواں ساکن حرف سبب خفیف میں کا گرا نا - جیسے فعلین میں سے 'ن' گرا تو فعل رہا (بضم لام) —

۱۰ - کف (کاف مفتوح، 'ف' مشدد) (اور دکن مکفوف) ساتویں ساکن حرف کو دور کرنا - جیسے مفاعیلین میں سے 'ن' گرایا تو مفاعیل رہا (بضم لام) —

۱۱ - وقف (واو مفتوح قاف ساکن) (اور دکن موقوف)

آخر رکن میں وتد مفروق ہو تو اس کے آخری متصحرک کو ساکن کرنا - جیسے ”مفعولات“ کی ’ت‘ کو ساکن کر دینا -

ایک بتکر اور ایک رکن میں کئی زحاف بھی واقع ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ان کا نام دو تین ناموں سے مرکب ہوتا ہے۔ مثلاً ایک رکن میں خبن اور قطع ہے تو اُسے مخبون و مقطوع کہیں گے —

مرکب زحاف

عروضیوں نے رکن میں ایک سے زائد زحاف کے جمع ہونے کا بھی دوسرا نام رکھ لیا ہے۔ یہ مرکب زحاف حسب ذیل پانچ ہیں:-
۱- خرب - (خاء مفتوح و راساکن) مفاعیلان میں خرم اور کف کے اجتماع کا نام ہے۔ خرم کی وجہ سے میم اور کف کے سبب سے ’ن‘ گرا یا ’فاعیل‘ (بضم لام) رہا۔ اس کی جگہ ”مفعول“ لاتے اور ایسے رکن یا بتکر کو ”اخر ب“ کہتے ہیں —

۲- شتر (شین معجمہ مفتوح تاء فوقانی ساکن) (رکن اشتر) خرم اور قبض کے اجتماع کا نام ہے۔ مثلاً رکن مذکور میں خرم سے ’م‘ اور قبض سے ’ی‘ گر گئی تو ”فاعیلان“ رہا —
۳- شکل - (شین مفتوح ک ساکن- رکن مشکول) - کف اور خبن کے اجتماع کا نام ہے۔ مثلاً فاعلاتن میں سے دوسرا اور ساتواں حرف یعنی لام اور نون گرا یا ’فعلات‘ (بکسر عین وضم تاء) رہا —

۴- کسف (کاف مفتوح و سین مہملہ ساکن - رکن مکسوف) - وقف اور کف کا اجتماع کسف ہے۔ مثلاً مفعولات کی (ت) کی حرکت وقف سے اور خود (ت) کف کی وجہ سے دوڑ ہوئی تو مفعولاً رہے گا۔ اس کی جگہ مفعولن لاتے ہیں —
۵- ہتم - (ہائے مہملہ مفتوح و تاء فوقانی ساکن - رکن و بتکر آہتم) یہ حذف اور قصر کے اجتماع کا نام ہے۔ مثلاً مفاعیلان

میں سے پہلے تو حذف کی وجہ سے لن دور ہوا، 'مفاعی' رہا۔
 پھر قصر سے (ی) دور اور (ع) ساکن کیا گیا، 'تو مفاع' رہا،
 اس کی جگہ "فعول" بسکون لام بولیں گے۔ اردو شاعری
 کے لیے اتنے زحافات کا بیان کافی ہے —

تقطیع

شعر کا موزوں اور غیر موزوں ہونا تقطیع ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ شعر کے
 اجزاء کو بحر کے ارکان پر وزن کرنے کا نام تقطیع ہے۔ اس کے اصل
 معنی پارہ پارہ کرنا ہیں۔ چوں کہ ارکان بحر سے ہم وزن کرنے
 کے لیے الفاظ شعر کے تکررے کر دیے جاتے ہیں، اس سبب
 سے یہ نام رکھا گیا۔ تقطیع میں ساکن کے مقابل ساکن اور متحرک
 کے مقابل متحرک واقع ہونا ضروری ہے۔ خواہ الفاظ کلمات
 ثابت رہیں یا نہ رہیں۔ تقطیع کے چند قاعدے ہیں، جو
 لکھے جاتے ہیں:—

(۱) وزن کرنے میں سکون و حرکات کا شمار اور جگہ برابر ہونی
 چاہیے۔ خواہ حروف و حرکات مختلف ہوں۔ جیسے
 بلبل اور طوطی کا وزن فعلین ہے یعنی دو حرکتیں اور
 دو سکون ایک ہی جگہ واقع ہیں۔ یہ وزن عروضی ہے۔
 (۲) تقطیع میں حروف ملفوظ کا اعتبار ہے جو زبان سے ادا
 ہوتے ہیں اور مکتوبی جو کتابت میں تو ہوں مگر بولے
 نہ جائیں، وہ تقطیع سے خارج ہیں۔ مثلاً:—

(الف) الف اس، اب وغیرہ کا یعنی وہ الف جو آغاز
 لفظ میں آتا ہے اگر اس کے مقابل کا حرف اس
 سے ملتا ہوا ہو تو وہ گرا دیا جاسکتا ہے (ع:)۔
 ”اب اس داستان کو سنا چاہیے“۔ تقطیع
 یہ ہوگی: ا بس دا، فعلین۔ سنا چا، فعلین۔
 ہیے، فعل —

(ب) نون غنہ جو حرف علت کے بعد ہو جیسے زمان

زمین وغیرہ میں، جب تب تک کہ اُس کا اعلان نہ ہو، تقطیع سے خارج ہے اور اگر بوج میں ہے اور دیگر الفاظ کے مانند ملفوظ تو تقطیع میں شمار ہوگا۔ ع ”بنام جہاں دار جاں آفریں“ - تقطیع: بنامے، فعولن - جہاد، فعولن - رجبا، فعولن، فوری فعل —

(ج) واؤ معدوم، مثلاً خواب کی جگہ خاب لیا جائے گا۔ ع: ”خواب میں خود ہی کوئی آیا ہے“ - ”تقطیع: خاب می خد، فعلاتن، حکو ۱۱، مفاعیلن - یا ہے، فعلن - (د) ہاے مختلف، جو اظہار حرکت کے لیے لکھی جاتی ہے، جیسے نامہ اور جامہ کی (۴) اگر وسط میں ہو اور عرض و ضرب میں ہو تو ساکن حرف کی جگہ متصور ہوگی، (عروض پہلے مصرعے کا آخری رکن ضرب، دوسرے مصرعے کا رکن آخر) جیسے: ”نامہ آتا ہے نہ مدت سے پیام آتا ہے“ - تقطیع نام آتا فعلاتن - ۵ ن مدت، فعلاتن - ۶ س پیام، فعلاتن - تا ہے، فعلن —

(۴) ایسا واؤ عاطفہ جس کے ماقبل کے حرف سے صرف ضمہ (پیش) ظاہر ہوتا ہے، جیسے: -

”جان و دل سے عزیز ہے مجھکو“ تقطیع: جان دل سے، فاعلاتن - عزیز ہے، مفاعیلن - مجھکو، فعلن —

جان و دل کا واؤ تقطیع سے ساقط ہے اور اگر ضمہ ماقبل دراز ہو جیسے: ”علم و ہنر و فضائل و کسب و کمال“ - تو یہ واؤ شمار ہوگی —

تقطیع: علمو، مفعول، نر و فضا، مفاعیلن، دل و کسب، مفاعیلن، کمال، فعولن - ابتدائے کلمہ کی واؤ کی مثال: ”ہے قدر کسی کی تو وطن میں ہے وگرنہ“

یہ داخل تقطیع ہے —

تقطیع : ہے قدر، مفعول، کسی کی ت، مفاعیل - وطن
مے مفاعیل - وگرنہ، فعولن —

(و) حروف مخلوط جو دوسرے سے مل کر ادا ہو جیسے: کیا کی
'ی' اور گھر کی 'ہ' - کیا کی جگہ 'کا' اور گھر کی جگہ
'گر' تقطیع میں آئے گا - (ع :) ”کیا کہا پھر تو کہہو
اے حضرت“ تقطیع: کا کہا پر فاعل تن - ت کہ یہ اے
مفاعیلن - حضرت، فعلن —

(ز) عربی کے الفاظ کا الف جیسے بالضرور بالفعل - ان
صور توں کے علاوہ اور کوئی حرف اس طرح کا ہو تو
وہ بھی تقطیع سے خارج ہوگا —

(۳) وسط مصرعہ میں دو ساکن ایک جگہ ہوں تو دوسرے
کو متحرک کر لیتے ہیں: ع ”خیر تو ہے آپ کہاں جاتے
ہیں“ خیر کی 'ر' کو متحرک کر لیا ہے - ”خیر تو ہے“ کو
مفاعیلن سے تعبیر کریں گے - تقطیع: خیرت ہے : مفاعیلن -
اپ کہا، مفاعیلن - جات ہے، فاعیلن -

(۴) آخر مصرعہ میں دو ساکن ایک جگہ آئیں تو بحال
رہیں گے - وسط میں دو سے زیادہ حروف ساکن ہوں تو
دوسرا متحرک اور تیسرا حذف ہو جائے گا - جیسے:
”راست کہتا ہوں اس کو سچ جانو“ راست کا سین
متحرک کر دیا گیا - تقطیع: اس کہتا فاعل تن - ہ اس
ک سچ، مفاعیلن - جانو، فعلن - اور آخر مصرعہ میں تین
ساکن ہوں تو دو بحالت خود رہیں گے تیسرا گرا دیا
جائے گا - فرض تین ساکن جمع نہیں ہوتے -

(۵) ایسے الفاظ جن کے تلفظ میں بعض حروف زبان سے نکلتے
ہوں مگر مکتوب نہیں، وہ تقطیع میں آئیں گے، جیسے
لفظ آمد میں د و الف - مثال: ”آتا ہو تو رہا تہہ سے نہ

دیجے۔“ - تقطیع: ااتاہ مفعول۔ تہات سے مفاعیلن۔

ن دیجے فعلین —

اسی طرح وہ اضافت کا کسرۃ جو دراز پڑھا جائے۔ اس کی

جگہ ’ی‘ ساکن متصور ہوگی۔ اس کو یاے باطنی کہتے ہیں۔

اور حروف مشدد دو شمار ہوتے ہیں مثلاً: فرخ‘ فرورخ۔ کسرۃ دراز اور مشدد حرف کی مثال:

”نہ ایتنا برش تیغ جفا پر ناز فرماؤ“ (غالب)

تقطیع: ن ایتنا بر‘ مفاعیلن۔ رشے تیغے مفاعیلن۔ جفا پر نا‘

مفاعیلن۔ ز فرماؤ‘ مفاعیلن —

(۶) حرف علت واؤ‘ الف‘ ی‘ جو الفاظ کے آخر میں آتے

ہیں‘ جیسے: کو‘ تھا‘ سے‘ وغیرہ‘ بعض اشعار میں ان کا تلفظ

بہت مختصر ہوتا ہے‘ پس صرف ان کے ماقبل کا حرف شمار

ہوتا ہے اور یہ حرف معدوم۔ جیسے ع: ”مجھے کو تھا اس

شخص سے بس اتحاد“ کو کا واؤ‘ تھا کا الف‘ کی کی ی کا

تلفظ مختصر ہے اس لیے یہ داخل تقطیع نہیں۔ تقطیع

یہ ہے:—

مچک تا اس‘ فاعلاتن۔ شخص سے بس‘ فاعلاتن۔ ات

ت حاد فاعلات —

(۷) بعض جگہ رکن میں سکون ہوتا ہے اور شعر میں اس

جگہ حرف متحرک اسے ضرورت تقطیع ساکن کر لیتے ہیں۔

جیسے ع: ”تم نے بات نہ مانی میری“ اس میں بات کی ت

کو متحرک اور نہ کے نون کو ساکن کر لیا گیا ہے۔ یعنی ”بات

نہ“ کو ’باتن‘۔ تقطیع کے وقت ایسے حروف کا جو خارج از

تقطیع ہیں لکھنا نہ لکھنا برابر ہے۔ مگر اصل صورت قائم رکھنے

کے لیے لکھنا بہتر ہے۔ تقطیع یہ ہے: تم نے‘ فعلین‘ باتن‘ فعلین‘

مانی‘ فعلین‘ میری‘ فعلین —

بکریں

۱ - بکر ہزج

۱ - بکر ہزج سالم - مفاعیلن ایک مصرعے میں چار بار -
ع : ”ستم ہو جائے تمہید کرم ایسا بھی ہوتا ہے“ - تقطیع : ستم
ہو جا مفاعیلن ، تمہید مفاعیلن ، کرم ایسا مفاعیلن ، ب
ہوتا ہے مفاعیلن بھی کی اور ی تلفظ مختصر ہونے کی وجہ
سے خادج از تقطیع ہیں -

۲ - بکر ہزج مضاف * - آتھ رکئی (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
مفاعیلن) ع : ”کئی نکلی ہیں لخت دل سے تار اشک کی
لڑیاں“ تقطیع : کئی نکلی مفاعیلن ، لخت دل مفاعیلن اس
تارے اش مفاعیلن ، ک کی لڑیاں مفاعیلن - کسی شعر میں
عروض مضاف اور ضرب سالم ہے تو جڑھے -

۳ - ہزج اخرب (مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن) ع : ”یارب
مہری قسمت میں یہ غم نہ دیا ہوتا“ تقطیع : یارب م
مفعول ، قسمت می ، مفاعیلن ، یہ غم ن مفعول ، دیا
ہوتا مفاعیلن -

۴ - اخرب مکفوف مقصور (مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل)
ع : ”وہ مجھ کو جنوں جامہ دری کے لیے دے ہاتھ“
تقطیع : وہ منج ک مفعول ، جنو جام مفاعیل ، دری کے ل
مفاعیل ی دے ہاتھ مفاعیل -

۵ - اخرب مکفوف محذوف (مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول)
ع : ”دل لے ہی لیا ناز سے شوخی سے ہنسی سے“

• ہم نے تسبیغ کا نام اضافہ اور مسبق کا مضاف رکھا ہے اور ہر جگہ یہی لکھیں گے -

تقطیع : دل لے ۛ مقعول ، لیا ناز مقاعیل ، س شوخی س مقاعیل ، ہنسی سے : فعولن —

کسی شعر میں عروض بروزن مقاعیل اور ضرب بروزن فعولن ہے تو جائز ہے مگر سب جگہ یہ تفاوت نہ ہو ۔
 ۛ ہزج اشتر مثنی (فعلن مفعیلن فاعلن مفعیلن) ع : ” بزم قہر سے اُٹھنا یار کا تعجب ہے “ ۔ تقطیع : بزم غی فاعلن ، رسے اُٹھنا مقاعیلن ، یار کا فاعلن ، تعجب جب ہے ، مقاعیلن ۔

ۛ ۛ ہزج مقصور محذوف - (مقاعیل مقاعیل مقاعیل مفعولن) ع : ” نہ کھیلچ آہ نہ کھیلچ آہ دل یار نازک ہے “ ۔ تقطیع : ن کھچاہ مقاعیل ، ن کھچاہ مقاعیل ، دلے یار مقاعیل ، نازک ہے مفعولن —

ۛ ۛ ہزج مسدس محذوف - (مقاعیلن مقاعیلن فعولن) (دربار) ع : ” کُلیں لہتے ہیں وہ بجلی کے در سے “ ۔ تقطیع : کُلیں مقاعیلن ، وہ بجلی ، مقاعیلن ، کُلیں سے فعولن —

ۛ ۛ ہزج مقصور - (مقاعیلن مقاعیلن مقاعیل) ع : ” سورمہ کا جو دنیا لہ نمودار “ ۔ تقطیع : سورمہ کا ، مقاعیلن ۔ جو دنیا لہ ، مقاعیلن ۔ نمودار ، مقاعیلن —

ۛ ۛ ہزج مسدس اخرب مقبوض یا محذوف (مفعول مقاعیلن فعولن) یا (مقاعیل) ع : ” آتا ہو تو ہا تھ سے نہ دیتے “ تقطیع : آتا مفعول ، ت ہات سے مقاعیلن ، ن دیتے فعولن —

ۛ ۛ بھر رجز

ۛ ۛ بھر رجز سالم - مستفعلن چار بار ایک مصرعے میں :
 ” ساغر مئے گل رنگ کے بھر کے مجھے دے سا گیا “

ۛ ۛ بھر مذال - (مستعلن مستفعلن مستفعلن مستعلن) ع :
 ” ہر چاند تھیں ظاہر تری سب خلی میں بے پاکیاں “
 (ظفر شاہ)

۳۔ بکھر رجز مطوی منتخبون۔ (مفتعلن مفاعیلن منعلن مفاعیلن) ع:-

”عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ لہا جو ہو سو ہو“
(شاہ نہار)

۳۔ بھر رمل

۱۔ بھر رمل کا اصل وزن۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن
ہے۔ مگر سا ام اردو میں بہت کم کہتے ہیں بلکہ نہیں کہتے

۲۔ رمل مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن — ع :

اے مسیتکا بچ نہیں سکتا تیرا بیمار آج

۳۔ رمل محذوف۔ فعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن —

”دل نہ توڑاے بد گمانی یوں کسی بیمار کا“

۴۔ منتخبون مقصور۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن۔ ع :

دل ہی پہلو میں نہیں پھر ہے عبث رنج و ملال

۵۔ منتخبون محذوف۔ تمام ارکان مثل بالا، صرف بجائے فعلات

فعلن یا فعلن (بکسر عین و سکون عین) ع :

”کبھی چمکا نہ ستارا مری پیشانی کا“

ایک مصرعے میں فعلات، دوسرے میں فعلن یا فعلن

درست ہے۔

۶۔ منتخبون مقطوع۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن۔ (فعلن

بکون عین) ع :

”مرغ دل پر ہدف تیر نظر کیا ہوگا“

۷۔ مشکول مثنیٰ۔ فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن ع :

”ترے تیر نیمکش کو کوئی میرے دل سے پوچھے“

۸۔ مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن۔ ع :

”پھر ہوا اس کو مرے دل کا خہال“

۹۔ مسدس محذوف۔ فاعلاتن فعلن فاعلن — ع :

”میں رقیب روسیہ کو کھل گیا“

ایک مصرعے میں فاعلات دوسرے میں فاعلن لانا

درست ہے۔

۱۰ - مسدس مخبون - مقطوع یا محذوف - فاعلین فعلاتین
 فعلات - (بسکون عین یا بحرکت عین) — ع :
 ” لوگ نالہ کو رسا باندھتے ہیں “

۴ - بحر کامل

۱ - بحر کامل سالم - متفاعلین متفاعلین متفاعلین (چار بار)
 آتھہ رکئی آتی ہے - ع :

” دل زار نے یہ ستم کیا مجھے شام ہی سے جگا دیا “

اس بحر کے رکن پر ایک حرف زائد کر کے یوں بھی کہا گیا ہے ۔
 ” یہی کہتی تھی لیلئی پردہ نشیں نہیں کہاتی ادب سے خدا کی قسم “
 بحر وزن : متفاعلین متفاعلین متفاعلین - بحر کامل میں شعر
 کم کہتے ہیں ، مگر مروج ہے اور وہ بھی صرف سالم —

۵ - بحر متدارک

۱ - متدارک سالم مثنیٰ - آتھہ رکئی فاعلین فاعلین فاعلین
 (چار بار ایک مصرعے میں) ع : ” سن لیا ، سن لیا ، ست

کہو چپ رہو “ یہ سالم کم مروج ہے —

۲ - مخبون - فعلین فعلین فعلین ع : —

” نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا “

۳ - سالم مضاعف یعنی ایک شعر میں سولہ بار ع :-

” ترے ہاتھوں سے کچھہ مرے حق میں ذرا نہ بھلا ہی ہوا

نہ برا ہی ہوا “ —

۴ - مقطوع احدی - فعلین فعلین فعلین (سکون عین
 کے ساتھ) —

ع :- ” دن بھر روتے دھوتے گذرا “

۶ - بحر متقارب

۱ - متقارب سالم ، مضاعف - یعنی فعلین آتھہ بار ایک مصرعے

میں - (ذوق) ع :-

” تمنا نہیں ہے کہ امداد دل کو تھیں کا صلہ ہو کہ مُزدِ قلیق ہو “

- ۲ - سالم، مثنیٰ - فعولن چار بار ایک مصرعے میں ع :-
 ”بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے“ (اتھیں)
- ۳ - مقصور - فعولن فعولن فعولن ع :-
 ”الہی میں بلندہ گلہنگار ہوں“ —
- ۴ - محذوف - فعولن فعولن فعولن فعل - ع :-
 ”طلسم جہاں ہے تماشا عجب“
- فعل اور فعول اول اور دوسرے مصرعے میں لانا جائز ہے مگر
 ہر جگہ یہ تفاوت نہ ہو —
- ۵ - مقبوض (اثام) فعول فعول فعول، فعول، یا فعولان ع :-
 ”یہ عشق اب کیا بسا ہے دل میں“
- ۶ - مقبوض اثام (مضاعف) فعول فعول (آٹھ بار) ع :-
 ”پہن، اکڑ، چہب، نکاہ، سیج دہج، جمال و طور و
 خرام آتھوں“ —
- مقبوض - (ایک رکن مقبوض ایک سالم) فعل فعولان
 فعل فعولان ع :-
 ”سرو خراماں ہے تیرے قد پر“
- اور صورتیں اس بحر میں کم مستعمل ہیں —

موجب بحرین

۱ - خفیف

- اس کا وزن یہ ہے - فاعلان مستعملین فاعلان - اور یہ
 مسدس مزاحف مستعمل ہے -
- ۱ - بحر خفیف مخبون - فاعلان مفاعیلن فاعلان [دوبار] ع :-
 ”ایک میں ہوں کہ آج تک متحیر“
- مستعملان خبن سے مفاعیلن اور فاعلان خبن سے فاعلان ہوتا
 ہے - کم مزدوج ہے —
- ۲ - مخبون، مقصور - فاعلان مفاعیلن فاعلان ع :-

” زہر کھانے کی جی میں تھانی آج “
 فاعلاتن خبن اور قصر سے فعلات رہتا ہے باقی بیان اوپر گزرا۔
 ۳ - مخبون محذوف یا مقطوع - فاعلاتن مفاعیلن فعلین
 [فعلین بہ کسر عین یا بسکون عین] -

ع: ” دل کے دسمے کر ہے یہی کافی “

فاعلاتن خبن اور حذف فلاتن ہو جاتا ہے -
 ۴ - ان بکروں میں صدر و ابتداء (مصرعہ اول و دوم کے پہلے
 رکن) سالم ہیں ، اگر یہ مخبون ہوں مثلاً : فاعلاتن مفاعیلن
 فعلات ، یا عروض و ضرب مخبون (مضامین) ہو یعنی : فعلیان
 تو جائز ہے - فاعلاتن مفاعیلن فعلین اور فاعلاتن مفاعیلن فعلات بھی
 مستعمل ہے اور ان کا اجتماع جائز ہے -

۲ - بکر سریع

اس بکر کا اصل وزن یہ ہے :- مستفعیلن مستفعیلن مفعولات-
 (بضم تا) مگر یہ سالم اور مثنیٰ مزدوج نہیں ہے -
 ۱ - سریع ، مطوی موقوف - مفتعلن مفتعلن فاعلان (دو بار) ع :-
 ” کیا کروں تشخیص کا اُس کے بیاں “

مستفعیلن میں طے واقع ہونے سے مفتعلن ہو گا اور مفعولات
 میں طے و وقف سے فاعلان - اس کا بیان مذکور میں دیکھو -
 ۲ - سریع ، مطوی ، مکسوف - (مفتعلن مفتعلن فاعلان) - (دو بار) ع :-
 ” شام سے میں وصل کی شب سو گیا “ (مؤن)

یہ اردو میں بہت مزدوج ہے - مفعولات میں ’ طے ’ سے واؤ
 گر کر مفعولات ہو گا اور ’ ت ’ کسف سے گر کر مفعلا ، اس کی جگہ
 فاعلین رکھا گیا - عروض میں فاعلان ضرب میں فاعلین لاسکتے ہیں -
 ۳ - بکر محذوف

۱ - اس بکر کا اصل وزن یہ ہے : مستفع لن - فاعلاتن مستفع لن
 فاعلاتن - اس کے مسدس میں شعر نہیں کہا جاتا -

۲ - محذوف مخبون - مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن (دو بار)

ع : ” بھلا ہوا کہ نہ آئے نہیں تو جان گئی تھی “

یہ کم مروج ہے —

۳ - منتخبون ' مقصود (مفاعیلن فعلا تن مفاعیلن فعلا ن) ع :

” وہ مست ہوں کہ مری خاک کا ہے مے سے خمیر “

۴ - منتخبون معذوف و مقطوع . مفاعیلن فعلا تن مفاعیلن فعلا ن

(بکسر عین یا بسکون عین) - ع :

” ادا سے دیکھ لو جاتا رہ گدہ دل کا “ (قلق)

۴ - مضارع

۱ - اس کا اصل وزن مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن ہے -

مسدس اور سالم میں شعر نہیں کہتے - یہ بکسر منسرح

سے مشابہ ہے —

۲ - اُخرب - (مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن) (چار باد) ع :

” دنیا سہیں قصر وایوان بے فائدہ بنایا “

مفاعیلن کو اُخرب کرنے سے مفعول آتا ہے یہاں چار رکن اُخرب

چار سالم ہیں —

۳ - اُخرب (مضاف) - مفعول فاعلا تن مفعول فاعلیان - ع :

” مرنے پہ بھی نہ چھوٹی نظارہ بازیاں ہیں “

فاعلا تن کو مضاف کرنے سے فاعلیان ہو گا —

۴ - اُخرب مکفوف - مفعول فاعلا ت مفاعیل فاعلا تن - ع :

” اے دوست تیرے لطف کے انداز قہر ہوں گے “

۵ - اُخرب مکفوف مقصور ، معذوف (مفعول فاعلا ت مفاعیل

فاعلا ت یا فاعلن) - ع :

ظاہر ہے اپنی سوزش دل سے کہ آفتاب

پیڑے کو اشک کھانے کو لخت جگر ملا

۵ - منسرح

۱ - اصل وزن یہ ہے : مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات مکر

سالم و مسدس مروج نہیں —

۱ - مطوی موقوف - مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلان یا فاعلات - ع :

” حضرت دل ہم تمہیں کہتے نہ تھے بار بار “

۲ - منسرح مطوی مکفوف - مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات - ع :

” سننے سمجھنے کو بات حق نے دیے گوش گوش “

واؤ مفعولات کو طے کیا تو مفعولات رہا اس کی جگہ فاعلات

استعمال کیا - فاعلات کی جگہ فاعلین لانا بھی جائز ہے -

۳ - مطوی - مفتعلن فاعلات مفتعلن - مروج نہیں ہے

۴ - بکھر مقتضب

۱ - اصل وزن اس کا یہ ہے : مفعولات مستعلن مفعولات مستعلن

یعنی بکھر منسرح کے بالکل برعکس - سالم اور مسدس رائج

نہیں ہے ، زیادہ تر یہ ایک وزن مروج ہے —

۲ - مطوی ، مقطوع ، مثنیٰ - فاعلات مفعولین فاعلات مفعولین - ع :

” واہ رے نصیب اپنے جس کی یہ تذا ہے “

اوزان رباعی

رباعی کا وزن بکھر ہزج کے ساتھ مخصوص ہے - اس میں نو زحاف

آتے ہیں ، اس طرح چوبیس وزن ہو جاتے ہیں - پس جو چار مصرعے

ان چوبیس وزنوں میں سے کسی وزن پر ہونگے وہ رباعی ہے ورنہ

ہر ایسے ۸ و بیت جن کا پہلا ، ۸ و سرا ، چوتھا مصرعہ ہم

قافیہ ہو رباعی نہیں - چند اوزان لکھ جاتے ہیں :—

۱ - مفعول مفاعیلن مفاعیلن فاع -

۲ - مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع -

۳ - مفعول مفاعیل مفاعیل فعل -

۴ - مفعول مفاعیلن مفعولین فاع -

۵ - مفعول مفاعیلن مفاعیلن فع -

۶ - مفعول مفاعیل مفاعیلن فع -

- ۷ - مفعول مفاعیلین مفعول فاعول -
- ۸ - مفعول مفاعیلین مفعولین فاع -
- ۹ - مفعول مفاعیلین مفعول فعل -
- ۱۰ - مفعول مفاعیل مفاعیل فاعول -
- ۱۱ - مفعول مفاعیلین مفاعیل فاعول -

ان کو اوزان شجرۃ اُخریٰ کہتے ہیں - دوسرے اوزان

شجرۃ اُخریٰ کے یہ ہیں :-

- ۱۰ - مفعولین فاعلین مفاعیلین فاع -
- ۲ - مفعولین مفعول مفاعیلین فاع -
- ۳ - مفعولین مفعولین مفعولین فاع -
- ۴ - مفعولین مفعولین مفعولین فاع -
- ۵ - مفعولین فاعلین مفاعیلین فاع -
- ۶ - مفعولین مفعول مفاعیل فاعول -
- ۷ - مفعولین مفعول مفاعیلین فاع -
- ۸ - مفعولین مفعولین مفعول ذعل -
- ۹ - مفعولین مفعول مفاعیل فاعول -
- ۱۰ - مفعولین مفعول مفاعیل فاعول -
- ۱۱ - مفعولین مفعولین مفعول ذعل -
- ۱۲ - مفعولین فاعلین مفاعیل فاعول -

